www.shibliinternational.com

March 2021 مارچ

ISSN: 2581-9216

ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد

Urdu Monthly **SADA E SHIBLI** Hyderabad

خصوصی نمبر

حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ

پیدائش: ۸/اکتوبر ۱۹۳۴ء، وفات: ۲۰/جنوری ۲۰۲۱ء

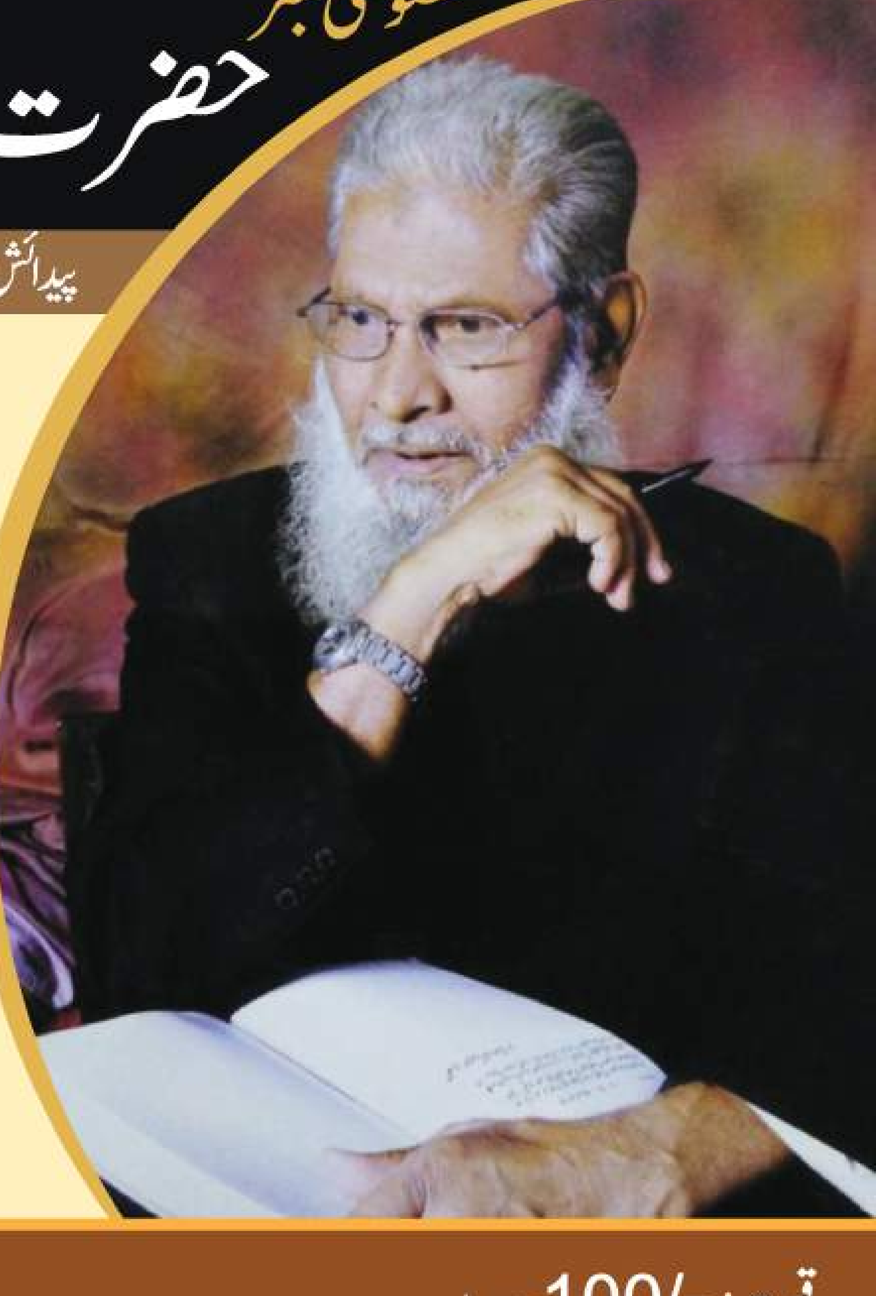

کمالِ فن سے مِرے سب کو فائدہ پہنچے
بھلا نہ ہو جو کسی کا تو پھر کمال نہ دے

میں جب بھی دیکھتا ہوں آئینہ بس مسکراتا ہوں
میں جب بھی مسکراتا ہوں مدینہ یاد آتا ہے

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

قیمت: -/100 روپے

ABDUL WAHED
PROPRIETOR
Cell: 98480 36940

For Orders : 90302 02018
86396 32178
89197 03547

KGN XLNT TEA
Rich Aroma Refreshing Taste
•PREMIUM QUALITY TEA

KGN TEA SALES

UMBRELLA BRAND TEA
Rich Aroma Refreshing Taste
•GOLDEN QUALITY TEA

WHOLESALE & RETAIL TEA MERCHANT

S.No.: 22-1-114, Jambagh, Kali Khabar Main Road, Dar-ul-shifa, Hyderabad - 500 024, TS
Off.: 5-3-989, 104, First Floor, Sherza Estates, N.S. Road, M.J. Market, Hyderabad - 500 095
email: kgnteasales@gmail.com

Shoe world
STYLISH & QUALITY FOOT WEAR
Estd. 1963

SHOE WORLD CIRCLE

Pathergatti, Hyderabad. Ph.: 040 24576852

SHOE WORLD

Abids, Hyderabad, Ph.: 040 24608208

M. HILAL COLLECTION

Wholesale & Retail

Spl. in:
Lucknavi Chicken Suits,
Kurta Pyjamas,
Readymade Suits,
Nighties, Tops
& Cotton Suits Etc.

#23-6-178/1, Masjid Faqurunissa Begum,
Mir Momin Daira, Hari Bowli, Hyderabad.
9032675243, 8919620790, 9392533661

Issue37 شمارہ_Vol4 جلد:

مارچ Mar :2021

ماہنامہ

حیدرآباد

صدائے شبلی

مدیر: ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران: ڈاکٹر سراج احمد انصاری ☆ ڈاکٹر عبدالقدوس ☆ ابو ہریرہ یوسفی

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، پروفیسر مظفر علی شہہ میری
پروفیسر محسن عثمانی ندوی، پروفیسر ابوالکلام
پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی، مفتی محمد فاروق قاسمی
مولانا ارشاد الحق مدنی، مولانا محمد مساعد ہلال احیائی
اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ، محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق، ڈاکٹر حمران احمد، ڈاکٹر جاوید کمال، ڈاکٹر ناظم علی، ڈاکٹر مختار احمد فردین، ڈاکٹر غوثیہ بانو، ڈاکٹر سید امام حبیب قادری، ڈاکٹر سمیہ تمکین، ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ، ڈاکٹر مصطفیٰ خان، مولانا عبدالوحید ندوی، مولانا احمد نور عینی، ڈاکٹر مصلح الدین نظامی، ابو ہریرہ ایوبی، محسن خان

SADA E SHIBLI
A/c: 13271024000023922
Ifsc: IBKL0001327
IDBI Bank: CHARMINAR HYD, T.S

قیمت خصوصی شمارہ:100 سالانہ:220
رجسٹرڈ ڈاک:350- بیرونی ممالک:50/امریکی ڈالر
خصوصی تعاون:1000

ماہنامہ "صدائے شبلی" حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرہ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

Email: sadaeshibli@gmail.com

خط و کتابت کا پتہ

Mob:9392533661 - 8317692718

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352, B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Near Asfya Masjid Dabirpura Road, Purani Haveli,Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	حمد/مناجات/محمد مصطفےٰ میرے	عبدالرحمٰن جامیؔ	۵
۲	احوال وکوائف عبدالرحمٰن جامیؔ	ادارہ	۶
۳	اپنی بات	ڈاکٹر محمد محامد ہلال	۸
۴	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۹
۵	نجات کا اٹل قانون	مولانا حبیب الرحمٰن	۱۰
۶	آہ! رحمٰن جامیؔ	پروفیسر رحمت یوسف	۱۲
۷	دیباچوں میں ذکرِ شبلی کا مطالعہ	ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی	۱۶
۸	کھرا انسان۔ سچا دوست۔ بہترین شاعر: عبدالرحمٰن جامی	صلاح الدین نیر	۱۹
۹	عبدالرحمٰن جامیؔ کی رحلت پر (نظم)	شاہ نواز ہاشمی	۲۱
۱۰	فکروفن اور محبت کا بڑا شاعر......	ڈاکٹر محمد محامد ہلال	۲۲
۱۱	عہد آفرین شاعر (نظم)	ڈاکٹر مسعود جعفری	۳۰
۱۲	بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں	ڈاکٹر محی الدین حبیبی	۳۱
۱۳	میرے استاد: عبدالرحمٰن جامیؔ	کشور سلطانہ	۳۳
۱۴	دخترامۃ الغفور حمیرا جامی کے تاثرات	امۃ الغفور حمیرا جامیؔ	۳۷
۱۵	منظوم تعزیت	امۃ الغفور حمیرا جامیؔ	۴۰
۱۶	حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ: آسمانِ شعروادب کا ایک ستارہ ٹوٹ گیا	ڈاکٹر نادر المسدوسی	۴۱
۱۷	حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ	حسن مقصود نظامی	۴۳
۱۸	صدی کی عظیم شخصیت..........	صوفی سید خیرالدین	۴۴
۱۹	جہانِ اطفال پر ایک نظر	ڈاکٹر عبدالقدوس	۴۸
۲۰	اظہارِ غم (نظم)	محمد محمد زاہد ہریانوی	۵۲
۲۱	رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی آہ!	محبوب خان اصغر	۵۳
۲۲	حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ...... (نظم)	ظہیر بابایار	۵۵
۲۳	محبِ رسولؐ حضرت عبدالرحمٰن......	ڈاکٹر عائشہ بیگم	۵۶
۲۴	سانحہ ارتحال حضرت...... (نظم)	قیصر رزاق	۵۸
۲۵	رحمٰن جامی کے کائنات "رباعیات	ڈاکٹر صالحہ صدیقی	۵۹
۲۶	بحیثیت استاد حضرت عبدالرحمٰن جامی اپنی مثال آپ تھے	نذیر نادر	۶۷
۲۷	استادِ محترم حضرت عبدالرحمٰن......	ڈاکٹر عائشہ صدیقہ	۷۲
۲۸	شاعرِ اعظم حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ سے نذیر نادر کی گفت وشنید	نذیر نادر	۷۳
۲۹	آہ! رحمٰن جامیؔ	جمال ریاض	۷۷
۳۰	تہنیت استادِ محترم (نظم)	صوفی سید خیرالدین	۷۹
۳۱	آہ! میرے بھائی	ڈاکٹر نصیر الدین	۸۰
۳۲	اسے خدا نے بلالیا (نظم)	ذاکر دانش	۸۳
۳۳	عبدالرحمٰن جامی ایک اچھے استاد......	محمد معین الدین احمر	۸۴
۳۴	آہ میرے حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ	فضیل فوز	۸۶
۳۵	ایک دھوپ تھی جو ساتھ گئی......	سید نبی پیر چشتی	۸۹
۳۶	گوہرِ نایاب ماہرِ فن استاد الشعراء......	مولانا حسین احمد	۹۰
۳۷	شاعرِ اعظم حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ	خالد نظامی خالد	۹۱
۳۸	حضرت رحمٰن جامیؔ کی شاعری میں ذاتِ مجتبیٰ وصفاتِ مصطفیٰ	اسریٰ تسنیم	۹۳
۳۹	آہ وہ شفیق سائباں اٹھ گیا	محمد اعجاز الدین	۹۷
۴۰	شاعرِ اعظم حضرت عبدالرحمٰن (نظم)	سلیم اسلم نظامی	۹۸
۴۱	مرحبا! میں بھی جام جامی ہوں	عتیق فائق	۹۹
۴۲	استاد الاساتذہ حضرت جامی (نظم)	رہبر پرتاپ گڑھی	۱۰۰
۴۳	الشاعر تلمیذ الرحمٰن	محمد عبدالکریم کامل نور	۱۰۱
۴۴	ٹوٹی ہوئی کڑی	محمد زکریا	۱۰۲
۴۵	میرے نانا پپا کے نام ایک خط	امۃ الکریم نبیلہ	۱۰۳
۴۶	میرے پیارے نانا پپا کی یاد میں	امۃ الرحیم مدیحہ	۱۰۵
۴۷	حضرت رحمٰن جامی اردو کا ایک......	محسن خان	۱۰۸
۴۸	رپوتاژ	محسن خان	۱۰۹
۴۹	تصاویر		۱۱۲

حضرت عبدالرحمن جامیؒ

حمد باری تعالیٰ

اُدھر اُدھر ہوں کھنچا کھنچا سا جدھر جدھر ہے جمال تیرا
ہے میرے شعروں میں تیرا جلوہ ہے میرے فن میں کمال تیرا
میں تیرا بندہ ہوں میرے مالک عروج ہے لازوال تیرا
ہر ایک تحقیق میں ہے تو ہی جواب تیرا سوال تیرا
اِدھر ہوں بجلی اُدھر ہوں طوفاں، ہے بات سچی کہ ہوں مسلماں
سدا سلامت ہے میرا ایماں، ہے مجھ میں ہر دم جلال تیرا
زمیں بھی تو آسماں بھی تو ہے یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو ہے
مکیں بھی تو ہے مکاں بھی ہے وجود ہے بے مثال تیرا
جو تو نے شاعر مجھے بنایا تو اس کا احساس بھی جگایا
میں تیری تخلیق ہوں خدایا بندۂ خوش خصال تیرا
ہے ذکر تیرا ہی ہر گھڑی میں برستے پانی کی ہر جھڑی میں
محل میں بھی اور جھونپڑی میں ہے ذہن و دل میں خیال تیرا
ہزاروں تکلیفیں سہہ رہا ہے غموں کی دنیا میں رہ رہا ہے
کہ پھر بھی جامیؔ یہ کہہ رہا ہے کبھی نہ ہارا بلال تیرا

مناجات

تو اپنے مہر و کرم سے مجھے نکال نہ دے
مرے خدا مجھے رحمت سے اپنی ٹال نہ دے
گناہ گار ہوں دوزخ میں مجھ کو ڈال نہ دے
مرے کریم سزا میرے حسبِ حال نہ دے
جہاں کے آگے نہ کر مجھ کو اور شرمندہ
بُرا ہوں میں تو بہت تو مری مثال نہ دے
عروج دے مگر اس بات کو بھی رکھ ملحوظ
کہ زندگی میں کبھی پھر مجھے زوال نہ دے
کمالِ فن سے مرے سب کو فائدہ پہنچے
بھلا نہ ہو جو کسی کا تو پھر کمال نہ دے
مرے وجود سے لے کام حُسن کاری کا
ضرر کسی کو بھی پہنچانے کا خیال نہ دے
یہ ماہ و سال تو گزرے صدی صدی کر کے
اب انتظار میں صدیاں دے ماہ و سال نہ دے
کھڑا ہے تیرے کرم کی اُمید میں جامیؔ!
ترے کرم کی قسم اب تو اس کو ٹال نہ دے

محمد مصطفیٰ ﷺ میرے

محبت ہی محبت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
زمانے بھر کی رحمت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
ابھی وا ہے درِ توبہ گنہگارو نہ گھبراؤ
شفاعت ہی شفاعت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
اُجالے میں بدلنے کے لیے دنیا کی تاریکی
چلو شمعِ ہدایت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
شبِ معراج میں کی ہے امامت سارے نبیوں کی
کہ سردارِ رسالت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
میں ہوں کمزور اور مظلوم میرا آسرا یہ ہیں
مرے ایماں کی طاقت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
خود اپنے نور سے پیدا کیا اللہ نے جن کو
وہ حسنِ دینِ فطرت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
زمین و آسماں جن کے اُجالے سے منور ہیں
وہ نورِ علم و حکمت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
جو تھامے آپ کا دامن وہی منزل رسیدہ ہے
شریعت ہیں طریقت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
شریعت ہیں طریقت ہیں حقیقت ہیں رسالت ہیں
بصارت ہیں بصیرت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
سنو اے مفلسو آؤ محمد کی طرف آؤ
زمانے بھر کی دولت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
مجھے رحمٰن جامیؔ فخر ہے اُمت میں ہوں ان کی
مرا ناموس و عزت ہیں محمد مصطفیٰ میرے

احوال و کوائف: عبدالرحمٰن جامیؔ

اصل نام: محمد عبدالرحمٰن جامیؔ

قلمی نام: رحمٰن جامیؔ

تخلص: جامیؔ

ولدیت: علامہ قاری شیخ محمود نقشبندی

تاریخ و سنہ پیدائش: ۸/ اکتوبر ۱۹۳۴ء

مقام پیدائش: محبوب نگر (تلنگانہ)

وطن: رائچور

وطن مالوف: حیدرآباد

ملازمت/پیشہ: ۱) تنگھبدرا پراجکٹ انی کٹ ڈیم
راجولی بنڈرہ رائچور (ایک سال)
۲) آفس منیجر اکاونٹنٹ کوالٹی ڈر
ایرس المعروف بہ ایچ ایم حسین)
سکندرآباد (سات سال)
۳) منیجر دی کمرشیل کیمیکل کمپنی انڈیا
پرائیوٹ لمیٹیڈ (دس سال)
۴) اکاونٹنٹ نیشنل ٹڈیکو حیدرآباد
۵) منیجر فینس میٹل ورکس (بائیس سال)

مصروفیات مشاغل: ۱) شعر گوئی۔ ۲) اصلاح سخن۔
۳) ٹی وی سیریلس۔ ۴) فلمی نغمہ نگاری
۵) کتابوں پر تبصرے۔
۶) تنقیدی مضامین۔ ۷) مختصر کہانیاں
۸) اردو کلاسیس

علمی اداروں سے وابستگی: سرپرست: اقلیم ادب۔ شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد مشیر اعلی ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد انجمن ترقی اردو حیدرآباد۔ اردو مجلس۔ مرکز ادب مکتبہ شاداب ایوانِ شاعری۔ بزم تحقیق۔ ادارہ ذہن جدید۔ بزم رنگ و نور۔ نخلستان

تصانیف کے نام مع سنہ اشاعت: ۱) جام انا (غزلوں کا مجموعہ) ۱۹۹۹ء
۲) قسطاط (مجموعہ اصنافِ سخن) ۲۰۰۱ء
۳) ارغن (اصناف شاعری) ۲۰۰۲ء
۴) سُبو (مجموعہ کلام) ۲۰۰۲ء
۵) میکدہ (شعری مجموعہ) ۲۰۰۳ء
۶) بیخودی (عنفوان شباب کی غزلیں) ۲۰۰۵ء
۷) دوآبہ (عنفوان شباب کی نظمیں) ۲۰۰۵ء
۸) نَے (کلام عہد شباب) ۲۰۰۶ء
۹) خمار (کلام عہد شباب ۲۰۰۶ء
۱۰) نشہ (کلام عہد شباب) ۲۰۰۷ء
۱۱) کیف (کلام عہد شباب) ۲۰۰۸ء
۱۲) سرور (دوبئی کی ۵۲۲/غزلیں ڈھائی ماہ میں) ۲۰۰۹ء
۱۳) محمد مصطفٰے میرے (مجموعہ حمائد و نعوت ۲۰۱۲ء

۱۴) ساقیا (شعری مجموعہ) ۲۰۱۶ء
۱۵) پیر مغاں (شعری مجموعہ) ۲۰۲۰ء
۱۶) جہانِ اطفال (بچوں کے لیے نظمیں)
مرتب: ڈاکٹر عبدالقدوس) دسمبر ۲۰۲۰ء
زیر طبع تصانیف: ۱) یہ جہاں رنگ و بو (سوانح)
۲) قواعد کی شاعری (عروض)
اعزازات وانعامات: ۱) یونٹی آنرا ایوارڈ ۱۹۹۰ء
۲) بسٹ پوئٹ ایوارڈ ۱۹۹۶ء
۳) انعام اول ''جام انا'' ۱۹۹۰ء
۴) انعام اول ''فسطاط'' ۲۰۰۱ء
۵) انعام اول ''ارغن'' ۲۰۰۲ء
۶) انعام اول ''سبو'' ۲۰۰۲ء
۷) انعام اول ''میکدہ'' ۲۰۰۳ء
۸) انعام اول بیخودی ۲۰۰۵ء
۹) انعام ''دوآبہ'' ۲۰۰۵ء
۱۰) انعام اول ''نے'' ۲۰۰۶ء
۱۱) انعام اول ''خمار'' ۲۰۰۶ء
۱۲) انعام اول ''کیف'' ۲۰۰۸ء
۱۳) انعام اول ''سرور'' ۲۰۰۹ء
۱۴) انعام اول ''نشہ'' ۲۰۰۷ء
۱۵) انعام اول ''ساقیا'' ۲۰۱۶ء
۱۶) سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد سے محمد یونس نے ایم فل کی ڈگری مقالہ بعنوان ''رحمٰن جامی شخص اور شاعر'' داخل کر کے حاصل کی (۱۹۹۹ء)
۱۷) مقالہ بعنوان ''رحمٰن جامی کی شاعری میں فنی اور ہیئتی تجربے ایک تنقیدی مطالعہ'' داخل کر کے عائشہ صدیقہ نے سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی (۲۰۰۴ء)
۱۸) رحمٰن جامی نے اردو اکیڈمی آندھرا پردیش کا سب سے بڑا ایوارڈ ''مولانا ابوالکلام آزاد قومی ایوارڈ'' بدست وزیر اعلیٰ اے پی جناب کرن کمار ریڈی حاصل کیا۔
۱۹) کارنامۂ حیات ایوارڈ (اردو اکیڈمی آندھرا پردیش
۲۰) اُردو ''انمول رتن ایوارڈ'' ۲۰۱۸ء بدست وائس چانسلر پروفیسر مظفر علی شہ میری ڈاکٹر عبدالحق اردو یونیورسٹی کرنول آندھرا پردیش سے حاصل کیا۔
۲۱) ''عمدۃ الشعراء ایوارڈ'' (۲۶/ جنوری ۲۰۱۹) منجانب شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد۔
۲۲) ''رحمٰن جامی'' کے نام والا پانچ روپے کا ڈاک ٹکٹ محکمہ ڈاک نے شائع کیا۔
وفات: ۶/ جمادی الآخر ۱۴۴۲ھ۔م ۲۰/ جنوری ۲۰۲۱ء چہارشنبہ
پسماندگان: زوجہ آمنہ رحمٰن جامی۔ دختر امۃ الغفور، حمیرا جامی زوجہ محمد زکریا (حال مقیم دبئی) نواسیاں نبیلہ، مدیحہ

اپنی بات

ہمارا یہ ۲۷ رشارہ جلد چہارم ''حضرت عبدالرحمٰن جامؔی نمبر'' ہے۔ اس شمارے میں مخلصینِ حضرت جامؔی کے تاثرات، تخلیقات اور تحقیقی مضامین شامل ہیں، جسے پڑھ کر حضرت جامؔی کی شخصیت اور ان کے فکروفن کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ حضرت جامؔی کو اردو زبان وادب میں اکیسویں صدی کا بڑا شاعر تسلیم کیا گیا، کیونکہ آپ کے سولہ مجموعہ کلام مطبوعہ اور کئی غیر مطبوعہ مجموعۂ کلام موجود ہیں، جنہیں اہلِ علم ودانش نے قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ کی شاعری میں مجموعہ اصنافِ سخن اور رنگ برنگ کے مختلف فکروفن کا بامقصد جلوہ نظر آتا ہے۔ آپ کے پندرہ مجموعہ کلام ایوارڈ یافتہ ہیں۔ حضرت جامؔی کو مولانا ابوالکلام آزاد'' کارنامۂ حیات ایوارڈ'' تلنگانہ آندھرا پردیش اردو اکیڈمی کی طرف سے عطا کیا گیا، جبکہ اردو انمول رتن ایوارڈ آل انڈیا اردو ماس سوسائٹی فار پیس اور شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد کی جانب سے ''عمدۃ الشعراء'' ایوارڈ دیا گیا اور محکمۂ ڈاک نے آپ کے اعزاز میں آپ کے نام کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔ حضرت جامؔی کئی ادبی انجمنوں کے سرپرست، صدر اور مشیر اعلیٰ تاحیات رہے۔ آپ اپنے علم وفن اور کردار کی وجہ سے صدیوں پسِ مرگ یاد رکھیں جائیں گے۔ ادارہ دعا گو ہے کہ اللہ ان کی مغفرت اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔ پسماندگان، متعلقین، بالخصوص ان کی اہلیہ محترمہ آمنہ جامؔی، دختر امۃ الغفور حمیرا جامؔی، داماد محمد زکریا، نواسی نبیلہ اور مدیحہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ امید قوی ہے کہ حضرت جامؔی کے وارثین ان کی غیر مطبوعہ تخلیقات کو ان شاء اللہ ضرور منظر عام پر لائیں گے۔

حالیہ دنوں میں خودکشی کا جو واقعہ احمد آباد میں پیش آیا، جس نے ہماری قوم کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، اس طرح کا اعادہ نہ ہو، اس وجہ سے اس واقعہ کا پس منظر اور منظر کو سمجھنے کی ضرورت ہے، تاکہ منظم منصوبہ بندی کے ذریعہ ان جیسے واقعات کی روک تھام کی جاسکے۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، جو اللہ کی ذات سے نکلا ہے۔ اللہ کا خود وعدہ ہے کہ ''ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ قرآن مجید شک وشبہہ سے پاک ہے، اس میں شک کرنے والے، یا اس سے کسی آیت کے تعلق سے نکالنے والی بات کرنے والے جاہل اور ملعون ہیں، ان کو دنیا میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں بڑا عذاب پائیں گے۔ ایسے ملعونوں کے بارے میں ادارہ حکومت ہند سے گزارش کرتا ہے کہ انہیں عبرت ناک سزا دی جائے، کیونکہ ایسے لوگ اپنے ملک اور خالق ومالک کے غدار ہیں۔ امتِ مسلمہ کو اس منظرنامے میں خارجی فتنہ ور پلاننگ اور داخلی کمزوریوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

محمد محامد ہلال اعظمی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

ایک دفعہ ایک شخص نے آکر عرض کی کہ مجھ سے گناہ سرزد ہوا، آپؐ حد (سزا) کا حکم دیں، آپؐ چپ رہے اور نماز کا وقت آگیا، نماز کے بعد انہوں نے آکر وہی درخواست کی، آپؐ نے فرمایا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی، بولے ہاں پڑھ لی، ارشاد فرمایا تو خدا نے تمہارا گناہ معاف کردیا۔

ایک دفعہ قبیلہ غامد کی ایک عورت آئی اور اظہار کیا کہ میں نے بدکاری کی، آپؐ نے فرمایا "واپس جاؤ" دوسرے دن پھر آئی اور بولی کہ کیا آپؐ مجھ کو ماعز کی طرح چھوڑ دینا چاہتے ہیں، خدا کی قسم مجھ کو حمل رہ گیا ہے، آپؐ نے فرمایا واپس جاؤ، وہ چلی گئی، تیسرے دن پھر واپس آئی، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بچہ کے پیدا ہونے تک انتظار کرو، جب بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو گود میں لیے ہوئے آئی (یعنی اب زنا کی سزا دینے میں کیا تامل ہے؟) آپؐ نے فرمایا کہ دودھ پینے کی مدت تک انتظار کرو، جب دودھ چھوٹ جائے تب آنا، جب رضاعت کا زمانہ گذر گیا تو پھر حاضر ہوئی، اب آپؐ نے مجبور ہو کر سنگ سار کرنے کا حکم دیا، لوگوں نے اس پر پتھر برسانے شروع کیے، ایک صاحب کا پتھر اس کے چہرہ پر لگا اور خون کی چھینٹیں اڑ کر ان کے چہرہ پر آئیں، انہوں نے اس کو گالی دی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا "زبان روکو، خدا کی قسم اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ جبراً محصول لینے والا بھی اگر یہ توبہ کرتا تو بخش دیا جاتا"۔

ایک دن ایک صاحب نے عرض کی کہ ہم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کے ملک میں رہتے ہیں، کیا ان کے برتنوں میں کھانا کھالیا کریں؟ فرمایا اور برتن ہاتھ آئیں تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ ورنہ ان کو دھو کر کھا سکتے ہو۔

(ایک بار ایک صحابیؓ نے ماہِ رمضان تک کے لیے اپنی بی بی سے ظہار کر لیا لیکن ابھی یہ مدت گذرنے نہ پائی تھی کہ اس سے مقاربت کرلی، پھر لوگوں کو اس واقعہ کی خبر کی اور کہا مجھے رسول ﷺ کی خدمت میں لے چلو، سب نے انکار کردیا، انہوں نے خود آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا، آپؐ نے پہلے تو تعجب ظاہر کیا، پھر ایک غلام کے آزاد کرنے کا حکم دیا انہوں نے ناداری کا عذر کیا تو آپؐ نے متصل دو ماہ تک روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی، انہوں نے کہا یہ سب تو رمضان ہی کی وجہ سے ہوا ہے، اب آپؐ نے ساٹھ مسکینوں پر صدقہ کرنے کو فرمایا، انہوں نے کہا ہم تو خود فاقہ کررہے ہیں، آپؐ نے فرمایا صدقہ کے عامل کے پاس جاؤ وہ تمہیں وسق کھجور دے گا، اس میں سے ساٹھ مسکینوں کو دے دینا اور جو بچے اپنے اہل وعیال پر صرف کرنا، وہ پلٹے تو لوگوں سے کہا کہ تم لوگ متشدد اور بدتدبیر تھے لیکن مجھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں احسن رائے اور آسانی نظر آئی۔)

ایک بار ایک صحابیؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! میں برباد ہوگیا، روزہ میں اپنی بیوی سے ہم بستر ہوا، آپؐ نے فرمایا، ایک غلام آزاد کرسکتے ہو، کہا نہیں، فرمایا دو مہینے تک متصل روزہ رکھ سکتے ہو، کہا نہیں، فرمایا ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا سکتے ہو، کہا اس کی بھی قدرت نہیں، آنحضرت ﷺ نے تامل فرمایا، کچھ دیر نہ گذری تھی کہ ایک شخص نے کھجوروں کی ایک ٹوکری ہدیتاً پیش کی، آپؐ نے فرمایا سائل کہاں گیا، سائل نے کہا یارسول اللہؐ میں یہ ہوں، فرمایا ان کھجوروں کو لے جاؤ اور کسی غریب کو خیرات دے دو، سائل نے عرض کی یارسول اللہ! مدینہ میں مجھ سے زیادہ غریب کون ہوگا، آنحضرت ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا "جاؤ گھر ہی والوں کو کھلا دو"۔

مولانا حبیب الرحمن۔حیدرآباد

نجات کا اٹل قانون

فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (یونس) ”ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کہ ہم تمہاری اس عبادت سے غافل تھے“۔

اور یہی بات سورہ النحل ۸۶ اور مریم ۸۲ میں بھی فرمائی گئی ہے۔سورہ الاحقاف میں فرمایا گیا۔

وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ(۵) وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ(۶) ”اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارتا ہے جو کہ اس کی بگڑی نہیں بنا سکتے اور اُن کی پکار سے حشر تک بالکل بے خبر رہتے ہیں اور حشر کے دن یہ لوگ اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی نذر و نیاز، فاتحہ و درود سے انکار کریں گے“۔

پیر و پیغمبر کی بے اختیاری، بے بسی اور بے چارگی کے متعلق یہ علم دیا گیا وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ (الفاطر) ”اور اس اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گھٹلی پر کے چھلکے کے برابر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے“ اور ثبوت میں یہ فرمایا وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (الفرقان) ”اور خود اپنے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو دوبارہ جلانے کا، تو بھلا موت کے بعد وہ دوسروں کی کیا خاک مدد کر سکتے ہیں“۔

دنیا والوں کی پکار سننے اور ان کی مدد کرنے کے تعلق سے پیر، پیغمبر کے متعلق فرمایا گیا اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ”مردہ ہیں جن میں جان نہیں“ اور وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔ ”وہ نہیں جانتے کہ وہ خود دوبارہ کب اٹھائے جائیں گے“ (النحل) اور یہی بات سورہ النمل ۶۵ میں بھی فرمائی گئی ہے۔

ندائے غیر اللہ

مُردہ و غائب ہستیوں کو چاہے وہ پیر ہوں یا پیغمبر ہوں کو مدد کے لیے پکارنے سے منع کرتے ہوئے منع کرنے کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۔ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (یونس) ”اللہ کو چھوڑ کر کسی کو بھی نہ پکار کیونکہ وہ تجھے نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، اگر تو ایسا کرے گا تو ظالموں میں سے ہوگا“۔

مُردہ و غائب ہستیوں کو پکارنا محض بے دلیل اور کفر ہے جیسا کہ ارشاد ہے وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ. فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ. اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ (المؤمنون) ”جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی

اور معبود کو پکارے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے، اللہ کو چھوڑ کر مدد کرنے کے لیے مردہ اور غائب ہستیوں کو پکارنے والے کافر ہیں جو فلاح نہیں پا سکتے"۔

سورہ الرعد آیت ۱۴ میں فرمایا گیا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ " کافروں کا اللہ کو چھوڑ کر مردہ غائب ہستیوں کو پکارنا قطعی رایگاں ہے"۔

يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنفَعُهُ. ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ (الحج) "یہ اللہ کو چھوڑ کر مردہ غائب ہستیوں کو پکارتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع، مردہ غائب ہستیوں کو بگڑی بنانے کے لیے پکارنا انتہائی درجہ کی گمراہی ہے" وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ (الحج ۶۲) "جس کو بھی اللہ کے سواء پکارتے ہیں وہ قطعی باطل قرار دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا ہدایاتِ الٰہی کے خلاف شیطان نے عقیدت ومحبت کے عنوان سے پیر، پیغمبروں کو پکارنے کی بات سکھائی ہے۔ اس لیے پیر، پیغمبر کو پکارنا دراصل شیطان ہی کو پکارنا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے۔

إِنْ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ إِلَّا إِنَاثًا. وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا (النساء) "یہ لوگ اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر دیویوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو"۔

ہر ایک سر کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ مردے نہ سن سکتے ہیں اور نہ ہی مدد کر سکتے ہیں، بلکہ غسل، کفن، نماز جنازہ، دفن اور دعائے مغفرت میں زندوں کے محتاجِ محض ہوتے ہیں، لیکن شیطان اور اس کے شاگرد زندوں کو مردہ بزرگوں کا محتاج ثابت کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

یاد رکھئے کہ عرس وجاترا، درگاہ دیول، استھان وچھلہ میں ناموں کے سواء کوئی فرق نہیں۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قبور (درگاہوں) سے فیض وبرکت ہونے کا عقیدہ رکھنے والوں پر اللہ لعنت کرتا ہے (حدیث)۔

بنی آدم کو مستحقِ دوزخ بنانے کے لیے شیطان نے ایک بات تو یہ کیا کہ ان کو ناشکرا بنانے کی کوشش کرے گا (اعراف ۱۷) اور دوسرا لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ "میں قسم کھاتا ہوں کہ ان (بنی آدم) کی نظروں میں (ابدی زندگی کے بجائے) دنیا کی زندگی کو خوشنما بنا دوں گا (الحجر ۳۹)۔ اس کے اس فریب سے بچنے کے لیے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا - الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (الکھف) "کہو کیا میں تم کو بتادوں کہ اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہوں گے، (سب سے زیادہ خسارے میں) وہ لوگ ہوں گے جن کی تمام کوششیں (آخرت کے نقصان کی پرواہ کئے بغیر) دنیاوی زندگی کی ضروریات (حسب خواہش) حاصل کرنے میں گم ہو کر رہ گئیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بہت اچھے کام کر رہے ہیں" جیسا کہ حشر کے دن جن وانس کہیں گے قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ (انعام) "جن وانس کہیں گے کہ ہم خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ ہم کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا اور وہ اپنے خلاف خود گواہی دیں گے کہ بے شک ہم (بلاشرکت غیرے تنہا واکیلے اللہ ہی کے رب ہونے کا) انکار کرتے تھے"۔

پروفیسر رحمت یوسف زئی۔ سابق صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف حیدرآباد

آہ رحمٰن جامی

آج مجھے لگتا ہے کہ میں خود سے بچھڑ گیا ہوں ۔میرا ہمزاد اب میرے بدن میں نہیں۔کیا میں اُسے ڈھونڈ سکتا ہوں؟ اقلیمِ ادب کی محفل سونی ہوگئی۔اُس دور کے ساتھیوں میں صرف میں اور معین رازی رہ گئے ہیں اور گھر پر ہی ہیں۔ میری پروردگار سے دعا ہے کہ اُنھیں صحت و عافیت عطافرمائے۔

میرا حافظہ بھی اب جاتا رہا۔پتہ نہیں کب جامی سے میری پہلی ملاقات ہوئی۔شاید ۱۹۶۱ یا ۱۹۶۲ء میں ۔تب ایک مشاعرہ ہوا تھا،شاید اعتبار چوک کی ایک بند گلی میں، وہاں کسی راجہ کی محل نما عمارت تھی۔مشاعرے میں رحمٰن جامی میرے قریب بیٹھے تھے۔اُس زمانے میں مجھ پر پیروڈی کا بھوت سوار تھا،کوئی شاعر شعر سناتا تو میں فوراً اُس کی پیروڈی کر کے جامی کے کان میں سنا دیتا۔جامی بھی اشعار کی پیروڈی کر کے میرے کانوں میں قہقہے اُنڈیل دیتے۔لیکن یہ قہقہے صرف ذہن میں گونجتے،آواز کی شکل میں نہ ہوتے۔ہم جانتے تھے کہ شائستہ قسم کی شعری محفلوں میں قہقہے لگانا معیوب ہے۔لیکن ہمارا مزاج تھوڑا شرارتی سا تھا۔شعر کی داد دیتے ہوئے"مکرّر ارشاد" کا نعرہ لگادیتے اور ہم دونوں" واہ واہ" کہتے ہوئے پیروڈی کے لیے ایک دوسرے کو داد دیتے اور شاعر داد سُن کر سلام کرتا۔کیا دِن تھے وہ بھی۔

ایک بار غالباً اُن ہی دنوں میں میرے ایک بزرگ دوست کاظم علی کاظم نے اعظم پورہ میں مشاعرے کے بارے میں سوچا اور شعراؔ کو بُلانے کی ذمہ داری مجھے سونپی۔ میں نے رحمٰن جامی سے بات کی اور اُنھوں نے وعدہ کرلیا۔اتفاق سے مشاعرے سے پہلے ہی بارش شروع ہوگئی۔قریب میں رہنے والے شعراؔ آچکے تھے۔اچانک دیکھا کہ رحمٰن جامی سائیکل پر چلے آرہے ہیں اور کپڑے کیلے ہوگئے ہیں۔میں نے آگے بڑھ کر اُن کا ہاتھ تھاما اور برآمدے میں اُنھیں ایک کرسی پر بٹھادیا، ایک تولا منگواکر اُن کے کپڑوں اور جسم سے پانی جذب کرتے ہوئے کہا،آپ نے ایسی بارش میں آنے کی زحمت کیوں کی ۔جامی نے کہا" آپ نے مجھے بُلایا تھا اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ ضرور آؤں گا۔میں نے اپنا وعدہ نبھایا"۔یہ تھا رحمٰن جامی کا مزاج،وہ ہمیشہ وعدے کے پابند رہے۔

حیدرآباد میں ایک ادبی تنظیم"مرکزِ ادب" کے نام سے کارکرد تھی۔احباب میں اختلاف کی وجہ سے اُس تنظیم کے ماہانہ جلسے موقوف ہوگئے۔ہم نے سوچا کہ کیوں نہ ایک نئی تنظیم کی بِنا ڈالی جائے۔اُس تنظیم کا نام"اِقلیمِ ادب" رکھا گیا۔ابتدا میں یہ محفلیں ہر ماہ عاصم صاحب کے مکان پر منعقد ہوتی رہیں جن میں عاصم،رحمٰن جامی،غنی نعیم،مصلح الدین سعدی،مضطر مجاز،جمیل شیدائی،حامد مجاز،معین رازی اور میرے علاوہ کئی احباب پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ عاصم صاحب کے انتقال کے بعد رحمٰن جامی اقلیمِ ادب کے

صدر منتخب ہوئے ۔ بعد میں غنی نعیم نے کوشش کر کے انوارالعلوم کالج کے ہال کو استعمال کرنے کی اِجازت حاصل کرلی اور ہر ماہ اجلاس منعقد ہوتے رہے۔ اِن جلسوں کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ کسی منتخبہ مہمان کا انٹرویو بھی لیا جاتا۔ یہ انٹرویو مصلح الدین سعدی لیا کرتے تھے اور حاضرین کو بھی اجازت تھی کہ وہ بھی سوال کرسکتے ہیں۔ اِن اجلاسوں میں ہندوستان بھر کے کئی نامور شعرا، ادیب، افسانہ نِگار، ناقدین اور محققین نے شرکت کی۔ صرف ایک اجلاس باغ عامہ کے مولانا آزاد میموریل ہال میں اُس وقت کیا گیا جب ڈاکٹر جمیل جالی حیدرآباد تشریف لائے تھے ۔ اُن دنوں مصلح الدین سعدی جدہ میں تھے تو یہ انٹرویو میں نے لیا تھا۔

مجھے یاد آتا ہے کہ ایک بار راہی معصوم رضا کسی پروگرام میں شرکت کے لیے حیدرآباد تشریف لائے۔ میں اور جمیل شیدائی نے اُن سے ملاقات کی اور اُنھیں انٹرویو کے لیے مدعو کیا۔ وہ آنے کے لیے راضی ہوگئے ۔ اقلیمِ ادب کا اجلاس اِتوار کو مقرر تھا جس کے دو دِن قبل یعنی جمعے کی صبح راہی معصوم رضا یونیورسٹی آف حیدرآباد کے شعبۂ اردو میں آئے جہاں پروفیسر گیان چند جین صدرِ شعبہ تھے ۔ اُس وقت میں جین صاحب کے دفتر ہی میں بیٹھا تھا اور ڈاکٹر مجاور حسین رضوی بھی موجود تھے۔ راہی صاحب نے جین صاحب کو بتایا کہ اتوار کو اُن کا انٹرویو اقلیمِ ادب میں لیا جانے والا ہے۔ جین صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ ناچ اُٹھی۔ اُنھوں نے میری طرف دیکھا اور راہی صاحب سے کہا ''ذرا سوچ سمجھ کر جانا، یہ لوگ بہت خطرناک ہیں، سولی پر چڑھا دیتے ہیں۔'' دراصل ایک دو سال قبل جین صاحب بھی اقلیمِ ادب کے ایک جلسے میں انٹرویو کے مرحلے سے گزر چکے تھے۔ اُس دور میں اِقلیمِ ادب حیدرآباد کی ایک اہم تنظیم کے طور پر جانی جاتی تھی ۔ یہ محفل آج تک بھی کارکرد ہے لیکن اب اِجلاس کے ہر ماہ کیے جانے کی پابندی نہیں رہی۔

مگر آج بھی بقول اختر شیرانی

وہ باتیں، آہ وہ باتیں، وہ باتیں یاد آتی ہیں

۲۰۱۷ء میں حیدرآباد کی ایک مشہور انجمن ''شامِ غزل'' نے رحمٰن جامی کی غزلوں کا انتخاب کر کے ایک معروف غزل گائک سے گوایا۔ اُس محفل میں رحمٰن جامی کو مدعو کیا گیا تھا اور میں نے جامی پر ایک تعارفی نوٹ لکھا تھا جو یہاں پیش ہے :

''رحمٰن جامی کب پیدا ہوئے، یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب شاید جامی کے پاس بھی نہیں ہے۔ ایک مقالہ نگار نے اُن کی تاریخِ پیدائش ۸ اکتوبر ۱۹۳۴ء لکھی ہے۔ لیکن میری نگرانی میں ایک اسکالر ڈاکٹر عائشہ صدیقہ نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں ۱۹۳۹ء لکھا ہے۔

ضلع رائچور میں ایک دیہات محبوب نگر ہے جہاں رحمٰن جامی پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ محمود نقشبندی تھا جو مشہور عالمِ دین تھے اور فارسی پر بھی مہارت رکھتے تھے۔ اُنھیں فارسی کے مشہور شاعر عبدالرحمٰن جامی سے گہری عقیدت تھی اور وہ اکثر اُن کے اشعار گنگنایا کرتے تھے۔ رحمٰن جامی کی والدہ کا نام عائشہ خاتون تھا اور وہ رائچور میں صدر معلّمہ (ہیڈ مسٹریس) تھیں۔ جب رحمٰن جامی پیدا ہوئے، اُس وقت والد عبدالرحمٰن جامی کے کلام کا مطالعہ کررہے تھے۔ جامی سے عقیدت کی بنا پر ہی اُنھوں نے نومولود کا نام عبدالرحمٰن جامی رکھا۔

جامی کے بڑے بھائی محمد عبدالعلیم والد ہی کی طرح دینی علوم کے ماہر تھے،حافظِ قرآن تھے اور قرأتِ قرآن پر اُنھیں ملکہ حاصل تھا۔اُن کے سینکڑوں شاگردوں نے آج قرأتِ قرآن کے لیے دنیا بھر میں اپنا نام بنا رکھا ہے۔عبدالعلیم صاحب کی ملازمت حیدرآباد کے پوسٹ اینڈ ٹیلی گراف میں تھی اور تعلیم کی غرض سے اُنھوں نے رحمٰن جامی کو حیدرآباد بُلا لیا تھا اور پھر جامی حیدرآباد ہی کے ہوکر رہ گئے۔

رحمٰن جامی کو بچپن ہی سے شاعری کا چسکہ تھا ۔جب وہ چھٹی جماعت کے طالبِ علم تھے،تب اُنھوں نے ایک نظم لکھی تھی جو بہت مقبول ہوئی تھی۔حیدرآباد آنے کے بعد شاعری کا شوق اور بھی مضبوط ہوتا گیا اور حیدرآباد میں منعقد ہونے والے مشاعروں میں شرکت کرکے اپنی شاعری کا سکّہ جمالیا اور وہ مشاعروں کی کامیابی کے ضامن مانے جانے لگے۔

رحمٰن جامی کے سینکڑوں شاگرد ہیں جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں،کوئی سعودی عرب میں،کوئی کینیڈا میں ،کوئی امریکہ میں، برطانیہ میں اور نہ جانے کہاں کہاں اُن کے شاگرد موجود ہیں اور خاص بات یہ ہے کہ ہر شاگرد رحمٰن جامی کی شاگردی میں فخر محسوس کرتا ہے۔"

رحمٰن جامی نے حیدرآباد میں کئی ادبی انجمنوں کی بنیاد رکھی جن میں اِقلیمِ ادب سب سے زیادہ کامیاب رہی جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔اِقلیمِ ادب سے میں ابتدا ہی سے وابستہ رہا ہوں اور اِس سے میری کئی یادیں وابستہ ہیں ۔رحمٰن جامی سے میری دوستی تقریباً ۵۸ سال تک رہی ہے۔ نہ کبھی کوئی اختلاف اور نہ کوئی جھگڑا۔جب بھی میں نے اُن کے کسی مسئلے پر رائے دی،اُنھوں نے بسر وچشم قبول کیا اور مسئلہ سلجھنے کے بعد مجھے اطلاع بھی دی۔بس ایک بار میں نے اُن سے ایک مسئلے کے لیے اُن سے اور کئی دوسرے قریبی دوستوں سے رائے مانگی جن پر مجھے بے حد اعتماد تھا کہ وہ صحیح رائے دیں گے۔جامی نے بھی وہی رائے دی جو میرے تمام دوستوں نے دی تھی لیکن جب فیصلے کا وقت آیا تو میں نے تمام کی رائے رد کرکے وہ فیصلہ لیا جو میں چاہتا تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ مرے فیصلے کے چند برس بعد سبھی دوستوں نے اور خاص کر رحمٰن جامی نے میرے فیصلے کو دِل سے سراہا۔

رحمٰن جامی بنیادی طور پر پروگریسیو تھے۔اُن میں عصری حسّیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔وہ ایک حسّاس شاعر تھے۔کوئی بھی ایسی بات،جو اُن کے احساس کو متحرک کردے،فوراً وہ شعر کی شکل میں پیش کردیتے تھے اور یہ خصوصیت اُن کے تقریباً ہر شعر میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ شعر دیکھیے جو اُن کے احساس کا مظہر ہے:

یہ دنیا ہے یہاں ہم کو یونہی جینا ہے مر مر کے
مگر یہ زندگی پھر بھی بہت ہی خوبصورت ہے

مجھے اُن کے کچھ شعر یاد آرہے ہیں اور اہم بات یہ ہے کہ ہر شعر کے پیچھے ایک کہانی پوشیدہ ہے

اُن کا ایک شاگرد کسی امتحان میں ناکام ہوگیا۔جب جامی کو معلوم ہوا تو اِس شعر کے ذریعے اُسے یوں تسلّی دی :

کامیابی ہی کی اک شکل ہے ناکامی بھی
بچّہ گرتا ہے تو پھر خود ہی کھڑا ہوتا ہے

ایک ملازمت چھوڑنے کے بعد اُنھوں نے یہ شعر کہا تھا:

سر پر سوار تھی اُسے ٹھوکر سے مار کر

دنیا سے انتقام لیا ہے کبھی کبھی

ملازمت چھوڑنے کے بعد وہ کچھ دِن پریشان رہے لیکن جلد ہی دوسری ملازمت مل گئی تو کہتے ہیں:

ہر موجِ بلا ہم کو ڈبونے کے لیے ہے
ہم ڈوب کے ہر بار اُبھرنے کے لیے ہیں

ایک بار کسی شاگرد نے جدیدیت کے بارے میں اپنی پسند کا اظہار کیا تھا۔ رحمٰن جامی نے فی البدیع کہا:

جدّت پہ تم چلو کہ روایات پر چلو
سچّی ہے جو بھی بات ، اُسی بات پر چلو

ایک باراُن کے گھر کچھ لوگ شاید راۓچور یا کہیں اور جگہ سے آئے اور اُن کے گھر میں قیام کیا۔ جامی نے دِل و جاں سے اُن کی خدمت کی۔ رات میں باتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو کچھ آپسی اختلافات کی بات چلی۔ دیکھیے جامی کا جواب کیا تھا:

مہمان بن کے آئے ہو ، کھاؤ ، پیو ، رہو
باتیں یہ اختلاف کی اب میرے گھر میں کیوں

جامی کی اہلیہ نے اُن کی بہت خدمت کی۔ ہر دور میں وہ اُن کے ساتھ رہیں۔ جامی اہلیہ سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں:

تو ہی میرے گھر کی رونق ہے تو سیدھی سادی سی
تو ہی میرے حق میں پیتل، تو ہی سونا چاندی ہے

ایک باراُردو ہال میں کوئی جلسہ تھا۔ میں اور رحمٰن جامی شریک ہوئے۔ وہاں ڈاکٹر اودھیش رانی بھی بیٹھی تھیں۔ جب رحمٰن جامی غزل سنا رہے تھے تو اُس وقت اودھیش کے ہاتھوں میں سویٹر بُننے کی سلائیاں تھیں اور اُن کے ہاتھ بُنائی میں مصروف تھے۔ جامی نے اُنھیں دیکھا اپنی غزل میں برجستہ اِس شعر کا اِضافہ کر کے سنادیا۔ شعر یوں تھا

تجھ سے یکسوئی میں کرنی ہیں ہزاروں باتیں
منتظر ہوں کہ ترا سینا پرونا ہوجائے

اُردو ہال میں قہقہوں کا طوفان اُمڈ پڑا۔ لطف یہ ہے کہ اِس شعر میں یک سوئی کا لفظ ہے اور سوئی کا تعلق سینے پرونے سے ہوتا ہے۔

یہ تو صرف چند مثالیں ہیں۔ غور کریں، تحقیق کریں تو تقریباً ہر شعر کے پیچھے ایک کہانی ضرور دکھائی دے گی۔

ابھی ۸ جنوری ۲۰۲۱ء کو رحمٰن جامی نے مجھے ایک نئی مطبوعہ کتاب ''پیرِ مغاں'' (شعری مجموعہ) روانہ کی تھی۔ اُسے پڑھنے میں کئی دِن گزر گئے۔ اِس کتاب میں میں نے دیکھا کہ رحمٰن جامی نے مجھ پر ایک نظم لکھی ہے جو محبت کا ایک خزانہ ہے۔ یہ ایک فرانسیسی شعری صنف ترائیلے ہے جس میں آٹھ مصرعے ہوتے ہیں اور اُن میں بھی تین مصرعوں کی تکرار ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ اُن کی ایک غزل میں ایک شعر ہے جس کے بارے میں اُنھوں نے لکھا:

''میرے جگری دوست رحمت یوسف زئی کی نذر''

میں سوچ رہا تھا کہ جا کر اُن کا شکریہ ادا کروں لیکن حالات نے موقع نہیں دیا۔ پھر اچانک فون سے اطلاع ملی کہ رحمٰن جامی نہیں رہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا کیا حال ہوا۔ رحمٰن جامی، میرا ابجد گہرا دوست، میرا ہمزاد، اب میں ادھورا ہوگیا ہوں۔ ایسا نہیں ہے کہ جامی نہیں رہے۔ وہ میرے دِل میں بیٹھے ہیں۔ اُن کی محبت میرے ساتھ ہے۔

دیباچوں میں ذکر شبلی کا مطالعہ

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی ندوی (پ:۱۹۴۳ء) سابق رفیق دار المصنفین شبلی اکیڈمی اور ماہنامہ الرشاد کے مدیر مسئول، اردو کے مایہ ناز اہل قلم اور محقق و مصنف ہیں۔ ان کے قلم کے نور سے معارف کے صفحات منور ہیں، نہ جانے کیسے کیسے موضوعات پر انھوں نے داد تحقیق و تصنیف دی ہے۔ ان کے قلم سے جو کتابیں نکلیں انھوں نے اہل علم کو متاثر کیا، تبع تابعین حصہ دوم، علامہ سید سلیمان ندوی شخصیت و خدمات، حقیقت ایمان، یادوں کا چمن، ایمان و یقین کی باتیں اور اسلام کے تابندہ نقوش ان کے قلم کے تابندہ نقوش ہیں۔

دار المصنفین میں نشو و نما اور پھر اس کی رفاقت نے فطری طور پر شبلی و سلیمان کی محبت سے ان کے سینہ کو معمور کر دیا ہے اور ان کی ہر گفتگو شبلی و سلیمان کے ذکر سے معمور رہتی ہے، انھوں نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے جس کے ذکر کا یہاں موقع نہیں، البتہ یہاں ان کے مقدمات کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں انھوں نے علامہ شبلی کا ذکر کیا ہے۔

مولانا عبد الباری ابو علی اثری مرحوم کی کتاب ''علامہ شبلی اور مولانا ابو الکلام آزاد'' کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''علامہ شبلی کے پرتو فیضان سے جو لعل و گہر دنیائے علم و ادب میں کوہ نور بن کر چمکے ان میں مولانا آزاد کا نام بھی نمایاں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۰۵ء تک مولانا آزاد علمی حلقوں میں روشناس نہیں ہو سکے تھے لیکن جب اس سال وہ علامہ شبلی کے دامن تربیت سے وابستہ ہوئے تو الندوہ کے صفحات پر ان کی منتشی عصری صلاحیتوں نے بال و پر نکالے اور پھر وہ نہ صرف اقلیم صحافت کے تاجدار بنے بلکہ ان کے ادبی و علمی کارناموں سے گنبد مینا آج تک پرشور ہے''۔ (علامہ شبلی اور مولانا ابو الکلام آزاد ص۵)

۲۰۰۸ء میں راقم کی کتاب ''متعلقات شبلی'' شائع ہوئی تو اس کے مختصر سے حرف چند میں علامہ شبلی کا ذکر بڑے بلیغ انداز میں کیا اور لکھا ہے

''لاریب اردو زبان و ادب کی طویل جگمگاتی تاریخ میں علامہ شبلی جیسی جامع الکمالات، متنوع الصفات اور ہمہ جہت شخصیت کی نظیر یکسر مفقود ہے۔ وہ بیک وقت ایک عظیم عالم و مفکر بھی تھے، مایہ ناز مورخ و متکلم بھی اور بلند پایہ ادیب و نقاد بھی اور سب سے زیادہ ایک ایسے رعنا اور سدا بہار اسلوب نگارش کے بانی

تھے جس کے تتبع کو ہر اہل قلم تادم حاضر سر بلندی کے ساتھ اپنے مفاخر میں شمار کرتا ہے، بلا شبہہ ان کے جدت اسلوب اور ندرت تحقیق نے محدود خیالات کو وسعت افلاک عطا کی ہے، عاجز کی اس رائے میں شمہ برابر مبالغہ نہیں ہے کہ شبلی کے شاداں و رقصاں اسلوب تحریر اور سخن سنجی کا سایہ بھی کسی پر پڑ جائے تو وہ آسمان ادب کا تارا بن جائے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ شبلی کی فطرت میں جو شاعرانہ تخیل آرائی اور جمال پسندی تھی اس کی صریر خامہ ان کی نثری تحریروں میں صاف سنائی دیتی ہے۔

شبلی کے نقد و نظر کا کمال اور شاعرانہ ذوق کی بہار دیکھنی ہو شعر العجم کا مطالعہ کریں۔ اس منفرد تصنیف نے اردو ادب کی آبرو بڑھائی اور اس کو رشک ثریا عروج عطا کیا۔ اس کتاب کے اسلوب کی شگفتگی اور رعنائی نے پندرہ سو صفحات کے مطالعہ کو ''گلگشت مصلا'' اور ''آب رکنا باد'' بنا کر رکھ دیا ہے''۔ (متعلقات شبلی ص ۷، طبع دوم)

مولوی کلیم صفات اصلاحی کے مضامین کا مجموعہ عرفان شبلی شائع ہوا تو اس کا دیباچہ بھی ڈاکٹر صاحب موصوف نے لکھا اور متعلقات شبلی میں جو باتیں لکھی تھیں اس میں ان کا اعادہ ہو گیا ہے، البتہ اس میں بعض قابل توجہ امور بھی آ گئے ہیں، مثلاً وہ لکھتے ہیں

''عاجز راقم سطور کا بلا خوف تردید ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ شبلی کے فکر و نظر کی غیر معمولی وسعت و آفاقیت، ان کی ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ رفقائے سرسید کی مصاحبت اور ان سے باہمی تبادل افکار کا ثمرہ شیریں تھی۔ حیات شبلی کے مؤلف علام اپنے محسن استاذ سے فرط عقیدت، غایت درجہ شیفتگی اور وفور جذبات میں شبلی و سرسید کے اختلافات کو کچھ متوازن انداز میں پیش نہیں کر سکے، جس کے باعث یاران علی گڑھ کو اس سے فطری ناگواری پیدا ہوئی، مگر یہ تو ایک ثابت حقیقت ہے کہ شبلی جس قافلہ ادب کے ایک رکن تھے اس کے میر کارواں سرسید ہی تھے''۔ (عرفان شبلی ص ۱۱۔۱۲)

مگر ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ واضح نہیں کیا کہ مولانا سید سلیمان ندوی کے غیر متوازن طریقہ کار کے رد عمل میں سید صاحب کے بجائے یاران علی گڑھ نے شبلی کو کیوں ہدف تنقید و تنقیص بنایا اور سید صاحب کو تو ڈاکٹریٹ کی اعزازی سند عطا کی اور شبلی کو سو برس تک یاد بھی نہیں کیا۔ البتہ ان کا یہ خیال درست ہے کہ

''ہاں یہ حقیقت بھی کوئی مخفی بات نہیں ہے کہ شبلی کو سرسید سے بعض مذہبی رجحانات، سماجی روایات اور سیاسی نظریات میں اختلاف رائے تھا، لیکن بایں ہمہ شبلی نے قیام علی گڑھ کے دوران سرسید اور ان کے نامور حلقہ فکر سے جو روشنی جذب کی تھی اس کا انعکاس ان کی شخصیت میں تازندگی قائم رہا اور بلا شائبہ شک وہ اس وقت بھی متنوع حیثیتوں سے رفقائے سرسید میں سب سے بلند قامت شخصیت کے حامل تھے''۔

(ایضاص۱۲)

موازنہ انیس ودبیر کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ

''راقم پوری جرات اندیشہ کے ساتھ موازنہ انیس ودبیر کومختلف جہتوں سے حالی کے مقدمہ شعروشاعری سے افضل اور شعرالعجم کو فنی سے زیادہ ایک ادبی شاہکار قرار دیتا ہے، جس کا ہر صفحہ دستہ گل اور ہر سطر بوئے گل کے مانند دیدہ ودل کو فرحت وانبساط عطا کرتی ہے''۔ (ایضا ص۱۲)

ڈاکٹر صاحب موصوف پہلے نقاد ہیں جنھوں نے موازنہ کو حالی کے مقدمہ شعروشاعری سے افضل قرار دیا ہے، مجھے نہیں یقین ہے کہ ان کے اس نظریہ کو تسلیم کیا جائے گا۔اس لئے کہ موازنہ یک موضوعی وفنی مطالعہ ہے جب کہ مقدمہ کا دائرہ بہت وسیع تناظر رکھتا ہے۔البتہ ڈاکٹر صاحب کے اس خیال میں کس کو اعتراض ہوسکتا ہے کہ

''لاریب اردو کی پوری ادبی تاریخ میں شبلی کو یہ شرف انفرادیت بھی حاصل ہے کہ ان کی ہر تخلیق میں (خواہ شعری ہو یا نثری) حمیت اسلامی اور غیرت ملی کی لہریں موجزن ملتی ہیں۔ چنانچہ ان کے قلم سے تراوش ناموران اسلام کی سوانح عمریاں، ملت اسلامیہ کی عظمت پارینہ کی داستانیں بھی ہیں اور اس کی بیداری کے لئے صور اسرافیل بھی''۔(ایضا)

علامہ شبلی کے اسلوب نگارش کی خوبصورتی اور اس کے وقار، اور اس کی اہمیت کا اعتراف علی العموم کیا جاتا ہے، ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی صاحب نے بھی اس کی تحسین فرمائی ہے مگر جس ادبی انداز اور خوبصورت لب ولہجہ میں بیان کی ہے اس کی مثال سارے ذخیرہ شبلیات میں شاید ہی مل سکے گی، وہ لکھتے ہیں:

''شبلی کے تاج کمال کا ایک بیش قیمت موتی ان کا بے مثل طرز تحریر بھی ہے جو ان کے علمی وادبی ورثہ میں اہم ترین اہمیت کا حامل ہے، ماقبل شبلی جدید اردو نثر کے ارتقا میں نثر نگاران عہد کی خدمات مسلم سہی لیکن شبلی نے اپنی جدت وجودت پسندی سے اردو اسلوب ادا کو اوج ثریا عطا کیا ہے۔ عاجز راقم کے نزدیک اس اسلوب کا مثل روز روشن امتیاز یہ ہے کہ اس میں شبلی نے اپنے عہد تک کے تمام اسالیب بیان کا عطر کشید کر کے اپنا ایک انفرادی رنگ ایجاد کیا ہے، جس میں رعنائی خیال بھی ہے اور شگفتگی بیان بھی، افکار کا رس بھی ہے اور خون جگر کی چاشنی بھی، جوئے آب کی روانی بھی ہے اور انفاس کی حدت بھی۔ اس کی مثال میں صرف ایک ظہور قدسی کا شہ پارہ پڑھیں، واللہ یوں لگتا ہے شبلی نے تروتازہ پھولوں کے دامن پر شبنم کے موتی ٹانک دیئے ہوں، بلا شبہہ یہ طرز تحریر دار المصنفین اور دبستان شبلی کے دیگر ادیبوں کے قلمی نقوش کی ایک پہچان بن چکا ہے''۔ (ایضاص۱۲۔۱۳)

صلاح الدین نیر۔ حیدرآباد

کھرا انسان۔ سچا دوست۔ بہترین شاعر: عبدالرحمٰن جاؔمی

ہر انسان کی زندگی میں کچھ ایسے لمحے آتے ہیں جو خوشگوار روابط و تعلقات کے باوجود بھی موقتی فاصلوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ یوں بھی ہوتا ہے کہ زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ سارے فاصلے سمٹ کر رہ جاتے ہیں۔ یہی بات میرے اور عبدالرحمٰن جاؔمی ک درمیان ہوئی۔

جب کسی انسان سے نئی نئی ملاقات ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے کچھ زیادہ وقت نہیں لگتا، لیکن ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ برسوں ساتھ رہنے کے باوجود بھی ایک دوسرے کو سمجھنے کا عرفان حاصل نہیں ہوتا۔ بعض لوگ پہلی ہی ملاقات میں سمجھ میں آجاتے ہیں اور بعض لوگوں کو سمجھنے کے لیے ایک عمر گزرنی پڑتی ہے۔ مگر انسان کو اپنی زندگی کے اولین سفر کے دوران اس بات کا احساس ہو کہ اپنے مدمقابل اپنے ہی قبیلہ کا آدمی ہے تو ایک پُرسکون اطمینان حاصل ہوتا جاتا ہے۔ جاؔمی کا تعلق بھی ایسے ہی ایک قبیلہ سے ہے جس کے تیور، تلوار کی تیز دھار اور جس کی گفتگو پُرخلوص لب ولہجہ کی بے ساختگی اور والہانہ پن کی ضمانت دیتے ہیں اور جن لوگوں کی زندگی آئینہ کی طرح صاف وشفا ہوتی ہے۔ اُن کی زندگی کسی غیرمری مرحلہ پر یہ ممکن ہے کہ دھوکہ کھا جائے، لیکن دھوکہ دے نہیں سکتی۔ اس قبیل کے سچے دوست اور سچے آدمی کم یاب ہوتے جارہے ہیں، لیکن عبدالرحمٰن جاؔمی کا وجود طمانیت کا باعث ہے۔

عبدالرحمٰن جاؔمی سے میری دوستی کی اساس شعروادب کے اُن روز وشب سے تعلق رکھتی ہے جس میں تخلیق کار اپنی معنوی اولاد کو بہترین سے بہترین شکل وصورت میں دیکھنے کا متمنی رہتا ہے۔

اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں ہر نیا شاعر اپنی شخصیت کے خدوخال میں رنگ بھرنے، سنوارنے، بنانے اور نکھارنے میں مصروف رہتا ہے۔ اس کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی خداداد صلاحیت سے اپنے فن کا پُراثر انداز میں مظاہرہ کرے (جبکہ ہم دونوں کی شاعری کا عنفوانِ شباب تھا)۔

کچھ شاعر دوست جہاں عبدالرحمٰن جامی کو کہنہ مشق شاعر، ماہرعلم وعروض صاحبِ اسلوب ادیب، بالغ نظر نقاد اور بے باک مقرر سمجھتے ہیں وہیں کچھ شاعر دوست ایسے بھی ملیں گے جو جامی کی انسان دوستی، اصول پسندی اور ادب نوازی کو بھی عزیز رکھتے ہیں۔ ہر انسان میں جہاں مختلف قسم کی خوبیاں ہوتی ہیں وہیں اس میں کچھ خامیاں بھی ہوتی ہیں لیکن مجھے روابط کے اِس طویل سفر میں عبدالرحمٰن جامی کی صرف خوبیوں سے ہی واسطہ رہا۔ جامی کی بلانوشی ایک طویل عرصہ تک اُن کی خامیوں کا لبادہ اوڑھے اُن کی شخصیت کو مسموم کرتی رہی۔ شراب نوشی محفلِ شعروادب اور معاشرہ کے کچھ قابلِ احترام حصوں کو بھی متاثر کیا تھا لیکن آخر کب تک؟ ہر چیز بالآخر اپنی اصلیت کی طرف لوٹتی ہے۔ چنانچہ اللہ کا ایسا کرم ہوا کہ جامی کی دنیا ہی بدل گئی۔ پھر وہ

دین ودنیا کی تمام راحتوں اور لذتوں سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ ترکِ مئے نوشی نے جامیؔ کے طرزِ حیات کو قابل احترام بنادیا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں نے جامیؔ کو ان کے ہر روپ میں پسند کیا ہے۔ ہر وہ انسان جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو مجھے اچھا لگتا ہے اور جب کوئی ساتھی میرے اُصول کی کسوٹی پر اُترتا ہے تو میں دوستی کے ہر مرحلہ پر اُس کا استقبال کرتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ جامیؔ سے میری ملاقات کی بنیاد مشاعروں کی معرفت سے ہوئی۔ مجھے یہ بات پسند نہیں تھی کہ اپنے قبیلہ کا ایک اچھا آدمی جام و مینا سے اِس حد تک دوستی کرے گا کہ آگہی اور بے خودی کا فرق ہی مٹ جائے۔ اُن دنوں جامیؔ کے دوست واحباب اُن سے گفتگو کرتے ہوئے کتراتے تھے۔ مجھے افسوس ہوتا تھا کہ میرے شہر کا ایک بہترین شاعر اپنی مقبولیت کھوتا جارہا ہے۔ وہ عبدالرحمٰن جامیؔ جس کی رومانی نظمیں ہر سطح کے صاحبِ ذوق خواتین وحضرات کو متاثر کرتی رہی ہوں۔ وہ جامیؔ جس کا کلام ہندوپاک کے ہر معیاری رسالے میں چھپتا ہو۔ وہ جامیؔ جس کو اپنی ابتدائی شاعری کے اولین مراحل پر ہی مقبولیت کا اعزاز حاصل ہوا ہو۔ جب معاشرے سے کٹتا جارہا تھا تو مجھے دُکھ ہوتا تھا۔ جامیؔ کا جام و مینا سے رشتہ ٹوٹتے ہی گویا ان کی حیات طویل ہوگئی۔ میری یہ خواہش ہوتی تھی کہ جامیؔ حیدرآباد کے کُل ہند مشاعروں میں کلام سُناتے رہیں۔ جامیؔ ادبی ٹرسٹ اور شنکر جی مشاعروں میں کلام سناتے ہوئے اپنی ذی وقار شاعرانہ حیثیت کے ساتھ اپنے منصب پر فائز ہیں۔

دورِ حاضر کے ممتاز اساتذۂ سخن میں عبدالرحمٰن جامیؔ کا بھی ایک منفرد مقام ہے۔ اِن کے شاگردوں میں ایک طویل فہرست ہے لیکن اُن میں ''قدیر انصاری، اُن پڑھ بھونگیری، اور نسیم اعجاز نسیم'' زیادہ نمایاں ہیں۔ جامیؔ کو ہر صنفِ سخن میں شعر کہنے کا ملکہ حاصل ہے۔ شعری ادب میں جدت طرازی کے ساتھ نئے نئے تجربات کرتے رہنے کے عادی ہیں لیکن وہ اپنی بنیادی شاعرانہ روش سے انحراف نہیں کرتے۔ یعنی غزل کے علاوہ پابند نظم کو دلی کیفیات، تجربات، مشاہدات اور تخیلات کے اظہار کا ذریعہ بناتے ہیں۔ جامیؔ بنیادی طور پر ایک ایسے شاعر ہیں جو کلاسیکی اقدار کا احترام کرتے ہیں۔ ترقی پسندانہ خیالات کو عملی جامہ پہناتے ہوئے عصری آگہی کے ترجمان بھی ہیں۔ ان کی شاعری میں جیتی جاگتی، چلتی پھرتی زندگی کی وہ تمام دھڑکنیں ملتی ہیں جو حیاتِ جاوداں کی طرح فرحت افزا ہے۔ موضوعاتی شاعری میں جامیؔ اپنی آپ مثال ہیں۔ مختلف موضوعات پر انہوں نے بے شمار نظمیں کہی ہیں۔ ہر موضوع پر اولین تاثر قبول کرنے والے شاعروں میں جامیؔ کچھ زیادہ ہی رواں دواں ہیں۔

عبدالرحمٰن جامیؔ کی مشاعروں میں آمد یہ احساس دلاتی ہے کہ ایک قدآور شاعر موجود ہے۔ شعر سنانے کا انداز فاتحانہ رہتا ہے۔ طرزِ تخاطب پُر اثر ہونے کے علاوہ مخاطب کو مزید گفتگو جاری رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ جامیؔ ایک کھُلے دل و دماغ کے مالک ہیں، جو بھی ان سے ملتا ہے وہ ان کا ہی ہوکر رہ جاتا ہے۔ جامیؔ جس محفل میں بھی رہتے ہیں، شعراء کے علاوہ شرکائے محفل بھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ جامیؔ محفل میں موجود ہیں۔ ان کی نشست و برخواست، اندازِ گفتگو، بار بار مسکرادینا کبھی دھیمے لہجے میں اور کبھی اونچی آواز میں مصروفِ تکلم رہنا اور کوئی غیر معمولی بات دورانِ گفتگو وقوع پذیر ہو تو بڑھ کر مصافحہ کرنا، اس کے علاوہ بھی

بہت کچھ جامیؔ کی شخصیت کے پہلو ہیں جن کا بے ساختہ اظہار ہوتا رہتا ہے۔ جامیؔ کی زندگی میں وہ غیر مرئی ساعتیں جوان کی زندگی کا حاصل ہیں، اپنی تنہائی میں صبح کی پہلی کرنوں کی طرح ان کی شخصیت کو سنوارنے میں مصروف ہیں۔

دوسال قبل جامیؔ کا پہلا مجموعۂ کلام ''جام انا'' شائع ہوا ہے، جس کی ادبی حلقوں میں کافی پذیرائی ہوئی۔ جامیؔ کے غیر مطبوعہ سرمایۂ سخن کو اگر کتابی شکل دی جائے تو بہ آسانی یک وقت ۱۷/۱۸ مجموعے شائع ہوسکتے ہیں

جامیؔ وعدہ کے پابند اُصول کے پاسدار، روابط کے استحکام اور مراسم رمز شناس ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جذباتی انسان بھی ہیں۔ کوئی بات اگر مرضی کے خلاف ہو تو وہ آگ ہوجاتے ہیں جب سنجیدہ ہوجاتے ہیں تو ان کی طبیعت موم بن جاتی ہے، پھر ان کی نرم گفتاری فاصلوں کو گھٹانے کی ترغیب دیتی ہے۔

عبدالرحمٰن جامیؔ ہمارے شہر کے اُن اہم شاعروں میں سے ایک ہیں جن کا نام شعروادب کے حلقوں میں ہر دور میں توقیر کی نگاہ سے پڑھا جائے گا۔

شاہ نواز ہاشمی۔حیدرآباد

حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کی رحلت پر

روح جسم خاک سے فردوس کو رخصت ہوئی
کلمۂ حق لب پہ تھا جب آپ کی رحلت ہوئی
ایک اک پل زندگی کا اس کی خاطر وقف تھا
اس طرح اُردو زباں کی آپ سے خدمت ہوئی
کس طرح جینا ہے خود جی کر بتایا آپ نے
مشعلِ راہ ہدایت آپ کی سیرت ہوئی
حضرتِ جامیؔ کو کیسے بھول پائے گا جہاں
جن کے نغموں کی جہاں میں چار سوشہرت ہوئی
اُن کے فن کی خوبیاں کیسے گنائیں اہلِ فن
جن کے فن سے عالمِ تنقید کو حیرت ہوئی
سارے شاگردانِ جامیؔ ان کے غم میں ہیں نڈھال
جن کی نسبت سے انہیں حاصل بڑی عزت ہوئی
ہاشمیؔ اب کون غزلوں کو سنوارے گا مری
ناز تھا جس پر بہت ہستی وہی رخصت ہوئی

حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ پروفیسر انور معظم کے ساتھ محو گفتگو اور ڈاکٹر مختار احمد فردین

مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی۔حیدرآباد

فکروفن اور محبت کا عظیم شاعر حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ

سنِ شعور ہی سے لفظ جامیؔ ذہن میں متعارف تھا، صرف اتنا کہ جامیؔ کسی عظیم شخصیت کا نام ہے۔ مدرسہ کی ابتدائی وانتہائی تعلیم تک کچھ یہ تعارف آگے نہ بڑھ سکا۔ جب اردو زبان وادب کی دنیا میں آیا تو سب سے پہلے جس زبان سے یہ نام سنا یعنی حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ۔ وہ میرے استاد محترم پروفیسر مظفرعلی شہ میری اور ڈاکٹر عرشیہ جبین ہیں۔ بیک زبان ہوکر دونوں نے کہا کہ جامی صاحب اچھے شاعر اور فنکار ہیں، استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ پتہ پوچھ کر جامی صاحب کے دراقدس پر پہنچ ہی گیا۔ دیکھتے ہی حضرت نے کھڑے ہوکر استقبال کیا، اور معانقہ کیا، گرج دار آواز میں کہا کہ میڈم مہمان کے لیے چائے! پھر کہا بیٹا بولو کیا کام ہے۔ آپ اپنا تعارف کرائیں۔ میں نے آدھا نام بتایا تو کہا کہ آپ اپنا پورا نام بتائیں تو میں نے کہا کہ میرا نام محمد محامد ہلال ہے۔ وطن مالوف اعظم گڑھ ہے، اس وجہ سے اعظمی لکھتا ہوں۔ الحمدللہ حافظ، قاری، عالم، فاضل، کامل، ایم اے عربی، ایم اے اردو، کی سند حاصل کر چکا ہوں اور اس وقت یونیورسٹی آف حیدرآباد میں ایم فل کا طالب علم ہوں۔ میرے نگراں کار پروفیسر مظفرعلی شہ میری ہیں اور میرے مقالے کا عنوان ''مولانا شبلی نعمانی کی اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ'' ہے۔ میں بول رہا تھا اور آپ کھلکھلا کر ہنس رہے تھے اور دیکھ رہے تھے۔ کہنے لگے شہ میری قابل استاد ہیں اور آپ کے مقالے کا عنوان بہت اچھا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی کو میں پسند کرتا ہوں اور ان کی معرکتہ الآراء تصنیف ''الفاروق'' کا میں نے بارہا مطالعہ کیا ہے۔ اپنے دو مجموعے کا نام فسطاط اور ارغن اسی کتاب سے مستعار ہے۔

یونیورسٹی آف حیدرآباد میں ریسرچ اسکالروں کی بین جامعاتی اردو لٹریچری فارم کے نام سے تنظیم قائم ہوئی۔ اس تنظیم میں یونیورسٹی آف حیدرآباد، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد، افلو یونیورسٹی حیدرآباد اور جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کے ریسرچ اسکالر ممبران تھے۔ راقم الحروف کو اس تنظیم کا صدر بنایا گیا۔ تمام اراکین نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک مشاعرہ اردو ہال حمایت نگر میں منعقد کیا جائے۔ اساتذہ اسٹیج پر ہوں اور اسکالر خود ساختہ کلام پیش کریں۔ اس کے لیے چند ناموں کی فہرست تیار کی گئی۔ مشاعرے کی صدارت کے لیے حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کا نام نامی رکھا گیا۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے پروفیسر مظفرعلی شہ میری، پروفیسر خالد سعید، مضطر مجاز، ڈاکٹر طیب پاشا قادری وغیرہ نے شرکت کی۔ تقریباً تین گھنٹے تک اسکالروں نے کلام سنایا۔ اس پروگرام میں حضرت جامیؔ کی تعمیری کیفیت کو محسوس کیا گیا۔ انہوں نے تمام نوخیز شاعروں کی حوصلہ افزائی کی اور آخر میں کوئی شعر نہیں پڑھا بلکہ یہ فرمایا کہ آپ لوگوں کے لیے میرے گھر کا دروازہ الحرا ہمیشہ کھلا رہے گا۔ جب چاہیں فن کی باریکیوں کے ساتھ اصلاح لے سکتے ہیں۔ غنیمت سمجھ کر اس زریں موقع سے اسکالروں نے بھرپور استفادہ کیا، شہر کی تقریباً تمام یونیورسٹیوں کے باذوق اسکالر حضرت جامی کے پاس آنے جانے لگے اور اسی کی برکت سے آفتاب عرشی

یونیورسٹی آف حیدرآباد، عرش الدین رہبر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی وغیرہ صاحب کتاب ہوگئے اور اس رہنمائی میں راقم الحروف نے پُل کا کام کیا اسی اثنا میں حضرت کی صدارت میں مولانا نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں کل ہند کامیاب مشاعرہ ہوا جس کے نقش آج بھی یونیورسٹی کے طلبہ اور طالبات کے اذہان پر ثبت ہیں اور اس کے علاوہ شہر کے مختلف جگہوں پر مشاعرہ کی نشستیں ہوئیں، جس میں مجھے حضرت کا ڈرائیور بننے کا شرف حاصل ہوا اور ان سفروں میں حضرت سے بھرپور استفادہ کیا اور دونوں نے دوستوں کی طرح باتیں کیں، اکثر فارسی کا شعر کہا کرتے تھے۔ ایک مصرعہ کا ترجمہ کرتے اور کہتے کہ راستہ وہی اختیار کیا جائے جو متعارف ہو چاہے دور استہ اور پھر کہتے دوسرے مصرعہ کا ترجمہ آپ کریں تو میں ہنس دیتا اور آپ مسکرانے لگتے، میں کہتا کہ مجھے اس کا مفہوم معلوم مگر جو (.) ڈاٹ میں مزا ہے اس کا کیا پوچھنا؟ کیونکہ دوسرے مصرع میں لفظ حور آیا ہے۔ حضرت جھٹ ناراض ہوجاتے مگر معقول عذر بتانے پر جھٹ معاف کردیتے اور راضی ہوجاتے۔ حضرت کا دل بہت ہی صاف اور نرم تھا۔

حضرت جامؔی کے پاس جب بھی کوئی جاتا تو آپ اپنی تازہ کتاب اور اپنے شاگردوں کی چھپی ہوئی کتاب اپنی خوب صورت دستخط اور بشاشت کے ساتھ ہدیہ پیش کرتے اور بہت خوش ہوتے اور راقم الحروف کے پاس ایک درجن سے زائد کتابیں آپ کی دستخط کی ہوئی دفتر میں شبلی حیدرآباد میں موجود ہیں۔ اللہ رب العزت آپ کو اس کے بدلے میں بہترین صلہ عطا فرمائے آمین۔

راقم الحروف کی جب پہلی کتاب ''مولانا شبلی کی اردو شاعری کا تنقیدی مطالعہ'' چھپ کر آئی اور یونیورسٹی آف حیدرآباد سے ناچیز کو گولڈ میڈل ملا، اس کا مژدہ سنانے کے لیے حضرت کے پاس پہنچا تو حضرت بہت خوش ہوئے۔ کتاب کو مسکراتے ہوئے دیکھتے کہتے جاتے تھے اچھی چھپی ہے اور اچھی ہے، مجھے اور نسخے چاہئے جو میں اپنے عزیزوں کو تحفے میں دوں گا خدا کا شکر ہے کہ ناچیز نے ان کی خواہش کی تکمیل کی۔

راقم الحروف کی ڈاکٹریٹ کی تکمیل کی خبر (جو کہ یکم اکتوبر ۲۰۱۶ء ہے) اخباروں میں چھپی تو سب سے پہلے حضرت ہی کا فون آیا اور بہت دیر تک گفتگو کی، مبارکبادی کے ساتھ علمی پھول نچھاور کئے۔ خداوند قدوس جزائے خیر دے آمین۔ بعدہ وعدہ مٹھائی یا دعوت پر گفتگو کا اختتام ہوا۔ اسی ماہِ اکتوبر ۲۰۱۶ء میں شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ کا رجسٹریشن ہوا جس کا خاکہ تقریباً ایک سال قبل بن چکا تھا۔ ٹرسٹیوں میں ڈاکٹر عبدالقدوس، ڈاکٹر محمد رفیق قاسمی، ڈاکٹر حمران احمد معروفی، ڈاکٹر سراج احمد انصاری، ڈاکٹر غوثیہ بانو، مولانا مساعد ہلال احیائی، مولوی محمد وقار حسامی نے بالاتفاق پروفیسر اشتیاق احمد ظلی، پروفیسر مظفر علی شہ میری، استاد الاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامؔی کو ٹرسٹ ہٰذا کا اجازت کے ساتھ سرپرست منتخب کیا۔ ٹرسٹ کا باقاعدہ مشاورتی اجلاس دفتر شبلی میں حضرت عبدالرحمٰن جامؔی کی سرپرستی میں ہوا۔ حضرت نے ہمارے عزائم کی حوصلہ افزائی کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ ظہرانے کے بعد بندہ ناچیز کی مرتب کردہ کتاب ''مقالاتِ احیائی'' کی رسم اجراء بھی انجام دی گئی اور ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کا مشورہ اسی مجلس میں ہوا۔ حکومت ہند کی منظوری کے بعد مارچ ۲۰۱۸ء میں ماہنامہ صدائے شبلی کا ڈاکٹر عبدالحق اردو یونیورسٹی کرنول آندھراپردیش میں حضرت

جامیؔ ہی کی سرپرستی میں استاد محترم وائس چانسلر پروفیسر مظفرعلی شہ میری کے ہاتھوں ہوا اور اس یادگار موقع پر آل انڈیا اردو ماس سوسائٹی فار پیس بتعاون شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد کی جانب سے حضرت جامیؔ کو "اردو انمول رتن ایوارڈ" سے نوازا گیا۔ صدر آل اردو ماس سوسائٹی فار پیس ڈاکٹر مختار احمد فردین نے کہا کہ حضرت جامیؔ کی شخصیت اس کی صدی کی اعلیٰ شخصیت ہے جو انمول اور مثالی ہے۔

حضرت جامیؔ نے شبلی ٹرسٹ کے تحت ہونے والے نیشنل انٹرنیشنل سیمینار "اردو شاعری میں ذاتِ مصطفیٰ وصفاتِ مجتبیٰ"، ایک شام شبلی کے نام، گاندھی جی اردو ادباء اور شعراء کی نظر میں، ہفت لسانی یعنی اردو، عربی، ہندی، فارسی، انگریزی، تیلگو، تامل نثری زبان وادب میں ذاتِ رسول وصفاتِ رسولؐ وغیرہ کی سرپرستی کی اور مفید مشوروں سے نوازا۔ جزاک اللہ احسن الجزاء

۲۶ر جنوری ۲۰۲۰ء کو دفتر شبلی پرانی حویلی حیدرآباد میں آئین ہند کی اہمیت وافادیت پر ٹرسٹ کی جانب سے مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس پروگرام کی بھی سرپرستی حضرت جامیؔ ہی فرمارہے تھے۔ اس یادگار موقع پر جسٹس ای اسماعیل کے ہاتھوں حضرت جامیؔ کی شعری خدمات پر ٹرسٹ کی طرف عمدۃ الشعراء کا ایوارڈ دیا گیا۔ حضرت جامیؔ ٹرسٹ کے دامے درمے، سخنے تاحیات معاون رہے۔ دنیا کے ناگفتہ بہ حالات میں بھی کہ جب لوگ کرونا وائرس سے افراتفری کے ماحول میں تھے تب بھی حضرت جامیؔ برابر ٹیلی فون سے رابطہ میں تھے اور برابر یہ کہا کرتے تھے کہ بیٹا رسالہ کا کام جاری رکھنا اور ماہنامہ صدائے شبلی کے شائع ہونے کی خبر پڑھ کر خوش ہوتے اور فون پر حوصلہ افزائی کرتے۔ دودور جن سے زائد کا پیاں حضرت جامیؔ کے توسط سے لوگوں تک بلاعوض پہنچی اور آپ کا اصرار تھا کہ بیٹا پوسٹل حاصل کرلو۔ بھیجنے میں کم خرچ آئے گا۔ ان شاء اللہ آپ کی اس خواہش کو جلد ہی پورا کرلیا جائے گا۔ کیونکہ اس کی کاروائی جاری ہے۔ حسب معمول نماز فجر کے بعد واکنگ کرتے ہوئے چار مینار کے دامن ہی میں پہنچا تھا کہ احساس ہوا کہ کسی کی کال آرہی ہے۔ ٹھیک نمرہ کیفی کے پاس فون اٹھایا بھرائی ہوئی آواز میں صوفی خیرالدین صاحب کہہ رہے تھے کہ کچھ معلوم ہے تو میں نے کہا نہیں کہا حضرت نہیں رہے، ان کی آواز بند ہوگئی میں سکتہ میں آگیا اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا، فضا نظروں میں گردش کرنے لگی اور حضرت کی سراپا مجسم شخصیت سامنے آگئی۔ رفیق محترم ڈاکٹر عبدالقدوس کو خبر کی اور سوشل میڈیا کے تمام ذرائع پر اس افسوسناک خبر کو اپلوڈ کردیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب آگئے اور ہم دونوں ملنے کے لیے نہیں بلکہ تعزیت اور دیدار کے لیے حضرت کے مکان پر پہنچے۔ دیدار کے بعد یہ محسوس ہوا کہ حضرت سورہے ہیں او رسوتے سوتے مسکراتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ بیٹھ جایئے۔ سبھی حاضرین مجسم غم بنے ہوئے تھے اور کئی نامور ہستیاں پرسہ دینے کے لیے آجارہی تھیں۔ نماز جنازہ اور تدفین کے مراحل کے لیے مشورہ ہورہا تھا ظہر اور عصر کی بات چل رہی تھی۔ عصر کا وقت چھوٹی مسجد (قطب شاہی) مرادنگر مقرر رہا۔ راقم الحروف عصر سے کچھ دیر قبل حضرت کے مکان کے باہر گلی کے سامنے حضرت کے جنازے کا منتظر تھا۔ سفید پوشوں اور داڑھی، ٹوپی والے، جنہیں حضرت اپنی عمر کے آخری دور ہے میں بہت پسند کرتے تھے۔ جنازہ کے ڈولے کو لے کر باہر نکلے نم آنکھیں آنسو نہیں غم کا سمندر بہارہی تھیں۔ لپک کر کاندھا دیا اور دل نے گواہی دی کہ یہ کسی شاعر اعظم کا جنازہ نہیں بلکہ کسی عظیم عالم اور اولیاء اللہ کا جنازہ

ہے۔ باوقار متانت اور مشیت الٰہی راضی بہ رضا کے ساتھ جنازہ قطب شاہی مسجد (چھوٹی مسجد) مراد نگر پہنچا، مسجد کھچا کھچ اہل علم ودانش اور حضرت جامیؔ کے چاہنے والوں سے بھری ہوئی تھی۔ نماز عصر کے بعد ڈاکٹر قاری محمد نصیر الدین منشاوی نے اعلان فرمایا کہ حاضرین میں کئی عظیم شخصیتیں موجود ہیں لیکن حضرت جامیؔ بھائی کی وصیت کے مطابق آپ کے نواسے حافظ عبداللہ محمود جنازہ پڑھائیں گے۔ بعدہ مفتی صادق محی الدین فہیم صاحب نے دعا فرمائی حاضرین باری باری جامیؔ کے منور متشرع چہرے کے دیدار سے مشرف ہوئے اور زبانِ حال وقال سے دعا کر رہے تھے کہ اللہ حضرت جامی کی مغفرت اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔

تدفین کے لیے حضرت جامیؔ کی خواہش کے مطابق جنازہ مسجد عالمگیری شانتی نگر کے قبرستان میں لایا گیا، اسی قبرستان میں حضرت جامی کے بڑے بھائی مشہور قاری عبدالعلیم صاحب اور دیگر عزیز واقارب کی قبریں ہیں۔ حضرت جامی کو انہیں کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ راقم الحروف ان امور کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ جب قبر مکمل طور پر تیار ہوگئی مغرب کے لیے مؤذن نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی اور حاضرین نے حضرت جامی کے لیے قبلہ منھ ہوکر دعا کا ہاتھ اٹھایا۔ مشہور عالم دین مولانا احمد عبید الرحمٰن اطہر ندوی دامت برکاتہم نے دعائیہ فریضہ کی تکمیل کی۔ اللہ رب العزت حضرت کی مغفرت اور ان کی سیات کو حسنات سے مبدل، جنت الفردوس عطا فرما۔ پسماندگان متعلقین شاگردان بالخصوص ان کی زوجہ محترم آمنہ جامی دختر امۃ الغفور حمیرا جامی داماد ذکریا جامی نواسی نبیلہ مدیحہ کو صبر جمیل دے آمین۔

حضرت کا اصل نام محمد عبدالرحمٰن جامی، قلمی نام رحمٰن جامی، تخلص جامی ہے۔ آپ کی ولادت ۸/اکتوبر ۱۹۳۶ء کو محبوب نگر تلنگانہ میں ہوئی آپ کے والد علامہ قاری شیخ محمود نقشبندی تھے تعلیمی فراغت کے بعد آپ نے مختلف جگہوں پر ملازمت کی اور باوقار طرح سے اپنے فرائض کو انجام دیا۔ آپ ابتدائی دور ہی سے شعر وسخن کے دلدادہ تھے ان کی یہ صلاحیت خداداد تھی۔ آپ کے کلام سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ شاعر وہبی ہیں اور ان کی دلچسپی نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا ان کی حیات ہی میں سولہ مجموعہ کلام شائع ہوچکے ہیں جس کے چیدہ چیدہ جز ملک اور بیرون ملک کے اخبار ورسائل میں شائع ہوچکے ہیں، جس کو اہل علم ودانش نے خوب سراہا اور استفادہ کیا۔ جام انا، فسطاط، ارغن، سبو، میکدہ، بیخودی، دو آبہ، نے، خمار، نشہ، کیف سرور، محمد مصطفیٰ میرے، ساقیا، پیر مغاں، جہانِ اطفال (بچوں کے لیے نظمیں) مرتب ڈاکٹر عبدالقدوس) آپ کے مجموعات کے نام ہیں۔ بقول حضرت جامی کے غیر مطبوعہ کلام کی تعداد زیادہ ہے۔ ان شاء اللہ دختر امۃ الغفور حمیرا جامی اور ہم شاگردانِ جامی منظر عام پر لانے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ حضرت جامی کی شاعری میں تقریبا قدیم وجدید کے تمام شعری اصناف موجود ہیں جس سے حضرت جامی کی قادر الکلامی اور دسترس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور بعض صنف کے حضرت جامی خود ہی موجد ہیں۔ آپ کے اکثر مجموعہ کلام حمد سے شروع ہوتے ہیں، کیونکہ آپ کو احساس ہے کہ نباتات کی نمودیت جمادات کی جمودیت حیوانات کی حسیت خدا کی قدرت اور صنعت کا پتہ دیتی ہے، آپ کی حمد میں اللہ کی عظمت اور اس کے احسان کا نمایاں پہلو نظر آتا ہے۔ جیسے کہ وہ ایک حمد میں کہتے ہیں ؎

اُدھر ہوں اُدھر ہوں کھنچا کھنچا سا جدھر جدھر ہے جمال تیرا

ہے میرے شعروں میں تیرا جلوہ ہے میرے فن میں کمال تیرا

مناجات آپ کی شاعری میں پائی جاتی ہے۔

حضرت جامی اپنی مناجات کے تعلق سے لکھتے ہیں:

''مناجات کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ سے بندے کا مانگنا اور مانگنے کا عام وخاص رواج یعنی کہ اللہ سے بندہ کہتا ہے ''دے''۔ لیکن اس مناجات میں شاعر نے اختراع یہ کی ہے کہ اس نے منظم انداز اپناتے ہوئے ''دے'' کو ''نہ دے'' سے بدل دیا اور نہ دے کہہ کر اللہ سے وہ سب کچھ مانگ لیا جو مقصود تھا'' (ایضاً، ص:۴۲)

مناجات کے دوشعر ملاحظہ فرمائیں ۔

عروج دے مگر اس بات کو بھی رکھ ملحوظ
کہ زندگی میں کبھی پھر مجھے زوال نہ دے
کمالِ فن سے مرے سب کو فائدہ پہنچے
بھلا نہ ہو جو کسی کا تو پھر کمال نہ دے

حضرت کی مناجات کو خداوند قدوس نے قبول فرمائی۔ چنانچہ ان کا کلام پس مرگ بھی عروج پر ہے کیونکہ ان کی فکروفن آفاقی ہے اور ان کے کمالِ فن سے ادبا وشعراء مستفید ہو رہے ہیں۔

حضرت جامی کی شاعری میں نعتیہ شاعری کا محبت میں ڈوبا ہوا خاصا حصہ موجود ہے جس میں انہوں نے مقام نبیؐ کو مقام نبی رہنے دیا۔ ورنہ بہت سے شعراء اس راہ میں پھسلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چند نعتیہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

محبت ہی محبت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
زمانے بھر کی رحمت ہیں محمد مصطفیٰ میرے
مجھے رحمٰن جامی فخر ہے امت میں ہوں ان کی
مرا ناموس وعزت ہیں محمد مصطفیٰ میرے

میں جب بھی دیکھتا ہوں آئینہ بس مسکراتا ہوں
میں جب بھی مسکراتا ہوں مدینہ یاد آتا ہے

جامی صاحب کے ہم نشینوں کا راقم الحروف کا تجربہ ہے کہ آپ کا بیشتر حصہ مسکرانے میں گزرتا تھا۔

حضرت جامی کی شاعری میں منقبتیں پائی جاتی ہے بالخصوص نواسہ رسول کی کئی منقبتیں ہیں جس میں واقعات کربلا کی تاریخی عظمت اور پیغام حق سنائی دیتا ہے۔ دوشعر ملاحظہ فرمائیں ۔

انصاف و حق کی منزلِ دشوار کے لیے
سالارِ کارواں ہے نواسہ رسولؐ کا
لکھی ہے اپنے خون سے صداقت کی داستاں
تقدیرِ دوجہاں ہے نواسہ رسولؐ کا

آپ کی شاعری میں مرثیہ بھی موجود ہے ''میرے بھتیجے محمود کی یاد میں جس کی جوانمردگی ہم سب کو بے حال کردیا۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

بھیا بھابی ہیں آج تک گم صم
غم سے دونوں ہیں ناتواں محمود
لے رہے ہو چچا چچی کا بھی
صبروہمت کا امتحاں محمود
ہر زباں پر تمہارا چرچا ہے
محوِ مدحت ہے ہر زباں محمود
اب ہمارا بھی موت کی جانب
بڑھتا جاتا ہے کارواں محمود

حضرت جامی کی صحبت ومعیت میں رہ کر راقم الحروف کا یہ احساس رہا کہ آپ ہر ایک کے غم میں دلی غمگین ہوجاتے اور اسی طرح ہر ایک کی خوشی میں خوش ہوجاتے

اس وجہ سے انہوں نے اپنے متعلقین ،محبین کے لیے قصیدے اور بعض کی شادی خانہ آبادی کے موقع پر سہرا اور تہنیتی نظمیں بھی لکھیں ہیں۔ جیسے سینئر رفیق ڈاکٹر طیب خرادی کے عقد مسعود کے موقع تہنیتی نظم لکھی ہے جو مسکرانے اور خوشیوں کو دوبالا کرتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

اپنے طیب ریشماں ہیں اپنے طیب ریشماں
زندگی کی داستاں ہیں اپنے طیب ریشماں
گدگدی طیب کو تھی اور ریشماں ہنسنے لگی
جسم دو ہیں ایک جاں ہیں طیب ریشماں
اس لیے میں نے لکھی رحمٰن جامی تہنیت
حامل اردو زباں ہیں اپنے طیب ریشماں

حضرت جامی کی شاعری کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے صنف غزل میں سموئی ہوئی ہے یا یوں کہا جائے کہ ان کی شاعری کا بیشتر حصہ صنف غزل پر مشتمل ہے جس میں دوغزلہ، سہ غزلہ، چوغزلہ، ایک غزل دواوزان جیسی صنفی صفات پائی جاتی ہیں۔

حضرت جامی نے اپنے احساسات ، تجربات، مشاہدات، سوانحات کو تخیل کی تخم ریزی سے تغزل کے ساتھ صنف غزل میں ڈھال دیا ہے۔ ان کی تقریباً ہر غزل میں ادب برائے ادب یا ادب برائے زندگی پائی جاتی ہے۔ حالؔی اگر شاعری میں مطالعہ کائنات، تفحص الفاظ اور سادگی یا شبلی نے تخیل محاکات کو شاعری کا جزلاینفک قرار دیا ہے، ان دونوں طرح کے خیالات جامی کی غزلیہ شاعری میں موجود ہیں۔ غزل کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ۔

نازک مزاج لوگوں کو اس کی خبر نہیں
ہاتھوں میں رنگ بھر کے حنا قتل ہوگئی

جامؔی اب اپنے شعروسخن سے جہان میں
اک انقلاب لانا ہے کوشش تو کیجئے

وقت دریا ہے گزر جانے دو اس کو جامی
میں سمندر ہوں مروت کا ٹھہر جاؤں گا

میرے وجود میں ہے ہیں کمالاتِ نیک و بد
تہذیب و تجربات کا اک دَور مجھ میں ہے

غیر مردف غزلیں بھی پائی جاتی ہیں جیسے کہتے ہیں ۔

خامُشی بو ل اٹھی، راہزن کون تھا
رہنما، رہنما، رہنما، رہنما

دوغزلہ کی مثالیں ۔

عشق ناداں پہ چوٹ کرتی ہے
حسن کی راز دار ہے دنیا
کارواں میں ہوں اور میرے پیچھے
ایک مُشتِ غبار ہے دنیا

سہ غزلہ کی مثالیں ۔

آج مجرم ہے جرم پر نازاں
لُطف یہ ہے کہ منصفی چُپ ہے
آپ سے زندگی میں ہے ہلچل
آپ چُپ ہیں تو زندگی چُپ ہے

چوغزلہ کی مثال۔

میں ترے ہاتھ کی تحریر رہا ہوں برسوں

تیری قسمت تری تقدیر رہا ہوں برسوں

تمام تر مطلعوں پر مشتمل غزل کی مثال ۔

عظمت زندگی ہے غم جامی

غم بناتا ہے محترم جامی

کتنی طاقت ہے اس قلم میں نہ پوچھو

ایک تلوار ہے قلم جامی

ہندی غزل غیر مردف غزل کی مثال ۔

نین کٹورے کس ساگر سے جا کر پانی لائے

دکھ کے بادل جب بھی اُمڈے ڈھل ڈھل نیر بہائے

حضرت جامی کی غزلیہ شاعری میں بقول پروفیسر رحمت یوسف زئی کے:

''پورا جمال وجلال موجود ہے''۔ جیسا کہ مثالوں میں بھی فکر وفن کا احساس ہوتا ہے۔

حضرت جامی کی شاعری میں غزل سے کچھ کم نظموں کا حصہ ہے، جو کئی ہیئتوں پر مشتمل ہے۔ جیسے پابند نظم، آزاد نظم، معرا نظم، نثری نظم۔ جن کے عنوانات حضرت جامی کی شخصیت کو متعارف کراتے ہیں فردا کے موڑ پر، قانون ہے، معطل دستور پارہ پارہ، باز پرس، وحشت ہی سہی، انکشاف، اجنبی خط، خواب وحقیقت، سوچ کا پرندہ، فیصلہ، آزمائش، فرعون مصر، اندھیروں کا زوال وغیرہ جیسے داخلی اور خارجی احساسات کے عنوانات پر مشتمل ہیں۔

حضرت جامی کی شاعری میں سرسی چھند اور گیت بھی ہے۔ ایک سرسی چھند ملاحظہ فرمائیں ۔

شہروں میں بھی مل جاتا ہے لوگوں کو بن باس

کسی کسی کو ہی آتی ہے یہاں محبت راس

اور قومی گیت کا بھی ایک بند ملاحظہ فرمائیں ۔

مسلم بھی ہندو بھی ہم

الفت کی خوشبو بھی ہم

خوشیوں میں جو ناچ اٹھیں

وہ جھوم گھنگھرو بھی ہم

چاہت میں لافانی ہیں

ہم سب ہندوستانی ہیں

حضرت جامی کی شاعری میں تین مصرعوں والی نظم ثلاثی بھی پائی جاتی ہے۔ ایک ثلاثی ملاحظہ فرمائیں ۔

چھپایا تھا جسے تم نے جتن سے

زمانہ اس سے واقف ہو گیا ہے

محبت بھی کہیں چھپتی ہے آخر

حضرت جامی کی زبان پر امجد حیدر آبادی کا نام کثرت سے آتا تھا اور بارہا امجد کی مسبب والی رباعی ضرب المثل کی طرح پڑھتے تھے۔ آپ کی شاعری کے ذخیرے میں بھی رباعیات پائی جاتی ہیں۔ ایک رباعی ملاحظہ فرمائیں، جس میں جامی صاحب کی فکر چھن کر نکلتی ہے ۔

تھی جذبوں کی برسات تو کہنا ہی پڑا

کرنی ہی پڑی بات تو کہنا ہی پڑا

خاموش تو ہر وقت نہیں رہ سکتے

پوچھے گئے حالات تو کہنا ہی پڑا

حضرت کی شاعری میں قطعات بھی ہیں۔ ایک قطعہ ملاحظہ فرمائیں ۔

دوستوں سے تو سدا دادِ وفا لیتے ہیں

ہم مخالف کو بھی گرویدہ بنا لیتے ہیں

ہم سے دیکھا ہی نہیں جاتا کبھی ظلم وستم
ہم تو دشمن کو بھی آفت سے بچا لیتے ہیں

مُسدسہ کی بھی صنف آپ کی شاعری میں موجود ہے جو مختلف عنوانات کے تحت ہے"وفا کا رستہ" کے عنوان کی نظم مسدسہ ملاحظہ فرمائیں ۔

اتنا آسان نہیں ہے یہ وفا کا رستہ
ہے بہت ٹیڑھا جو کہلاتا ہے سیدھا رستہ
دنیا والے بھی یہی بات کریں گے مجھ سے
کونسا جھوٹا ہے اور کونسا سچا رستہ
کارواں چاہئے منزل کے لیے اے جامیؔ
مجھ سے کٹتا نہیں چلتے ہوئے تنہا رستہ

حضرت جامی نے مُجرا بھی لکھا ہے۔ایک بند ملاحظہ فرمائیں ۔

خود غرض کی اس بستی میں
انسان اور خدا بکتے ہیں
بکتے ہیں مجبور تو لیکن
دولت مند ہوا بکتے ہیں
یہاں بکتے ہیں دیکھو زمیں آسماں
آپ کیا کیا خریدیں گے اے مہرباں

آپ کی شاعری میں اینٹی لوری اور مرقعے بھی ہے، جامی لکھتے ہیں:

"مرقع ۲۷ ماتراؤں پر مشتمل نئی صنف سخن ہے جو ایجاد بندہ ہے"۔(فسطاط،ص:۱۴۵)

اُردو
بھاگ متی کے نام سے
جامی رکھی قطب نے
فرخندہ بنیاد
شہروں میں سب سے حسین
ہے حیدرآباد
اردو زندہ باد

آپ کی شاعری میں شناخت،فلم نامہ، ماہیے، اردو دوہے،سانیٹ،ترائیلے اور ہائیکو جیسی جدید اصناف بھی ملتی ہے۔ایک ماہیہ میں کچھ اس طرح کہتے ہیں ۔

سوتے کو جگانا ہے
کون ہو تم کیا ہو
احساس دلانا ہے

دوہے کا نام لیا جاتا ہے تو کبیر داس کا نام ذہن میں گردش کرنے لگتا ہے۔حضرت جامی کے دوہے بھی پیغام اور نصیحت کا درجہ رکھتے ہیں۔جیسے وہ کہتے ہیں ۔

پھر دنیا سے کھا گئی÷آج حقیقت مات
پھر ظالم جھٹلا گئے÷سیدھی سچی بات

آپ اپنی ایک سانیٹ میں حیدرآباد کے تعلق سے کہتے ہیں ۔

حیدرآباد ہے چمن میرا
حیدرآباد میری جنت ہے
حیدرآباد میری راحت ہے
حیدرآباد ہے وطن میرا

مغرب صنف ترائیلے میں شرق کی زبان اردو ہندوستان میں اس حالِ زار پر کچھ اس طرح گویا ہیں۔

یہاں سے ہے وہاں تک قصرِ اردو
مگر اب اِس کو ڈھایا جا رہا ہے
حقیقت رو رہی ہے خوں کے آنسو

یہاں سے ہے وہاں تک قصرِ اردو
ابھی اترا نہیں ہے اس کا جادو
نیا فتنہ جگایا جارہا ہے
یہاں سے ہے وہاں تک قصرِ اردو
مگر اب اس کو ڈھایا جارہا ہے

حضرت جامی کی شاعری میں صنف ہائیکو سے بھی آپ کا تعارف ملتا ہے۔وہ کہتے ہیں ۔

نئے نئے خیال میں سنو
ہے شاعری مری تمہارے واسطے مگر
جواب ہے سوال ہیں سنو

مذکورہ بالا شعری اصناف کی مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت جامی آمد اور آورد کے شاعر ہیں اور ان میں اُپج غضب کی ہے۔ان کی شاعری میں حسن ادا، حسن الفاظ، حسن خیالی موجود ہے جو قاری کو واہ اور آہ کرنے پر مجبور کردے گا۔کیونکہ حضرت جامی نے اپنی فکری لال اگلنے کی خاطر خون جگر صرف کیا ہے جس میں قومیت، محبت، مذہبیت، سیاست اور وقتیہ موضوعات کا رنگ برنگ کا گلدستہ کھلتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔آپ کے ہر شعر کی روح ایک نمایاں فکر نظر آتی ہے تو وہیں آپ کے اشعار کے جسم پر تشبیہ، استعارہ، صنائع، بدائع وغیرہ کی چادر تنی ہوئی دکھائی دیتی ہے ۔ پروفیسر رحمت یوسف زئی آپ کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رحمٰن جامی جس کے رگ وپے میں شاعری رواں دواں ہے، احساسِ جمالی، ندرت خیالی، شدتِ جذبات، اور قدرتِ اظہار سے متصف رحمٰن جامی کے اندرون سے جب شعر کا لاوا اُبلتا ہے، تو سنگلاخ زمینیں موم ہوجاتی ہیں"۔(ارغن،ص،۸)

ڈاکٹر مسعود جعفری۔حیدرآباد

عہد آفریں شاعر

اداس کر گیا جامؔی سخن کی دنیا کو
سلام کردیا کعبہ کو اور کلیسا کو
غزل کی نوک پلک کون اب سدھارے گا
کہاں تلاش کریں آج اس مسیحا کو

تجھے عبور تھا نظموں پہ اور غزلوں پر
تو نکتہ چینیاں کرنے لگا تھا محلوں پر
انہیں سنوار کے رستہ پہ لارہا تھا بہت
توجہ دینے لگا تھا جدید نسلوں پر

شاہ نواز ہاشمی۔حیدرآباد

آہ حضرت عبدالرحمٰن جامؔی

دنیا سے ایک عظیم سخنور چلا گیا
یعنی سخنوروں کا سکندر چلا گیا
جامؔی تھا جس کا نام وہ رہبر چلا گیا
بحرِ سخن کا تھا جو شناور چلا گیا
آواز اس کی گویا تھی آوازِ انقلاب
سوئے ہوئے دلوں کو جگا کر چلا گیا
کہتے تھے جس کو حضرت جامؔی جہان میں
ہم کو یتیم کرکے وہ دلبر چلا گیا
کس کو سناؤں ہاشمؔی کیا حال ہے مرا
داغِ فراق مجھ کو وہ دے کر چلا گیا

ڈاکٹر محی الدین حبیبی۔حیدرآباد

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۲۰؍جنوری کی صبح آفتاب اُفق پر نمایاں تو ہوا لیکن اسی دن صبح صبح شعری دنیا کی سحر نہ ہوئی کیونکہ دکن کا ''آفتابِ سخن'' یعنی عبدالرحمٰن جامیؔ ڈوب چکا تھا۔شعرستان تاریکی میں غرق ہو چکا تھا۔چمن سخن ویراں ہوگیا کہ اب اس کا دیدور ہی نہ رہا جو گلاب کی پنکھڑیوں پر رقص کرتے ہوئے شبنم کے قطروں کو گہر بانے آبدار کہتا تھا جو کلی کے پھول بننے کے مرحلوں سے واقف تھا۔وہ افسردہ اور ناشگفتہ غنچوں کے اشارات وکنایات کے فہم سے بھی آگاہ تھا۔ وہ بادصبا کے گلوں سے چھونے کے عمل سے فضائیں بکھرنے والی خوشبو کے راز کو بھی جانتا تھا۔ جامی صاحب زندگی کے دشت بلا میں صداقت کو بھی رواج دینے کوفن سے بھی بڑی واقفیت رکھتے تھے۔جس معاشرہ میں سماعتوں پر کوئی دھیان نہ دے اور بصارتوں کو کچھ نظر نہ آئے جامی وہاں اپنی آواز بلند کرتے تھے اور بصیرتوں کو بصارتوں تک لے کر جانا انہیں خوب آتا تھا۔وہ چشم خوں بستہ کو چشم بہاراں بنانے کا فن اپنی مخصوص شعری وصف کے حوالے سے پیش کرتے تھے۔

کاش!یہ آفتاب نہ ڈوبتا اور گردش ایام مروت کرتی!!لیکن قضاء وقدر کے فیصلوں کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ یہ حکم الٰہی کے منشاء ہی سے ہوتا ہے اور اسی حکم کی بناء پر حضرت جامی اصل اور اصول سے وابستہ ہوگئے۔اسی لیے انگریزی میں ایک مشہور مقولہ ہے "Life is Uncertain But Death is certain" لیکن حضرت جامیؔ بھی بڑی شان سے اس بارگاہ میں گئے۔

اس شان سے ہم آئے تیری بارگاہ میں
مشعل دکھائی برق تجلی نے راہ میں

جب تک وہ زندہ رہے،اس اعتماد سے جیا کیے کہ زندگی کو ان کی ضرورت ہے،ایسا احساس ہی کسی بڑے انسان کا مقصد حیات ہوتا ہے اور جامی صاحب کا شمار ان ہی میں ہوتا ہے۔ایسا نہیں تھا کہ ان کی راہوں میں گلاب بچھے ہوئے تھے۔انہوں نے بھی صحراء نوردی کی آبلہ پائی سے بھی گزرے۔راہ میں بڑی کانچ کی کرچیوں سے پاؤں لہولہان بھی ہوئے۔ مگر ان کی طبیعی استقامت اور خود کو پانے کی جستجو اور دشتِ امکاں کو ایک نقش پا خیال کرنا ان کی قوتِ عمل کو تیز کرنے کا موجب بنی رہی۔ حالات کی ناسازگاری اور ناہمواری نے ہمیشہ دم پرواز ان کے بال وپر کو توانائی بخشی،ان کی اولوالعزمی،عالی ہمتی،بلند نگاہی، جہد مسلسل اور ثابت قدمی ہر ایک کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

جہاں تک ان کی شاعرانہ کمالات کا معاملہ ہے یہ کہنا مشکل ہے کہ شاعری میں یہ تمام شاعر ہیں یا تغزل ونظم کے شاعر!! کیونکہ ہمیں ان کی شاعری میں یہ تمام رنگ وڈھنگ ملتے ہیں۔اس سے پہلے کہ ان کے اشعار پر کچھ لکھا جائے،ان کے مزاج کے بارے میں کچھ بتاتا چلوں۔ ایک مرتبہ نجی ملاقات میں،میں نے ان سے کہا کہ آپ کا

مل المحاسن ہیں تو فوری فرمایا کہ میں جیبی صاحب میں ہوں تو کامل مگر کامل العیوب ہوں اور یہ شعر پڑھ دیا ۔

میرے وجود میں ہیں کمالات نیک وبد
تہذیب و تجربات کا ایک دور مجھ میں ہے

یہی ان کی انکساری کا وصف تھا جو سب کا دل موہ لیتا تھا۔ شاعر مختلف تجربات ومشاہدات سے گزرتا ہے تو شاعری میں معنی آفرینی اور عصری حسیت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ کہتے ہیں ۔

پھول پھینکیے کہ میری راہ میں پتھر پھینکیے
جس کو جو پھینکنا ہے سوچ سمجھ کر پھینکیے

حضرت جامی کی شاعری علامہ اقبال کی شعری نظریہ سے ہم آہنگ کہی جاسکتی ہے۔ کیونکہ علامہ اقبال کہتے ہیں ۔

یہ کون غزل خواں ہے، پرسوز ونشاط انگیز
اندیشہ ٔ دانا، کو کرتا ہے جنوں آمیز

جامؔی صاحب نے اپنے تغزل فکر کے شوخ اجالے بھی بخشے ہیں، جب ہی تو ہر لفظ کی تاثیر محسوس کی جاسکتی ہے جو معنی آفرینی کی تنویر سے شعر کو منور کردیتی ہے۔ کہتے ہیں ۔

لہر اٹھے گی تو یہ عکس بھی چھن جائے گا
ہر سکوں جھیل میں اب نہ کوئی کنکر پھینکیے

اس مختصر سے مضمون میں ان کے بارے میں لکھنا مشکل ہے ۔

سفینہ چاہئے اس......بیکراں کے لیے

ایسا منکسر المزاج، دلبر، غم گسار اور آگاہ معرفت شاعر شاید ہی دکن سے اٹھا ہو، جس نے اپنی شاعری کو ایک عہد ساز شعری کیفیات کا مجموعہ بنادیا۔ان کے اخلاق کریمانہ اور شعری ہنرمندی اور عارفانہ فکر کو پیش کرنا ایک مشکل امر ہے۔ بہرحال ہمارے درمیان سے ایک عہد ساز شاعر چپکے سے چلا گیا نہ کوئی آہٹ، نہ کوئی صدائے سوز اور نہ کوئی صورت سرمدی......البتہ اپنے پیچھے سینکڑوں شاگردوں کو چھوڑا ہے جو خوش بخت ہیں کہ وہ حضرت جامؔی سے فیض یاب ہوئے۔ یقین ہے کہ ان کے شاگردان کے فکرونظر اور فلسفۂ حیات کو اپنے لیے رہنما ورہبر بنائیں گے۔ ان کے شاید ۱۵ مجموعہ کلام شائع ہوچکے ہیں۔ جن میں ''پیرمغاں'' بہت خاص ہے اور یہاں معرفت وتصوف کی چاشنی ملتی ہے۔ انہوں نے اپنے شعری گلستاں کو اپنے ہی لہو سے سینچا تھا اور ہر روش میں ایک دیدۂ دل، غم ذات اور غم کائنات کو نکھارا تھا۔ اس خلاء کو پر کرنا مشکل ہے، ان ہی کے شعر پر بات ختم کرتا ہوں ۔

بندگی جب سے آگئی جامؔی
عبدالرحمٰن ہوگیا ہوں

یوسف روشؔ۔حیدرآباد

تعزیتی قطعہ

منزل ہر ایک شخص کی منزل ہے آخرت
دُنیا کو خیر باد کہا اور چل دیئے
کرتے ہیں مغفرت کی دُعا صدق دل سے ہم
رحمٰن جامؔی آج ہی واصل بحق ہوئے

کشور سلطانہ۔حیدرآباد

میرے استاد: عبدالرحمٰن جامی

آ گہی دی ہے بے خودی دے دے
چیز اب میرے کام کی دے دے
بے طلب بے شمار جامی کو
جو ہے دینا تجھے وہی دے دے

نہ جانے کس بےخودی اور سرشاری کے عالم میں رحمٰن جامی نے یہ شعر کہے تھے کہ اُن کی شاعری میں کائنات کا تمام حُسن اور رنگ سمٹ آیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں جو دینا تھا وہ بھی دیا ہے اور جو انہوں نے مانگا تھا وہ بھی عطا فرمایا ہے۔ ایسی خوش نصیبی ایسی ہی خوش نصیب ہستی کو نصیب ہوتی ہے۔ ماشاءاللہ

شاعری آپ کے رگ وپے رواں دواں ہے دوڑ رہی ہے جو آپ کے گہرے مطالعے، مشاہدے، تجربے، فکری تجزیئے اور فنی آگہی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ ان کی آواز ایک باشعور فنکار، حساس شاعر اور دردمند انسان کے دل کی آواز ہے جو دل کے تاروں کو چھیڑتی ہے، نغمے بکھیرتی ہے، سہانے بھی، پرسوز بھی۔ ان کے ہاں شعریت ومعنویت ہے، احساسِ جمال، ندرتِ خیال کے ساتھ شدّتِ جذبات اور احساس کے اظہار وبیان کی غیر معمولی قدرت، سبھی کچھ موجود ہے۔ جس نے اُن کی فن کی خوبصورتی میں بڑا انوکھا، دلکش، دلفریب اضافہ کیا ہے۔ یہاں ہمیں ہر رنگ، ہر ادا ملے گی۔ ہر ذوق، ہر مزاج کے قاری کی تسکین کا پورا پورا سامان ہوگا۔ حمد، نعت، غزل، نظم، قطعات، دوہے، ماہیے سبھی اصنافِ سخن میں بھرپور اعتماد اور خلوص رچا ہوا ہے۔ پہلے مجموعے ''جام انا'' سے لے کر ''سرور'' دبئی کی ۵۳۰ر غزلیں ''محمد مصطفیٰؐ میرے'' اور ''ساقیا'' جیسی بیش بہا تخلیقات تک ہر مجموعہ کلام قابل تحسین، منفرد اور مقبول ہے۔ آپ کا شمار مانے ہوئے مستند شاعر کے طور پر ہی نہیں بلکہ اساتذۂ کرام میں ہوتا ہے۔

آپ کے شاگرد ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ جہاں جہاں اُردو بولی جاتی ہے وہاں موجود ہیں اور یہ تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے۔ دور دراز ملکوں میں رہنے کے باوجود آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور آپ اردو کی بقاء، ترقی اور اشاعت کے لیے دل وجان سے تیار۔ الحرا کے دروازے اپنی باہیں پھیلائے آپ کے منتظر رہتے ہیں اور عبدالرحمٰن جامی اپنے مخصوص انداز میں کہتے ہوئے ملیں گے۔ آیئے۔ آیئے تشریف لایئے اور پھر خلوص اور محبتوں کے رشتوں کی خوشبو فضا کو معطر کرتی رہے گی۔ خاص بات یہ ہے کہ ان شاگردوں میں ہر قسم کے حضرات وخواتین اور بزرگ ونوجوان بھی شامل ہیں۔ ٹیلیفون پر بھی مشوروں اور تصحیح کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ شعر سنتے ہی تصحیح ہوجاتی ہے۔ ڈاک سے روانہ کردہ کلام کی تصحیح بھی اسی وقت کرکے لفافہ پوسٹ کرنے کے لیے کہتے ہیں۔ بیٹا۔ یہ پوسٹ کردینا''۔ گلی کے موڑ پر نصب لیٹر بکس بطور خاص آپ کے لیے ہی

لگوایا گیا تھا۔ چنانچہ آپ کی شخصی ڈاک علاقے کا پوسٹ مین بڑے احترام سے سلام کرکے آپ کے ٹیبل پر رکھتا ہے۔ بہر حال شاگردوں کا ایک تانتا سا بندھا رہتا ہے اور عبدالرحمٰن جامیؔ خوشدلی سے ہر ایک کی ہمت افزائی کرتے ہیں۔

آپ کے تقریباً ہر شعری مجموعے کو انعام اول سے نوازا گیا ہے۔ خصوصاً ''سُر ور'' جس کے لیے ڈھائی مہینے میں پانچ سوبیس (۵۲۰) غزلیں لکھ کر عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے۔ اس کارہائے نمایاں کے لیے اردو اکیڈمی آندھرا پردیش نے انہیں مبارکباد پیش کرتے ہوئے، اس کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے۔ یہ واقعی ایک بڑا اعزاز ہے۔ قابل تحسین، قابل فخر کا کارنامہ۔!! شاید اسی لیے عبدالرحمٰن جامیؔ نے برسوں پہلے کہا تھا ؎

قدآوروں کی بھیڑ میں کھونے کے باوجود
اب اس کو کیا کروں کہ نظر آ گیا ہوں میں

جس میں آپ کی مخصوص انا، خودآ گہی، عزتِ نفس ہی نہیں بلکہ روایتی خاکساری انکساری بھی جھلکتی ہے۔ یہ شعر آپ کی پوری شخصیت کی عکاسی کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ ''سُر ور'' کے مایہ ناز شاعر نے جو عالمی ریکارڈ شعروادب کی دنیا میں قائم کیے ہیں، انہیں توڑنا شاید ناممکن نہ ہو مشکل ضرور ہے۔ مگر یہ جامیؔ کی منزل نہیں ؎

ستاروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں

کیونکہ ایک اونچے، بلند پایہ، مخلص شاعر کا چشمہ سخن نہ خشک ہوتا ہے اور نہ کبھی اس کی روانی، بہاؤ اور جولانی میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔ شاعر کا دل، اس روح، اس کی تڑپ، اس کا احساس سدا وہی شرت اور حدت لیے رہتا ہے۔ جس پر نہ زمانے کا اثر ہوتا ہے اور نہ عمر کا پَرتو جھلکتا ہے، بلکہ اس کی شگفتگی، تازگی اور دلکشی میں روز بروز نکھار اور بانکپن شامل ہوتا جاتا ہے۔ جامیؔ ایسے ہی ایک شاعر جو بڑے اعتماد سے کہتے ہیں ؎

ہے میرے شعروں میں تیرا جلوہ
ہے میرے فن میں کمال تیرا

اُن کے لہجے، اسلوب میں ایک ٹھہراؤ، سنجیدگی، متانت اور بردباری جھلکتی ہے۔ وہ زمانے اور سماج پر اپنے آپ پر بھی بلاتکلف، بلاجھجک، تنقیدی لہجہ بھی اختیار کرتے ہیں۔ طنزیہ اور تیکھے وار کرنے سے نہیں چوکتے۔ یہ خوداعتمادی انہیں اپنے تجربے، طویل ادبی سفر، تعریف وتوصیف خلوص ومحبت سے جو انہیں اپنے سماج سے، اپنے قارئین سے، چاہنے والوں سے ملتی ہے۔ جس کا بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات، دین سے گہری وابستگی، دلی لگاؤ اور عشقِ رسولؐ واتباعِ رسول کا والہانہ جذبہ۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی ہی دین اور نعمت ہے جس پر وہ جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔ اس رہگزر میں بڑی لگن، جستجو، کڑی محنت، مستقل مزاجی اور ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس میں آپ کے بھیا (جامیؔ صاحب کے بڑے بھائی حضرت قاری عبدالعلیم) کی تربیت، صحبت اور دلچسپی کا بڑا اہم حصہ ہے۔ ذرا تصور کیجئے دوبئی میں ایک دن میں چالیس غزلیں موزوں کرلینا۔ کوئی آسان کام نہیں۔ کچھ تو خون جگر جلایا ہوگا۔ کیسا حوصلہ، کیسی لگن، کیسی دُھن!! ایسے ہی کڑے مراحل سے گزر کر دیدہ ور پیدا ہوتے ہیں۔ تبھی تو ادبی ذوق اور فنی معیار کی بلندیوں کو چھو لیتے ہیں۔ مگر ہر کمال کو زوال ہے۔

زمانہ بے رحم اور وقت ظالم، انسان مجبور، آدمی کمزور۔!!

جب یہ حقیقت اچانک سامنے آئی تو جیسے کائنات تھم گئی۔ یقین نہ آتا تھا، بس آنسو بہتے رہے۔ جن کے حصار میں ہر شئے دُھندلا گئی تھی۔

میرے استاد محترم، شفیق، مہربان، سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیتے، میرے شوہر اور بیٹیوں کی خیریت دریافت کرتے تو میں آنکھیں موند کر وہ سرشاری، سکون اور اپنائیت محسوس کرتی۔ وہی احساس جو اپنے والدین سے ملتا تھا۔ عید پر عیدی دیتے تو وہ خوشی ہوتی جو بچپن میں اپنے ماموں جان (حامد مجاز۔ حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کے قریبی دوست) سے ملتی تھی۔

رشتے تو آنسوؤں کی ڈور سے بندھے ہوتے ہیں۔ جب کسی کو یاد کر کے آنسو نکل پڑیں تو سمجھئے کہ یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا ہے۔

آپ نے اپنی کتاب ''ساقیا'' کا انتساب میرے نام کر کے میرا سر فخر سے بلند کر دیا۔ میرے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو شاید آپ کے کسی اور شاگرد کو نہیں ملا۔

عبدالرحمٰن جامیؔ بہت بڑے شاعر تھے۔ استاد الاساتذہ تھے۔ بہترین انسان تھے، اپنے آنگن کی دھوپ، چھاؤں، روشنی کے ساتھ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں، پتوں کی سرسراہٹ، چڑیوں کی چہچہاہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے۔۔عاشق رسولؐ۔

سلام محبوب مصطفیٰؐ پر سلام سلام صدیقؓ پر عمرؓ پر
سلام پیغمبرؐ خدا پر سلام صدیقؓ پر عمرؓ پر
فنا بھی اُن کی بقا بھی اُن کی یہ زندگی کی ادا بھی ان کی
سلام رازِ فنا بقا پر سلام صدیقؓ پر عمرؓ پر

مجھے رحمٰن جامیؔ فخر ہے اُمت میں ہوں ان کی
مرا ناموس و عزت ہیں محمد مصطفیٰؐ میرے

سامنے گنبد خضرا ہو مری آنکھیں ہوں
اور کرتا رہوں تاعمر نظارا تیرا

کانٹے بچھے ہیں حق و صداقت کی راہ میں
چلنا ہے ہم کو شانِ رسالت کی راہ میں

اور یہ شعر۔

چلو آؤ رحمٰن جامیؔ کہ اب
ہوا رت جگا پوپھٹی گھر چلو

بارگاہِ رب العالمین میں خلوص دل سے دُعا گو ہوں کہ وہ میرے شفیق استادِ محترم حضرت رحمٰن جامیؔ کی مغفرت فرمائے اور اپنی جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام، درجات و مرتبات عطا فرمائے آمین۔

نذرانہ عقیدت

میرے استاد حضرت رحمٰن جامیؔ کی سالگرہ کے مبارک موقع پر

ہیں کوہِ گراں اور شانِ سخن ہیں
جہاں کے لیے اک پیامِ دکن ہیں
یہ ہیں جانِ اردو یہ دل کی لگن ہیں
ہیں نکہت گلوں کی یہ شانِ چمن ہیں
زمانے میں اک دولتِ فکروفن ہیں
یہ ہیرا ہیں موتی ہیں مشکِ ختن ہیں
یہ ہیں ''ساقیا'' رشکِ گنگ و جمن ہیں

یہ بہتا ہوا ایک دریائے فن ہیں
برستی ہے قوسِ قزح ہر طرف سے
یہ صبحِ درخشانِ شعر و سخن ہیں
ہے "جامِ انا" ان کا اب بھی لبالب
کہ "کیف" و "سرور" آج بھی موجزن ہیں
یہ "توبہ" کا تھامے ہوئے ہیں "سبو" بھی
ابھی "بے خودی" ہی میں اپنی مگن ہیں
"دوآبہ" کے بازو ہے "قسطاط" ان کا
یہ ساون میں فطرت کا اک بانکپن ہیں
یہ ہیں محترم اپنے نامی گرامی
جو استاد میرے ہیں رحمٰن جامیؔ

قطعات

فکر و فن کی رفعتیں
شعر و سخن کی نکہتیں
عطا ہوئی ہیں آپ کو
علم و ادب کی وسعتیں

وطن سے پیار الفتیں
زباں پہ ناز چاہتیں
رہیں ہمیشہ آپ پر
خلوصِ دل کی برکتیں
مہکتا رہے گا گلستانِ جامیؔ
بکھرتا رہے گا دبستانِ جامیؔ
عنایت ہے رحمٰن جامیؔ پہ کشور
دمکتا رہے گا شبستانِ جامیؔ

نذرانۂ عقیدت

چراغ دل بجھے ہزار
دھواں دھواں سی رہگزار
ہے شامِ غم کہ تار تار
فلک کی آنکھ اشکبار
ہیں ماہ و نجم بے قرار
تو کہکشاں بھی سوگوار

وہ کوہِ گراں وہ برگِ حنا
وہ رشکِ رحمٰن وہ بادِ صبا
استادِ سخن اور شمعِ وفا
انمول رتن ہے جامِ انا

دل میں نشتر چبھو گیا
پلکیں کشور بھگو گیا
دل میں سمائے آگہی
نایاب گہر تھا کھو گیا

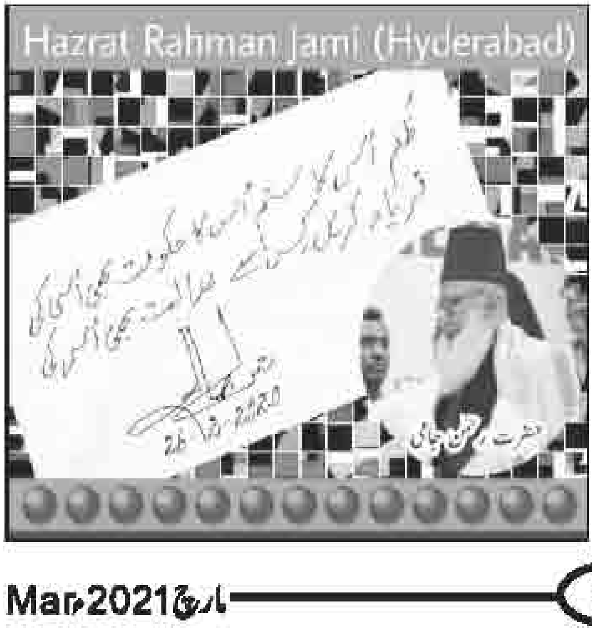

امۃ الغفور حمیرا جامیؔ۔حیدرآباد۔مقیم حال دبئی

دختر حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ امۃ الغفور حمیرا جامی کے تاثرات

بے حد محبت کرنے والے ماں باپ (محترمہ آمنہ سلطانہ، والد حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ) کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ جی ہاں! میرا نام امۃ الغفور حمیرا جامی ہے۔ اب میں یہ نہیں کہوں گی کہ میں بین الاقوامی شہرت یافتہ شاعر و ادیب حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کی اکلوتی بیٹی ہوں، بلکہ یہ کہوں گی کہ میں ایک ایسے باپ کی بیٹی ہوں جس کے پاس میرے لیے خاص طور پر پیار ہی پیار تھا، جس نے میری ایسی پرورش کی جیسی شہزادیوں کی پرورش کی جاتی ہے۔ میری ماں آمنہ سلطانہ ممتا کا آئینہ، ماں کی محبت کی انتہاء اور جدوجہد میں نے اپنی ماں میں دیکھی، میں نے اپنے ماں باپ کو اپنے لیے خدا کی نعمتِ بے بدل سمجھتی ہوں۔ میں وہ خوش نصیب بیٹی ہوں فخر کے ساتھ جس کے ناز اٹھائے گئے۔ الحمدللہ مجھے جو بھی ملا بھرپور ملا۔ چاہے محبت ہو، چاہے عزت ہو، چاہے شہرت ہو، چاہے دولت ہو، چاہے جذبۂ خدمت ہو۔

میرے بچپن کا زمانہ بڑا ہی سہانا گزرا، پھر میں جب شعور میں آئی تو مجھے اچھی سی اچھی تعلیم اور تربیت سے آراستہ کیا گیا۔ ایک نہایت معزز گھرانے میں میری شادی کروائی گئی۔ الحمدللہ میرے شوہر (محمد زکریا) ایسا لگتا ہے یہ خدا کا خاص کرم ہے اور میرے ماں باپ کی دعاؤں کا اثر ہے۔ اتنا چاہنے والا اور اتنا زیادہ خیال رکھنے والا نہ صرف میرا بلکہ میرے ماں باپ کا بھی پورا پورا خیال رکھنے والا میرا شوہر اپنی مثال آپ ہے۔ الحمدللہ اللہ نے مجھے دو لڑکیوں سے نوازا۔ میری لڑکیاں میرے بازو ہیں۔ میری آنکھیں ہیں، آنکھوں کا نور ہیں، میری قسمت کے دو مہکتے پھول ہیں۔ میری بیٹیوں کی بھی خوش نصیبی ہے کہ انہیں اپنے نانا نانی کا بہت پیار ملا اور اتنا پیار ملا جتنا مجھے ملا۔ پپا کی شخصیت میں جہاں میری دادی ماں، میرے بڑے والد صاحب (تایا ابا) بھیا کا اہم کردار رہا، وہی میری مما یعنی (آمنہ سلطانہ صاحبہ) کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے زندگی کے ہر موڑ پر، سفر میں، حضر میں، خوشی میں، غمی میں، ہر موسم میں، ہر حال میں میری مما نے پپا کا پورا پورا ساتھ دیا۔ کبھی بھی اپنے فرض سے منہ نہیں موڑا، گھر کی ساری ذمہ داریاں اپنے سر لے لیں اور پپا کو مکمل فارغ کر دیا تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کر سکے اور اردو ادب کی خدمت کر سکیں۔ اگر مما نہ ہوتیں تو شاید پپا اتنے بڑے آدمی نہیں بن سکتے۔ یہ مما کی اعلیٰ ظرفی نہیں ہے تو کیا ہے کہ مما نے کبھی یہ باتیں نہ کسی کو بتائیں نہ کوئی احسان جتایا، بلکہ پورے اخلاص کے ساتھ اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کو نبھاتی رہیں اور اسی طرح وہ اپنے گھر آنے والے اور سارے پپا کے محبان کی ضیافت کرتی رہیں۔ مما کے کانپتے ہاتھوں سے ان کی بنی ہوئی چاہے سارے محبان میں مشہور اور یادگار ہے (اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس خدمت کے لیے

انہیں دنیا و آخرت میں بہترین اجر عطا کرے) آمین۔ مما کے ساتھ ساتھ میرے شوہر (محمد زکریا) میرے بڑے بھائی (احمد عبداللہ محمود) اور میری بڑی بیٹی (نبیلہ) وہ پردے کے پیچھے کے کلاکار ہیں جو عبدالرحمٰن جامیؔ کی شخصیت کی آب و تاب میں آب و تاب کی برقراری میں ان چاروں کا یعنی میری مما میرے شوہر میرے بڑے بھائی اور میری بڑی بیٹی کا اہم رول رہا۔

اس کے علاوہ میری چھوٹی بیٹی (مدیحہ) کا بھی پپا کی ریکارڈ بریکنگ Record Breaking اور اوارڈ ونگ Award Winning کتاب، مجموعہ کلام سرور کو پپا سے لکھوانے میں بڑا اہم کردار رہا، جس کی وجہ سے پپا نے اس کتاب کو اپنی چھوٹی نواسی مدیحہ کے نام معنون کیا، جس میں مدیحہ کا اپنے نانا پپا (حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ) کا بنایا ہوا اسکیچ (Sketch) بھی موجود ہے اور یہ کتاب جملہ ۵۲۲ رغزلوں پر مشتمل ہے، جو کہ دبئی میں لکھی گئی ہیں۔

میری بڑی امی (تائی امی/ بھابی جان) نے بھی پپا کے لاڈ پیار اور بگاڑ میں کوئی کمی اور کسر نہ چھوڑی، جن کو میرے پپا اپنی چھوٹی ماں کا درجہ دیا کرتے تھے جو کہ پپا کو ہمیشہ ان کے بھیا کی ڈانٹ سے بچایا کرتی تھیں۔

پپا کی ولادت ۱۹۳۴ء محبوب نگر میں ہوئی، آپ کی والدہ (قاسم بی صاحبہ) آپ کی ولادت کے کچھ دو مہینوں بعد انتقال فرما گئیں اور آپ کو اپنی بڑی نند یعنی پپا کی بڑی پھوپھی (عائشہ خاتون صاحبہ صدر معلمہ رائچور) کے سپرد کر گئی جن سے آپ کو بہت زیادہ لاڈ پیار ملا۔

آپ کے والد میرے دادا (حضر قاری شیخ محمود صاحب) کو فارسی کے مشہور ادیب حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کے کلام سے کافی لگاؤ تھا اسی وجہ سے آپ نے اپنے بیٹے کا نام بھی عبدالرحمٰن جامیؔ تجویز فرمایا۔

سبحان اللہ پھر کیا تھا کہ پپا میں اس نام کا ایسا اثر پڑا کہ آپ نے بہت ہی چھوٹی عمر سے یعنی لگ بھگ چوتھی جماعت سے ہی اپنی شاعری کا آغاز کر دیا اور اپنی جوانی کے دور میں دوست یاروں کے درمیان یار جامیؔ کے نام سے پہچانے لگے اور اردو ادب میں اپنا لوہا منوانے لگے جس کے نتیجے پپا کو شاعر اعظم کے خطاب سے نوازا گیا اور الحمدللہ پپا تادمِ آخر اردو ادب کی بے لوث خدمت انجام دیتے رہیں۔

میں وہ خوش نصیب بیٹی ہوں جسے اپنے والد کی زندگی کے کئی پہلو دیکھنے سننے اور سمجھنے کو ملے، کچھ تو ان میں سے میری بچپن کی دھندلی یادیں ہیں اور کچھ پرانی باتیں ہیں اور پپا کی زبانی سننے کو ملی اور الحمدللہ جب سے میں نے اپنا ہوش سنبھالا ہے، پپا کے کئی واقعات میرے مشاہدہ اور تجربہ میں بھی پیش آتے رہے ہیں، جو سبق آموز ہیں اور جس سے میرے پپا کی زندگی میں کئی سارے بدلاؤ آئے اور جو ان کے لیے اچھائی اور بہتری کا سبب ثابت ہوئے، جس سے مجھے بھی (حمیرا کو) اپنی زندگی میں بہت کچھ سیکھنے اور سمجھنے کو ملا، جن باتوں کو خود پپا بارہا اپنے چاہنے والوں کے سامنے سنایا کرتے تھے تا کہ ہم سب کے ساتھ ساتھ دوسرے بھی اپنی زندگیوں میں بدلاؤ اور بہتری لا سکے۔

سبحان اللہ میرے پپا کی شخصیت میں ایسی خوبی تھی کہ وہ اپنے خلوص و اندازِ تکلم سے ہر آدمی کو اپنا بنا لیتے اور یہی وجہ ہے کہ جو انسان انہیں ایک بار ملتا وہ ان سے بار بار ملنے کی چاہت رکھتا اور الحمدللہ ایسی طرح ہر دن ان کے چاہنے والوں میں اضافہ ہوتا ہی رہا۔

مجھے بے حد خوشی ناز اور فخر ہے کہ میں اس شاعر اعظم استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامؔی کی بیٹی ہوں جن کو محض نہ صرف اردو زبان اور اردو شاعری میں مہارت حاصل تھی بلکہ وہ ایک سچے مسلمان دین کے داعی اور قوم کے خدمت گزار انسان بھی تھے اور اللہ کے فضل و کرم سے پپا کی مسجد نصیریہ مہدی پٹنم میں بحیثیت سر پرست امام اور موٌذن کے خدمات انجام دینے کا بھی شرف حاصل ہوا اور ان کی دعوت وتبلیغ کا چند لوگوں پر ایسا اثر ہوا کہ وہ دین کی راہ پر چلنے لگے اور سنت نبوی کو عملی جامہ پہنانے لگے۔

الحمدللہ پپا کی اپنی زندگی میں ان کے پندرہ مجموعہ کلام شائع ہو چکے ہیں جن میں سے (۱) ''جام انا'' ان کا پہلا مجموعہ کلام ہے جو کہ ان کا اپنا سب سے زیادہ پسندیدہ مجموعہ کلام تھا کیونکہ اس میں ان کے بھیا (قاری محمد عبدالعلیم صاحب) نے مقدمہ لکھا تھا اور جس کی رسم اجراء محبوب حسین جگر صاحب کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی اور یہ مجموعہ کلام ان کے تمام مجموعوں میں سب سے زیادہ مقبول مجموعہ رہا۔ بالخصوص ان کے اس مجموعہ کلام کی پہلی غزل (پھول پھینکے کہ میری راہ میں پتھر پھینکے۔جس کو جو پھینکنا ہے سوچ سمجھ کر پھینکے) لوگوں میں کافی مشہور و مقبول ہوئی جو کہ خود پپا کی بھی یہ پسندیدہ غزل تھی اور میری بھی یہ سب سے زیادہ پسندیدہ تھی۔پپا کے مزید شائع شدہ کتابوں کے نام اور کچھ اس طرح ہیں۔

۲) قسطاط (مجموعہ اصنافِ سخن) ۲۰۰۱ء
۳) ارغن (اصناف شاعری) ۲۰۰۲ء
۴) سُبو (مجموعہ کلام) ۲۰۰۲ء
۵) میکدہ (شعری مجموعہ) ۲۰۰۳ء
۶) بیخودی (عنفوان شباب کی غزلیں) ۲۰۰۵ء
۷) دوآبہ (عنفوان شباب کی نظمیں) ۲۰۰۵ء
۸) ئے (کلام عہد شباب) ۲۰۰۶ء
۹) خمار (کلام عہد شباب ۲۰۰۶ء
۱۰) نشہ (کلام عہد شباب) ۲۰۰۷ء
۱۱) کیف (کلام عہد شباب) ۲۰۰۸ء
۱۲) سرور (دوبئی کی ۵۲۲ رغزلیں ڈھائی ماہ میں) ۲۰۰۹ء
۱۳) محمد مصطفےٰ میرے (مجموعہ حمائد و نعوت ۲۰۱۲ء
۱۴) ساقیا (شعری مجموعہ) ۲۰۱۶ء
۱۵) پیر مغاں (شعری مجموعہ) ۲۰۲۰ء

اس کے علاوہ ''جہانِ اطفال'' جو کہ بچوں کی نظموں کا مجموعہ ہے اور جس کو ڈاکٹر عبدالقدوس نے ابھی ابھی شائع کیا ہے۔علاوہ ازیں سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد کے اساتذہ نے عبدالرحمٰن جامؔی) پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی حاصل کی ہیں۔الحمدللہ پپا کو کئی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا جس میں اردو اکیڈمی آندھرا پردیش کی جانب سے اردو ادب کی خدمات کے لیے دیا گیا ''مولانا ابوالکلام آزاد'' (لائیف ٹائیم اچیومنٹ ایوارڈ قابل تعریف ہیں۔حال ہی میں محکمہ ڈاک نے عبدالرحمٰن جامؔی کے نام کا ۵ روپے والا ٹکٹ بھی جاری کیا ہے۔

میں دبئی میں رہی یہاں حیدرآباد سے ہزاروں میل دور مگر ایسا لگتا تھا کہ میں ہمیشہ اپنے ماں باپ کے ساتھ ہوں اور میرے ماں باپ میرے ساتھ ہیں، فاصلہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔فاصلے چاہے جتنے بھی ہو دل کبھی جدا نہیں ہوتے۔پپا کی غزل کا ایک شعر یوں ہے ؎

میری بیٹی دبئی میں ہے تو کیا
میں جہاں ہوں وہاں حمیرا ہے

بس یہی کیفیت میری بھی رہی۔

موت تو برحق ہے بس کو آنی ہی ہے ۲۰؍جنوری ۲۰۲۱ء کا وقت مقررہ بھی آگیا اور پھر وہ ہم سب کو الحمدللہ کلمہ کی حالت میں الوداع کہ کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پپا کی رحلت سے نہ صرف یہ کہ میرا نقصان ہوا اور میں یتیم ہوگئی بلکہ ادبی دنیا ایک عظیم شاعر سے محروم ہوگئی۔ آپ کی رحلت سے نہ صرف افرادِ خانہ غمزدہ ہے بلکہ اردو کے سبھی حلقوں میں بے چینی کی کیفیت طاری ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک اپنے رحم وکرم سے پپا کی کی کامل مغفرت فرمائیں اور ان کے درجات کو بلند فرمائیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائیں اور میری اور ان کے تمام محبان کی ملاقات ان سے جنت میں کروائیں (ان شاء اللہ تعالی) اور ہم سب کو اس غم کی گھڑی میں صبر وجمیل عطا فرمائیں اور مجھے اور پپا کے چاہنے والوں کو اور اردو دنیا کو پپا کا بہترین نعم البدل عطا فرمائیں (آمین یارب العالمین)

کاش کہ اس دنیائے فانی میں میں اپنے پپا سے اک آخری بار مل پاتی اور انہیں آخری بار دیکھ پاتی لیکن اللہ سبحانہ وتعالی کی حکمت وہی جانے (واللہ اعلم) ہر چیز کے پیچھے اس کی ایک مصلحت ہوتی ہے، بس ہم کو اس کے ہر فیصلے پر راضی رہنا ہے، وہ جو کرتا ہے ہمارے بھلے کے لیے کرتا ہے اور اس میں ہماری آخرت کے لیے خیر کا سبب مضمر ہوتا ہے۔ ان شاء اللہ اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا ہے اور امید ہے کہ وہ مجھے اپنے پپا سے جنت میں ملاقات کروائے گا (آمین)

امۃ الغفور حمیرا جامی (بنت حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ)

منظوم تعزیت

پپا کی مغفرت میرے کرنا خدا میرے
ڈالی گئی تھی گود میں خوشیوں کے واسطے
یکساں میرا وجود تھا دونوں کے واسطے
ہرگز بھلا نہ پاؤں گی میں آپ کو کبھی
بن آپ کے بسر ہو مگر کیسے زندگی
چاروں طرف تھی آپ کے دم سے ہی روشنی
تھے آپ اک چراغ عزیزوں کے واسطے

اردوادب میں آپ کا اعلیٰ مقام تھا
لاریب ایک شاعر اعظم بھی نام تھا
دن رات شاعری کے سوا کچھ نہ کام تھا
گویا تھے وقف ہر گھڑی لوگوں کے واسطے

حق میں میرے بھی آپ نے کوئی کمی نہ کی
اخلاق بھی سکھائے سنواری ہے زندگی
رکھا میرا خیال بہرحال ہر گھڑی
بخشے اُجالے میرے چراغوں کے واسطے

میں جس جگہ رہی وہیں دل آپ کا لگا
کہتے تھے مجھ سے آپ بھی مل کر یہی سدا
پھر ایک روز آہ اچانک یہ کیا ہوا؟
یہ کیا امتحان ہے دونوں کے واسطے
پپا کی مغفرت مرے کرنا خدا میرے
جنت میں اعلیٰ درجہ بھی دینا خدا میرے
احسان یہ حمیرا پہ ہوگا خدا مرے
اٹھے ہیں میرے ہاتھ دعاؤں کے واسطے

ڈاکٹر نادر المسدوسی۔صدر بزم علم وادب۔حیدرآباد

حضرت رحمٰن جامی: آسمانِ شعروادب کا ستارہ ٹوٹ گیا

اردو دنیا کے عالمی شہرت یافتہ حیدرآباد کے نامور شاعر (استاد الشعرا یا استاد الاساتذہ) کہنہ مشق اور بزرگ شخصیت کے حامل حضرت رحمٰن جامی جن کا اصلی نام شیخ محمد عبدالرحمٰن تھا، جامی تخلص اور قلمی نام رحمٰن جامی تھا جنھوں نے شاعری کی دنیا میں تقریباً سات دہائیوں تک اپنا سکہ جمائے رکھا۔ اور تمام اصناف سخن میں انہوں نے طبع آزمائی۔ برملا وفی البدیہہ شعر کہنا ان کا وصف خاص تھا فن عروض پر دست رس حاصل تھی، یہی وجہ رہی کہ ان کے حیدرآباد کے علاوہ ملک وبیرون ملک بھی سیکڑوں کی تعداد میں شاگرد ہیں جو ان سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

رحمٰن جامی علمی، ادبی، مذہبی گھرانے میں پروان چڑھے، نوجوانی ہی کے دور سے شعرگوئی کا شوق رہا۔ اور ان کے (۱۴) مجموعہ کلام جام انا (۱۹۹۹ء)، قسطاط (۲۰۰۱ء) ارغن (۲۰۰۲ء)، سبو (۲۰۰۲ء)، میکدہ (۲۰۰۳ء)، بیخودی (۲۰۰۵ء)، دوآبہ (۲۰۰۵ء)، نَے (۲۰۰۶ء)، خمار (۲۰۰۶ء)، نشہ (۲۰۰۷ء)، کیف (۲۰۰۸ء)، سرور (۲۰۰۹ء)، محمد مصطفیٰ ﷺ میرے (۲۰۱۲ء)، اور ساقیا (۲۰۱۶ء) شائع ہوکر مقبولیت حاصل کیں۔ ان تمام شعری مجموعوں کو اردو اکیڈیمی آندھراپردیش وتلنگانہ کی جانب سے انعام اول سے نوازا گیا۔ جو ان کی اپنی شخصیت اور شعرگوئی کی شہرت ومقبولیت کی غماز ہے۔ اس طرح یہ کثیر التصانیف شاعر کی حیثیت سے بھی جانے پہچانے جاتے ہیں۔

رحمٰن جامی کی مقبولیت اور ان کی شاعری کی شہرت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۹۹ء میں سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد سے محمد یونس نامی ریسرچ اسکالر نے ان کی شخصیت اور کلام پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ایم فل کی سند حاصل کی۔ اور پھر ۲۰۰۴ء میں سنٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد ہی سے ”رحمٰن جامی کی شاعری میں فنی اور ہیئتی تجربے۔ ایک تنقیدی مطالعہ“ کے عنوان پر مقالہ لکھ کر اردو کی اعلیٰ ترین پی ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

حضرت رحمٰن جامی ویسے تو بنیادی طور پر غزل کے ہی شاعر ہیں اور انھوں نے روایتی اقدار کی پاسداری کی ہے۔ کسی اور نظریات کو جو اس دور میں سر ابھار رہے تھے۔ جیسے جدیدیت اور کمیونسٹ تحریکات کے اثرات کو کسی بھی ازم اور فکر نو کو اپنی شعرگوئی میں داخل ہونے نہ دیا۔ ان کی تمام شاعری روایتی اقدار ہی کے دائرہ کار میں افکار کی بلندیوں کے ساتھ جذبات، احساسات اور مشاہدات کی عوام الناس اور اردو شعروادب کے لئے ترسیل کا ذریعہ بنی رہی۔

حضرت رحمٰن جامی نے اردو شاعری میں بعض نئی اصناف جیسے سانیٹ، ہائیکو، ثلاثی اور اینٹی لوری وغیرہ جو دیگر زبانوں سے در آئی ہیں ان پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ انہوں نے پابند نظم، آزاد نظم اور نثری نظم کو بھی بہت ہی خوبی

سے اعزاز بخشا۔ سبھی جانتے ہیں کہ غزل سے کہیں زیادہ نظم کہنا مشکل ہوتا ہے اسی طرح رباعی جیسی مشکل صنف کو بھی انہوں نے اپنایا اور شاعری میں جگہ دی ہے۔

ایک رباعی نمونتاً پیش کی جاتی ہے ملاحظہ فرمایئے۔

کہتے ہیں کہ محروم نہیں ہے کوئی
تم سا بھی تو معصوم نہیں ہے کوئی
ویسے تو محبت کا بڑا چرچا ہے
اس لفظ کا مفہوم نہیں ہے کوئی

حضرت رحمٰن جامی نے بھی ہر مسلم شاعر کی طرح اپنے پروردگار سے اپنی بندگی کا اظہار بہت ہی عمدگی کے ساتھ کیا اور اپنے ایمان کا اظہار کیا ہے۔

زمین بھی تو آسماں بھی تو ہے،
یہاں بھی تو ہے وہاں بھی تو ہے
مکیں بھی تو ہے مکاں بھی تو ہے
وجود ہے بے مثال تیرا

اللہ رب العالمین کے بعد رحمۃ اللعالمین ﷺ سے بھی اپنی بے پناہ عقیدت، محبت اور وابستگی کا اظہار کیا ہے جو کہ ہوسکتا ہے مغفرت کا سامان ہو جائے۔

مدینہ آیا ہوں جب سے مزہ میں ہوں جامی
بنا ہوا ہوں یہاں مہماں محمدؐ کا

رحمٰن جامی کے کلام میں تغزل آمیز اشعار بھی بہت مل جاتے ہیں۔ جس میں انہوں نے بہت خوبی کے ساتھ حسن جاناں کا اظہار کیا ہے۔

ہر حسن بے نقاب ہے بازارِ حسن میں
کیا مستیِ شباب ہے بازارِ حسن میں

حضرت رحمٰن جامی کو کئی ایک اعلیٰ ایوارڈز حکومتی اداروں اور یونیورسٹیز سے عطا کئے گئے جیسے:

(۱) اردو اکیڈیمی آندھراپردیش کا سب سے بڑا ایوارڈ مولانا ابوالکلام آزاد قومی ایوارڈ بدست وزیر اعلی آندھراپردیش آنریبل مسٹر کرن کمار یڈی دیا گیا۔

(۲) کارنہ حیات ایوارڈ (Life Time Achievment Award)

منجانب ڈاکٹر عبدالحق یونیورسٹی کرنول۔

بدست وائس چانسلر یونیورسٹی سید مظفر شہہ میری سے انھیں عطا کیا گیا۔

(۳) اردو انمول رتن ایوارڈ (۲۰۱۸ء) میں وائس چانسلر عبدالحق یونیورسٹی کرنول کے ہاتھوں سے انھیں نوازا گیا۔

ان ایوارڈز کے علاوہ ان کی شعری وادبی خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے محکمہ ڈاک کی جانب سے پانچ روپے کا ڈاک ٹکٹ جاری کیا۔

حضرت رحمٰن جامی سے راقم الحروف کے گزشتہ (۱۶) برس سے بہت ہی خوشگوار تعلقات رہے ہیں اس دوران میں انہیں بہت ہی شفیق، نیک نفس، خوش مزاج، منکسر المزاج اور حق گو وبیباک پایا ہے۔ جب راقم الحروف نے بزم علم وادب کا قیام ۲۰۰۴ء میں کیا اور ان سے رابطہ قائم کیا تو انہوں نے بہت ہی اپنائیت اور خلوص کے ساتھ اردو شعر وادب کی دنیا سے متعلق اور اس سے وابستہ شعرا وادبا کے بارے میں تفصیلات سے آگاہ کیا۔

حضرت رحمٰن جامی نے ہمیشہ ہی میری رہبری ورہنمائی کی ہے۔ جب کبھی بزم کی جانب سے منعقدہ مشاعروں میں مدعو کیا جاتا وہ پرخلوص انداز سے مسدوسی

ہاؤز تشریف لاتے۔ ان کے ساتھ کئی ایک مشاعرے پڑھنے کا اعزاز مجھے حاصل رہا۔ آل انڈیا ریڈیو کے مشاعروں میں بھی ان کا ساتھ رہا۔

حضرت رحمٰن جامی جہاں ایک مخلص اور خوش مزاج شخص تھے وہیں وہ حق گو بھی تھے اور وہ تا حیات حق کی راہوں میں گامزن رہے اور جو کوئی غلط بیانی سے کام لیتا تو وہ بپھر جاتے۔ اس کے علاوہ انہوں نے کبھی بھی اپنے وقار کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ یہی وجہ رہی کہ یہ حیدرآبادی تہذیب کے علمبردار اور پروقار شخصیت کے حامل رہے۔ جو کوئی ان سے ملتا ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا بار بار ملنے کا آرزومند رہتا۔ ان کا معانقہ کرنے کا انداز بھی جداگانہ اور بے حد دلچسپ تھا۔ جس میں پوری اپنائیت وخلوص کا جذبہ کارفرما ہوتا۔ جس سے ملنے والے بے پناہ خوشی محسوس کرتے۔

بہرحال بے پناہ خوبیوں کے مالک حضرت رحمٰن جامی پابند صوم وصلوۃ تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے بندوں کو بھی خوش اُسلوبی کے ساتھ راضی کئے رکھے۔ جس بنا پر جب ان کے وصال کی خبر جنگل کے آگ کی طرح اردو دنیا میں پہنچی تو ہر کوئی اشکبار ہوتے ہوئے ان کی خوبیوں کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے پوری عجز وانکساری کے ساتھ ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کیں۔ حضرت رحمٰن جامی کا انتقال ۲۰؍جنوری ۲۰۲۱ء بروز چہارشنبہ صبح کی اولین ساعتوں میں (۸۶) برس کی عمر میں ہوا اور وہ اپنے سیکڑوں محبان کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے۔ انا اللہ وانا والیہ راجعون۔

ان کی نماز جنازہ چھوٹی مسجد مرادنگر میں بعد نماز عصر ادا کی گئی اور شانتی نگر کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ اور ایک دختر شامل ہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور مغفرت فرما کر انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ جگا عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین۔

حسن مقصود نظامی۔ حیدرآباد

حضرتِ عبدالرحمن جامی

حضرتِ رحمٰن جامیؔ فکروفن کا آسماں بھی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ شاعرِ جادو بیاں بھی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ کوہِ نورِ علم و حکمت
حضرتِ رحمٰن جامیؔ شاعری کی کہکشاں بھی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ ایک تنہا شخص لیکن
حضرتِ رحمٰن جامیؔ اِک ہجومِ رہرواں بھی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ انجمن بھی دل جلوں کی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ دل جلوں کی داستاں بھی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ شادمانی کا ترانہ
حضرتِ رحمٰن جامیؔ نغمۂ آہ و فغاں بھی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ دوستوں کی محفلوں میں
حضرتِ رحمٰن جامیؔ دشمنوں کے درمیاں بھی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ بیکسوں پر مہرباں بھی
حضرتِ رحمٰن جامیؔ دین پر مقصود قائم
حضرتِ رحمٰن جامیؔ زندگی میں کامراں بھی

حکیم صوفی سید شاہ محمد خیر الدین قادری شجاعت صوفی۔ صدر آل انڈیا صوفی علماء کونسل۔ حیدر آباد

صدی کی عظیم شخصیت حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ

شاعر اعظم استاد الاساتذہ حضرت میر عبدالرحمٰن جنیدی نقشبندی المعروف بہ رحمٰن جامیؔ، میرے شفیق مہربان استاد محترم کی عظیم شخصیت کے کون سے کون سے پہلوؤں کو بیان کروں۔ سوچتا ہوں تو ایک سمندر بنکر اس میری نظروں کے سامنے ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ حضرت کی زندگی کے ایسے انمول پہلو ہیں۔ ہر ایک پہلو اپنے اندر ایک دریا سمیٹے ہوئے ہیں۔ بیک وقت آپ قاریٔ قرآن تھے، جو قرآن مجید کو اپنے حق کے ساتھ سنوارا کر پڑھتے، فن تجوید آپ کے گھرانے کا ایسا علمی خزانہ تھا، جس سے ہزاروں تشنگان سیراب ہوئے۔ بیک وقت آپ مصلح قوم بھی تھے۔ اللہ کے بندوں کو سچائی کے راستے پر گامزن ہونے کی ہدایتیں کرتے۔ آپ مریضانِ قوم کے بہترین نباض تھے۔ سماجی برائیوں کو ختم کرنے کا جذبہ رکھتے تھے اور ہر فرد کو امر بالمعروف نہی عن المنکر کی دعوت دیا کرتے۔ آپ نہ صرف اردو بلکہ انگریزی کے اعلیٰ استاد بھی تھے۔ اپنے شاگردوں کو دورِ حاضر کی سچائی کو سامنے رکھتے ہوئے جدیدیت کی طرف راغب کرتے۔ آپ علم دین میں بھی کافی عبور رکھتے۔ دینی مسائل میں بھی رہبری فرماتے، آپ خوش مزاج، اعلیٰ ظرف، سادگی آپ کی زندگی کے اہم اوصاف حمیدہ تھے۔ ہر ملنے والا آپ سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، جو کوئی آپ سے ملتا دوبارہ ملنے اس میں اشتیاق پیدا ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ شاذ و نادر ہی ایسی شخصیات کو پیدا کرتا ہے، جس میں اتنی خوبیاں موجود ہوں۔ کروڑوں انسان پیدا ہوتے اور گزر جاتے ہیں لیکن ان میں چند ہی اپنی پیدائش کے مقصد کو سمجھ کر اسی مقصد میں کامیاب ہونے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں اور اکثر ان میں کامیاب بھی ہوجاتے ہیں۔ انہیں کامیاب شخصیات میں حضرت رحمٰن جامی بھی تھے۔ ایسی شخصیات صدیوں تک انسانوں کے دل میں بسی رہتی ہیں، بظاہر جسمانی وجود ختم ہو چکا ہوتا ہے لیکن ان کی خدمات، ان کے بلند پایہ اوصاف، ان کے اعلیٰ کردار رہتی دنیا تک کی انسانیت کے لیے مشعل راہ رہتی ہیں۔ ایسی ہی شخصیت کا نام رحمٰن جامی ہے۔

میرے استاد محترم کی ایک خاص صفت یہ بھی تھی کہ جس سے بھی ملاقات کرتے اور آپ کی نظرِ شاعرانہ اس پر ڈالتے تو اس کے اندر چھپے ہوئے شاعر کو پہچان لیتے اور آپ اس کو شاعری کی طرف راغب کرتے، چند دنوں میں ہی وہ شاعروں کی صف میں نظر آنے لگتا، ایسی چشم بصیرتِ شاعرانہ ہر شاعر میں نہیں ہوتی۔ آپ ہر شاگرد کی بے لوث دست گیری شیوہ خاستہ، سچی محبت اور خلوص کے پیکر کا نام رحمٰن جامیؔ ہے۔ پہلی مرتبہ مجھے میرے بڑے بھائی (جو میرے ہم محلّہ ہونے کی وجہ سے بڑے بھائی کا درجہ رکھتے ہیں) پروفیسر مجید بیدار صاحب کے توسط سے حضرت سے ملا اور شاگردی قبول کرنے کی گزارش کی۔ پہلی مرتبہ ایسا محسوس ہوا میں اس صدی کی عظیم ہستی کے سامنے ہوں۔ جب تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، آپ کے ایک ایک اوصاف کا ظہور ہوتا گیا۔ آپ میں عظیم معلم و مدبر و مصلح اور علم عروض و فنِ شاعری کے عظیم استاد کو پایا۔ اور

جب کچھ عرصہ اور گزرا تو پدری شفقت حاصل ہوتی گئی اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے اپنا بیٹا بنالیا اور اپنے خاندان کے ہر فرد سے میرا اسی رشتے سے تعارف کرواتے ۔ جب میرا دوسرا مجموعہ کلام "خیر البشرؐ" کی رسم اجرا اردو ہال حمایت نگر میں ہوئی تو مہمانانِ خصوصی میں میری تعلق سے حضرت کی تحریر پر یہ کہہ دیا۔ یہ ایک استاد کے محبت کے الفاظ ہیں۔ جس پر حضرت تمام سامعین پر یہ واضح کیا کہ یہ صرف استاد کے الفاظ نہیں بلکہ میرا شاگرد میرا بیٹا جس میں جو صلاحیتیں ہیں اللہ نے عطا کیا ہے، میں اسی کا اظہار کیا ہوں، تمام سامعین حیرت زدہ رہ گئے، حضرت جامی نے کبھی کسی کی بے جا تعریف نہیں کی، کبھی کسی کو خوش کرنے کے لیے خوشامد پسندانہ الفاظ استعمال نہیں کیئے۔ یہی وہ اوصاف، اوصافِ عارفانہ تھے، جس کی بنا پر دنیائے علم وسخن میں وہ منفرد مقام کے حامل ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے اور حق وہ ہے، جو دشمن کے زبان سے بھی نکلے۔ چنانچہ آپ کے اندرونی طور پر مخالفین بھی آپ کے حقیقی کردار کو ماننے پر مجبور تھے اور ان کی زبان پر حق آ ہی جاتا تھا۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک ایسا پوشیدہ وصف تھا، جس سے بہت ہی کم لوگ واقف تھے، آپ محدثین دکن حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب نقشبندی علیہ الرحمہ کے دستِ حق پرست پر بیعت حاصل کی اور آپ کو اپنے پیرو مرشد سے والہانہ محبت وعقیدت تھی، دورانِ تعلیم احقر سے اپنے پیر اور اولیائے امت کے تذکرے کیا کرتے ، بسا اوقات آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، کبھی کبھی تصوف اور مقام عارف پر بات ہوتی تو آپ اشک بار ہو کر کہتے، میں زندگی کا ایک حصہ یوں ہی گنوا دیا، جب احقر عراق کے دورے سے واپس آ کر حضرت سے کہا میں آپ کے جداعلیٰ حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس حاضری دیا ہوں، تب حضرت نے فرطِ محبت سے گلے لگا کر میرا ماتھا چومنے لگے اور کہا صوفی وہ بڑا خوش نصیب ہے جو اللہ نے تجھ کو اتنی نعمتوں سے نوازا۔ اللہ نے تجھ سے اپنے بندوں کی خدمت لے رہا ہے، اپنی صحت کا خیال رکھو۔

آہ! پھر میری زندگی کا وہ سیاہ دن بھی آ گیا جب میں انتقال کے تین دن پہلے ناسازگی صحت کی کیفیت سن کر دوڑا دوڑا آپ کے مکان پہنچا۔ میرے ساتھ میرا لڑکا صوفی امجد حیدرآبادی ثانی بھی تھا۔ میں حسبِ معمول حضرت کی قدم بوسی کیا (قدم بوسی کی رعایت اور اجازت صرف میرے لیے ہی تھی اور کسی کو اجازت نہیں تھی) تو آپ نے فرمایا صوفی تیری زندگی بہت قیمتی ہے، اپنی زندگی کا اور صحت کا خیال کرو۔ مریضوں سے دور ہی سے عیادت کرو، میں نے کہا میں مریض سے نہیں اپنے روحانی والد سے مل رہا ہوں، یہ سنتے ہی مسکرا دیئے اور کہا تم اپنی بات منوانا جانتے ہو، تمہارا چہرہ دیکھ لیا ہوں، مجھے بہت سکون ملا۔ یہی وہ آخری لمحات تھے جو میری زندگی کے سیاہ دن کہلاتے ہیں، میری بیوی بچوں سے بھی والہانہ محبت کرتے اور بہو، پوتا پوتی کے رشتے ہی سے بلاتے۔ حضرت کی ہی بدولت میرا لڑکا صوفی امجد حیدرآبادی ثانی آج شاعروں کی صف میں آ گیا ہے۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائے۔

حضرت رحمٰن جامی بحرِ عشقِ مصطفےٰؐ میں موجزن

خالقِ کائنات نے اعلان فرمادیا **وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ** اے حبیب ﷺ ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

تمام کائنات کے گوشہ گوشہ میں نہ صرف انسان بلکہ جملہ مخلوقات، حیوانات ونباتات اور کائنات کا ذرہ ذرہ

جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتا ہے وہیں آقائے دوجہاں ﷺ کی نعت بیان کرتا ہے۔حمد،نعت ونثر میں بھی کہی جاتی ہے اور نظم میں بھی۔نثر میں ضوابط کی قید نہیں ہوتی جبکہ نظم میں اصول شاعری کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔شاعری کے کئی اصناف ہیں۔نظم،غزل،قصیدہ، مرثیہ،مثنوی،رباعی ان اصناف میں شعر کہے جاتے ہیں۔

اردو ادب میں کسی بھی ادب میں شعر کہنا شاعر کے لیے کڑی آزمائش ہوتی ہے لیکن جب نعت کی بات آتی ہے تو اصولِ شاعری کے ساتھ ادب واحترام کو بھی ملحوظ رکھنا شاعر کی ذمہ داری ہوتی ہے۔چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ سے آج تک کروڑوں شاعروں نے اپنے آقا کی شان میں بڑے ہی ادب واحترام سے نعت شریف کا نذرانہ پیش کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جن خوش نصیب بندوں کو اپنے حبیب کی شان میں نعت کہنے کے لیے منتخب کیا ہے۔ان میں استاد شاعر حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ ہیں۔یوں تو حضرت نے اردو ادب کو انمول خزانے دیئے ہیں۔ان میں سے ایک گوہر نایاب ''محمد مصطفیٰؐ میرے'' نعت شریف کا مجموعہ ہے۔حضرت نے جہاں اردو ادب کو اپنی علمی روشنی سے منور کیا وہیں جدید دور کے جدید تقاضوں کی ہم آہنگی کے ساتھ آپ نے نئی نسل کو ایک نئی منزل پر گامزن کردیا یقیناً یہ نئی راہ طالبانِ شعرو سخن کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔اس طرح آپ نے نعت شریف کا مجموعہ ''محمد مصطفیٰؐ میرے'' میں بھی ہر نعت گو شاعر کی رہنمائی کی ہے یعنی دور حاضر میں لوگ اردو سے دور ہوتے جارہے ہیں تو نئی نسل کے لیے فصیح اردو کو سمجھنا ناممکنات میں شامل ہوچکا ہے۔حضرت جامیؔ نے آسان اردو میں اپنے عشقِ حقیقی اور عاشقِ رسولؐ ہونے کی پوری جدیدیت سے ثابت کردیا ہے۔حضرت کی لکھی ہوئی نعت منقبت اور شہید اعظم حضرت امام حسین کی خدمت میں سلام کا نذرانہ اپنے انداز میں پیش کیا۔حضرت کہتے ہیں ؎

میں خود کو بھول جاتا ہوں مدینہ یاد آتا ہے
منور کو جگاتا ہوں مدینہ یاد آتا ہے
مدینہ یاد آتا ہے تو دل لگتا ہے یادوں میں
خدا سے دل لگاتا ہوں مدینہ یاد آتا ہے
قلم چلتا ہے یقین ہوتی جاتی ہے بلا کھٹکے
قلم اپنا چلاتا ہوں مدینہ یاد آتا ہے

اس شعر میں حضرت نے صاف الفاظ میں قاری کو یہ بتلادیا ہے کہ قلم تو شاعر کے ہاتھ میں ہوتا ہے لیکن الفاظ کا نزول رب العالمین کی طرف سے ہوتا ہے وہ اس لیے خالقِ کائنات نے جس کو حبیب کہا تو اس کے مقام ومرتبہ کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے نعت شریف کا ہی کمال لاکھوں کروڑوں نعت شریف لکھی گئی ہے کسی شاعر کی زمین میں مماثلت ہوسکتی تو قافیہ اور ردیف میں بھی مماثلت ہو سکتی ہے لیکن ایک عاشقِ رسولؐ کی محبت کی حقیقی عکاسی بالکل جداگانہ ہوتی ہے۔

حضرت جامیؔ فخرِ موجوداتؐ سے اپنی والہانہ محبت کا اظہار اس طرح کیا ہے ؎

محمد مصطفیٰ کے نام کو وردِ زباں کرلوں
میں اپنے بس میں اس تسبیح سے دونوں جہاں کرلوں
جمالِ احمدِ مرسل کا ہر جا تذکرہ کرکے
مکمل اپنی ساری زندگی کی داستاں کرلوں
یہی پہچان ہے میری یہی نام ونشاں میرا
محمد ہی کی نسبت سے میرا نام ونشاں کرلوں

بلندی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی بھلا جامؔی
زمینِ دل کو ذکرِ مصطفیٰ سے آسماں کرلوں

اور ایک مقام پر آپ نے دس اشعار اس طرح بیان کئے ہیں ۔

آپ کی چشمِ کرم میری نگہبان رہے
لاکھ منجدھار رہے لاکھ ہی طوفان رہے
آپ سے عہد رہے آپ سے پیمان رہے
آپ کا ہو کے رہوں بس یہ میری شان رہے
غیر ممکن ہے کہ اس بات کا امکان رہے
آپ کا ہو کے بھلا کوئی پریشان رہے

حضرت جامؔی نہ صرف عاشقِ رسولؐ تھے بلکہ عاشقِ اہل بیت بھی تھے حضرت کے اس کلام میں نواسۂ رسول سے آپ کی والہانہ محبت ظاہر ہوتی ہے ۔

حق بات کا اظہار حسین ابن علی ہیں
ہر بزم ہر بار حسین ابن علی ہیں

اہل بیت سے محبت کو عین ایمان قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں ۔

ایمان کا اقرار حسین ابن علی ہیں
ہر جھوٹ سے انکار حسین ابن علی ہیں
جو معرکہ حق و صداقت ہے جہاں میں
اس کے سپہ سالار حسین ابن علی ہیں
اس جھوٹ کی دنیا میں ہر ایک سمت سے جامؔی
بس سچ کے طرف دار حسین ابن علی ہیں

حضرت جامؔی اولیاء اللہ سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے کیونہ ہو آپ نسلاً حضرت جنیدی بغدادی کے خانوادے سے تھے اللہ والوں سے محبت آپ خون کا ایک حصہ تھا۔ حضرت جامؔی کو صاحب طریقت کہوں تو بے جا نہ ہوگا جہاں وہ دنیائے ادب کے ہر شعبہ میں طبع آزمائی کی ہیں وہیں دین اسلام کے ہر معطر پھولوں کو بھی جمع کر کے تشنگانِ عرفان میں پھیلائے ہیں ۔

رات دن آباد ہے میخانہ ان کے نام کا
معرفت کے جام والے خواجہ اجمیر ہیں

جہاں آپ نے مسجد مدرسہ نماز روزہ اور توبہ ہر اس کی حقانیت کو بیان کیا ہے وہیں خانقاہوں کی افادیت کو بھی پوری آب وتاب کے ساتھ بیان کرتے ہوئے خانقاہی نظام کی نہ صرف وکالت کی بلکہ خانقاہی نظام کو رائج کرنے پر زور دیا ہے ۔

اسلام کی سلامت محفوظ ہے یہاں
مسلم کی تربیت کی جگہ خانقاہ ہے
مضبوط ہوتی جاتی ہے بنیاد دین کی
نکلے یہاں تپ کے وہی سربراہ ہے

آخری مصرع میں حضرت جامؔی نے حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے ساری دنیا کو یہ پیغام دیا ہے، قوم ملت کا سربراہ وہی ہوسکتا ہے جو خانقاہوں کی تربیت سے تپ کر کندن نہ بن جائے آج دنیا کو ایسے ہی سربراہوں کی ضرورت ہے جن کی تعلیم وتربیت مدارس کے ساتھ خانقاہوں میں کی گئی ہو۔ حضرت جامؔی کا کلام رہتی دنیا تک پڑھا اور سنا جائے گا۔ یقیناً ان کے کلام سے پڑھنے اور سننے والوں کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہو جائے گا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت جامؔی کے لکھے ہوئے نعتیہ مجموعہ کلام ''محمد مصطفیٰؐ میرے'' سے نہ صرف مغفرت بلکہ آپ کے درجات بلند ہوں گے۔

ڈاکٹر عبد القدوس صدر شعبۂ اردو۔ گورنمنٹ ڈگری اینڈ پی جی کالج حسینی علم، حیدر آباد، تلنگانہ

جہانِ اطفال پر ایک نظر

بزرگ استاد شاعر عبدالرحمٰن جامیؔ بچوں کے ان شعراء کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہیں جنھوں نے بڑوں کی شاعری میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کی اہمیت وذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے بچوں کے لیے شاعری کی ہے۔ بڑوں کی شاعری میں وہ نہایت اعلیٰ مقام اور بزرگ استاد شاعر کی حیثیت سے حیدر آباد میں مشہور ہیں ۔

نام پر رحمٰن جامی کے سبھی
لوگ کہتے ہیں میاں استاد ہیں

ان کی شاعری نصف صدی پر محیط ہے ۔اب تک ان کی شاعری کے بارہ مجموعے شائع ہو کر اہلِ نقد و ادب سے خراجِ تحسین وصول کر چکے ہیں، ان کی غیر معمولی شعری خدمات کے صلے میں متحدہ آندھرا پردیش اردو اکیڈمی کا سب سے باوقار اعزاز مولانا ابوالکلام آزاد ایوارڈ سے انہیں سرفراز کیا گیا۔ حیدرآباد میں ان کے شاگردوں کی تعداد سیکڑوں میں ہے، جس طرح صفی اورنگ آبادی نے اپنے شاگردوں کی کثیر تعداد چھوڑی اور ایک نیا دبستان ''دبستانِ صفی'' کے نام سے وجود میں آیا۔ اسی طرح مستقبل میں ان سے استفادہ کنندگان اور فیض یافتگان کی بدولت ایک نیا دبستان وجود میں آسکتا ہے۔

۱۹۹۸ء میں حیدرآباد کی صحافت میں روزنامہ منصف کی نشاۃ ثانیہ کی وجہ سے ایک انقلاب آیا۔ روزنامہ منصف نے ہر روز اخبار کے ساتھ الگ الگ صنف پر ایک ضمیمہ شائع کرنا شروع کیا۔ پیر کے دن بچوں کا ضمیمہ گلدستہ شائع ہونا شروع ہوا۔ روزنامہ سیاست نے بھی ہر روز ضمیمہ شائع کرنا شروع کیا اور ہفتہ میں ایک دن بچوں کا صفحہ نکالنا شروع کیا۔ سیاست کے سابق جوائنٹ ایڈیٹر محبوب حسین جگر مرحوم نے بچوں کا صفحہ کے لیے جناب عبدالرحمٰن جامی صاحب سے بچوں کے مناسب حال نظمیں لکھنے کا معاہدہ کیا تھا۔ ۱۹۹۸ء سے وہ سیاست کے ننھے قارئین کے لیے نظمیں لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے معاہدہ کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے بچوں کی نظمیں کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

چند سال قبل جامی صاحب نے راقم الحروف کو بچوں کی نظمیں مرتب کرنے کی اجازت دی۔ میں نے اسے اپنے لیے سعادت سمجھا اور ان کی ڈائریوں سے نظمیں نقل کرنا شروع کیا۔ اسی طرح تقریباً سوا سو نظمیں اور چند قطعات جمع ہو گئے۔

جامی صاحب کو بچوں کے جذبات ونفسیات کو سمجھنے اور ان کو ادا کرنے پر بڑی قدرت ہے، تب ہی تو انہوں نے نظم ,,مارنے والی ٹیچر،، جیسی نظموں میں اسکولی بچوں کے جذبات کو من وعن بیان کر دیا ہے۔

ہمارے یہاں اب بچہ کا تصور طالب علم کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ تین سال کے شیر خوار کو اسکول میں

شریک کردیا جاتا ہے،اسکول جانے والا بچہ ہی نظم پڑھ کر یا سن کر سمجھ سکتا ہے اس لیے شاید جامی صاحب نے اسکول کے شب وروز، آمدورفت،اسکول کی اشیاء، اسکول کی معلمات،آیا، چپراسی، ڈرل ماسٹر، ڈرائنگ ٹیچر وغیرہ وغیرہ پر بے شمار نظمیں لکھی ہیں اور اسکول سے متعلق شاید ہی کوئی عنوان ان کی نظر سے اوجھل رہا ہو۔ چند عنوانات ملاحظہ ہوں:

اسکول بس، پہلا پیریڈ، بلیک بورڈ، اسپیشل کلاس، اسکول یونیفارم، رپورٹ کارڈ، ٹیچر کی سزا، بنا میدان اسکول، مارنے والی ٹیچر، اسکول کا رکشہ والا، توشہ دان، بک کور، نئی کلاس میں داخلہ، پرانا اسکول، اسکول بیاگ، استاد، ٹیچر، طالب علم ہوں، اسکول ہے ہمارا، ہوم ورک، اسکول کا بستہ، ٹفن، پنسل ربر کاپی، حاضر باشی، استاد وشاگرد، اسکول ڈے، اسکول ماسٹر، بہترین دوست، کلاس روم، لائبریری، ڈائری، اسکول کا چوکیدار نیا قلم، میرا قلم، چھٹی کا دن، نوٹس بورڈ، اسکول کا پہلا دن، اسکول کا گیٹ، اسکول کی اسمبلی، چھٹی کی گھنٹی، آئی ڈی کارڈ، ڈسٹر، چاک پیس، بلیک بورڈ، نقل مت کرو، حاضری رجسٹرڈ، سرکاری اسکول وغیرہ۔

ان کی ایک نظم: ,,اسکول ہے ہمارا،، بہت ہی آسان، مترنم اور بچوں کی زبان پر آسانی سے چڑھ جانے والی نظم ہے:

کس درجہ پیارا پیارا اسکول ہے ہمارا
سب کی نظر کا تارا اسکول ہے ہمارا
اسکول میں ہمارے پڑھتے ہیں جو بھی بچے
ان کی سمجھ کا دھارا اسکول ہے ہمارا
ٹیچر پڑھا رہے ہیں لکھنا سکھا رہے ہیں
تعلیم کا نظارہ اسکول ہے ہمارا
جو کچھ کتاب میں ہے تعلیم کا خزانہ
دیتا ہے علم سارا اسکول ہے ہمارہ

واقعی اس نظم کو پڑھ کر بچوں کو اسکول سے دلی محبت اور رغبت پیدا ہوگی، میرے ناقص مطالعہ کے مطابق جامی صاحب سے زیادہ کسی شاعر نے اسکول اور اس کے متعلقات پر نظمین نہیں کہی ہوں گی، ان کی تقریباً ڈیڑھ سو نظموں میں سے ایک تہائی نظمیں اسکول سے متعلق ہیں۔

اسکول وقت پر پہنچنے میں جو چیزیں معاون ہیں۔ جیسے صبح سویرے اٹھنا، رات کو جلد سونا اور صبح ناشتہ کرنا اور ٹفن ساتھ لے جانا، ان ساری چیزوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ شاعر نے ان ساری چیزوں کو شاید اس لئے نظم کیا ہے کہ بچوں کو اسکول کے ماحول اور اسکول سے متعلق ساری چیزوں سے انسیت، محبّت اور رغبت ہو اور وہ دن رات تعلیم میں مصروف رہ کر بری صحبتوں اور سماجی برائیوں اور آلودگیوں سے بچے رہیں۔ چنانچہ وہ اسپیشل کلاس اور سمر کیمپ کی اہمیت وافادیت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں تا کہ اسپیشل کلاس میں درس کی تفہیم اور امتحان کی تیاری میں آسانی ہو اور سمر کیمپ میں شریک ہو کر تیراکی وغیرہ سیکھنے کے ساتھ ،اردو ، تیلگو اور دینیات کی تعلیم حاصل کرسکیں، جو انگلش میڈیم مدارس میں سیکھنے سے رہ گئے ہیں:

سیکھیں گے تیراکی بھی
کام کریں گے باقی بھی
اردو بھی سکھیں گے ہم
تلگو بھی سیکھیں گے ہم
پھر سب کو سکھلائیں گے
سمر کیمپ میں جائیں گے

دنیا کو بھی جانیں گے
دین کو بھی پہچانیں گے
کچھ بن کر دکھلائیں گے
سمّر کیمپ میں جائیں گے

تعلیم کے ساتھ ساتھ بچوں کو تفریح اور کھیل کود کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ جامی صاحب نے تفریح اور کھیل کود سے متعلق بھی نظمیں کہیں ہیں۔ جیسے صبح کی سیر، چاکلیٹ کا ڈبہ، پتنگ، کرکٹ، ورلڈ کپ، کھیل کا میدان، مرغ کی بانگ، چھٹی کا دن، نظم: ,,صبح کی سیر،، میں شاعر نے صبح کے وقت کی خوب صورت منظر کشی کی ہے اور اس کے فائدے بیان کیے ہیں۔

تازہ ہوا کے جھونکوں سے دل شاد ہوگیا
یادوں سے دل کا خانہ بھی آباد ہوگیا
گویا پرندہ پنجرے سے آزاد ہوگیا
ہرسمت چہچہوں سے یہ آباد ہے جہاں
کیسی حسین صبح کی یہ سیر ہے میاں

جامی صاحب نے بچوں کو ہمہ جہت موضوعات پر نظموں کا تحفہ پیش کیا ہے۔ ان کی نظموں کے عنوانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بچوں کی ہمہ جہت ترقی اور ہمہ جہت معلومات اور تربیت کے مقدس فریضہ کو ادا کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، اس لیے ان کی نظموں میں جہاں جدید ایجادات، جدید ذرائع مواصلات اور عصری ٹکنالوجی پر نظمیں ہیں وہی دینی و دنیوی، اخلاق وسماجی، معاشرتی، معلوماتی، تفریحی اور طنزیہ نظمیں بھی ہیں۔

جدید ذرائع ابلاغ ومواصلات اور عصری ٹکنالوجی پر ان کی نظموں کے عنوان مندرجہ ذیل ہیں: انٹرنیٹ، کمپیوٹر، ہوائی جہاز، عصری ٹکنالوجی، ٹیلی فون، سیل فون، ریل گاڑی، اور ریل کا ڈبہ وغیرہ۔ نظم: ,,عصری ٹکنالوجی،، کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

اب تو ہردم کام آتی ہے عصری ٹکنالوجی
ڈولپمنٹ کے گن گاتی ہے عصری ٹکنالوجی
بن بادل برسات بھی اس سے سنتے ہیں ہوتی ہیں
کھیتوں میں پانی پانی ہے عصری ٹکنالوجی

ان کی نظم: ,,کمپیوٹر سیکھیں،، بڑی ہلکی پھلکی اور آسان بحر میں ہے، بچوں کی زبان میں کمپیوٹر جیسے جدید موضوع پر نظم لکھنا مہارتِ فن کی دلیل ہے:

دین کی باتیں گھر گھر سیکھیں
علم جہاں ہو جا کر سیکھیں
علم کے سارے منتر سیکھیں
آؤ ہم کمپیوٹر سیکھیں
کمپیوتر کی بات نرالی
اس کا ہرایک کام ہے عالی
یہ ہے زمانہ کمپیوٹر کا
گاؤ ترانہ کمپیوٹر کا

جناب جامی صاحب دین وشریعت کے پابند مخلص مومن ہیں۔ وہ بچوں کو دین ومذہب کی اچھی باتیں اور اخلاقی تعلیم وتربیت سے کیوں کر محروم رکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے بچوں کو حمد، نعت، عقیدۂ آخرت، توبہ، خوفِ خدا، عبادت، وضو، نماز، قرآن، روزے، قربانی، اعتکاف، تہجد، مسجد، دینی مدارس اور خانقاہ وغیرہ سے بخوبی واقف کرایا ہے۔ حمد کے چند اشعار پیش ہیں، جس میں شاعر نے بہت ہی آسان، رواں اور سبک الفاظ میں اللہ

تعالیٰ کی تعریف اور اس کی محبت اور پیار کا ذکر کیا ہے ۔

سب کا پالن ہار خدا ہے
یاروں کا اک یار خدا ہے
دل دیتا ہے پیار جتانے
پیارا ہے اور پیار خدا ہے
چاہت ہی ہے اس کی عادت
چاہت کا اقرار خدا ہے

جامی صاحب مہمان، خدا کی شان، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا ادب، سچائی ، محبت ،ماں باپ کی اطاعت، عید کا جوڑا جیسی اخلاقی نظموں میں اعلیٰ اخلاقی نمونے پیش کئے ہیں۔

اسی طرح شاعر نے بھیا، بھائی، دلہا بھائی، آپا، بہن ، بھائی وغیرہ جیسی نظمیں لکھ کر رشتہ کی اہمیت وعظمت ،محبت وشفقت اور ادب احترام کا درس دیا ہے۔ ان کی نظم آپا بھی چھوٹی بحر میں بڑی ہلکی پھلکی ،دلچسپ اور ادب وسلیقہ شعاری سے معمور نظم ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں ۔

بڑی ہی پیاری آپا ہیں
بڑی ہی اچھی آپا ہیں
کبھی انگلش پڑھاتی ہیں
کبھی اردو سکھاتی ہیں
سبھی کاموں میں امی کے
وہ ہاتھ اپنا بٹاتی ہیں
سلانے رات میں ہم کو
کہانی بھی سناتی ہیں
کمر میں گد گد ی کرکے
بہت ہم کو ہنساتی ہیں
ہمیں ملنے ملانے کا
سلیقہ بھی سکھاتی ہیں

اسی طرح قومی یکجہتی، قومی تہوار، معلوماتی اور سماجی موضوعات پر حاجی صاحب نے مندرجہ ذیل نظمیں تحریر کی ہیں:

پندرہ اگست، ۲۶رجنوری، عیدملاپ، امداد باہمی، تحفہ کیا ہے، باغِ عامہ، دست کاری، مزدور، بوسٹ میاں، محلے کا لیٹر باکس اور اخبار وغیرہ۔

جامی صاحب کو طنز ومزاح سے بھی دلچسپی ہے،اس مجموعہ میں شامل کئی نظموں میں عصرِ حاضر کے مسائل پر طنزیہ انداز میں اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ جیسے حیدرآباد ہوگا سنگاپور، متعصب لیڈر، سرکاری اسکول، بنا میدان اسکول، نیا جوتا، پرائیویٹ اسپتال، کرپشن، سالگرہ اور ٹی وی وغیرہ جن میں زیادہ تر بڑوں کی زبان استعمال کی گئی ہے اور مسائل بھی بڑوں سے متعلق ہیں۔البتہ بعض نظمیں ایسی بھی ہیں جن میں مسائل تو بڑے کے ہیں لیکن زبان بچوں کی ہے اور فصاحت سے پُر ہے، جیسے نظم: متعصب لیڈر، میں بڑے جارحانہ انداز میں غنڈہ صفت لیڈر کے کالے کرتوت بیان کئے گئے ہیں، شاید اس نظم کے ذریعہ شاعر بچوں کو ان غنڈہ صفت عناصر سے چوکس رہنے اور صالح انقلاب کی دعوت دینا چاہتا ہے۔دو بند ملاحظہ ہوں ۔

اے شمعِ وطن کے متوالو
میں کون ہوں مجھ کو پہچانو
یہ گھر ہمارے جلواتے ہیں
یہ سامان سب لٹواتے ہیں

پھر دنگے بھی کرواتے ہیں
ہاں پولس کی نگرانی میں
سر لوگوں کے کٹواتے ہیں
شرماؤ مجھ سے شیطانو
میں کون ہوں مجھ کو پہچانو
سب جھگڑے میرے اپنے ہیں
سب گھپلے میرے اپنے ہیں
سب لہجے میرے اپنے ہیں
یہ خاص جتن سے پالے ہیں
سب غنڈے میرے اپنے ہیں

میں مزید اشعار نقل کر کے مقدمہ کو طول دینا نہیں چاہتا ہوں۔ نظمیں پڑھ کر آپ خود فیصلہ کریں گے کہ جامی صاحب نے بڑوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے لیے بھی کامیاب شاعری کے نمونے پیش کیے ہیں اور بچوں کی شاعری میں بھی فصاحت وبلاغت، روانی وترنم، بچوں کے ذوق وپسند، ان کی نفسیات وخواہشات اور ان کے جذبات ورجحانات کا خیال رکھتے ہوئے اپنی انفرادیت کا ثبوت دیا ہے۔

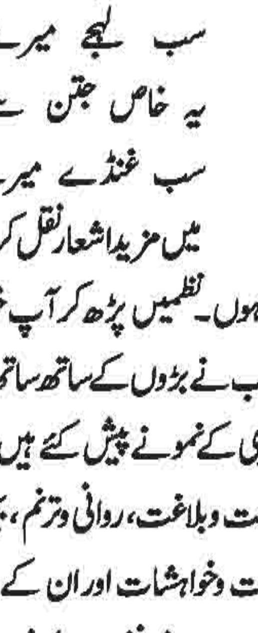

پروفیسر مظفر شہ میری اردو انمول رتن ایوارڈ سے حضرت رحمٰن جامی کو سرفراز کرتے ہوئے

ولی محمد زاہد ہریانوی۔ عثمان ساگر روڈ، حیدرآباد

اظہارِ غم"

سُخن کی کان تھے رحمٰن جامی
دکن کی شان تھے رحمٰن جامی

کیا ہے نام روشن ہر قدم پر
ادب کی آن تھے رحمٰن جامی

بیاں کرتے تھے دل کی بات دل سے
علوئے شان تھے رحمٰن جامی

لگا لیتے تھے ہم کو وہ گلے سے
ہماری جان تھے رحمٰن جامی

بھلائی کی اُنھوں نے ہر قدم پر
بھلے انسان تھے رحمٰن جامی

کہیں دل دُکھ نہ جائے کوئی مجھ سے
یہ رکھتے دھیان تھے رحمٰن جامی

کروں خدمت تو بس اردو ادب کی
لئے ارمان تھے رحمٰن جامی

عطا کردے ہمیں بھی تو خدایا
لئے جوگیان تھے رحمٰن جامی

غزل کہتی ہے اے زاہد دکن میں
مری پہچان تھے رحمٰن جامی

محبوب خان اصغر۔حیدرآباد

رہنے کو سدا دہر میں آتا نہیں کوئی آہ..........رحمٰن جامی

حیات انسانی کے فکری نظام میں انسان دوستی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جس کی شخصیت اس وصف سے متصف ہوتی ہے وہ اپنی گفتگو اور تحریروں سے محبت اور اخوت کے چراغ روشن کرتا ہے۔ پھر وہ رہے یا نہ رہے گفتگو کا اثر اور تحریروں کی روشنی باقی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج حضرت رحمٰن جامی نہ ہونے کے باوجود اپنی موجودگی کا احساس دلا رہے ہیں۔

محمد عبدالرحمٰن جنیدی نقشبندی المعروف رحمٰن جامی 8/ اکتوبر 1934ء کو ضلع رائچور میں پیدا ہوئے تھے، والد کا نام مولوی قاری شیخ محمود صاحب تھا۔ والدہ محترمہ دیندار راسخ العقیدہ اور صدر معلّمہ تھیں۔ ان ہی کی آغوش جامی کی پہلی درسگاہ رہی، جہاں علم و دانش اور حکمت کی روشنی ملی۔ جامی اپنے عہد کے ترجمان اور عکاس ہی نہیں تھے بلکہ ایک مفکر بھی تھے۔ ان کی شاعری میں ایک پیام ملتا ہے۔ انہوں نے وطنیت، محبت، سیاست اور ہندو مسلم اتحاد کے گیت گائے ہیں۔ انہیں عوام سے ہمدردی اور ان کے مسائل سے دلچسپی تھی، جنہیں حل کرنے میں انہیں لطف آتا تھا۔ وہ آسان اور سہل لفظوں میں بات کہنے کے عادی تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کو ثقیل الفاظ سے چیستاں نہیں بنایا۔ ان کے بے شمار شاگرد تھے۔ جنہیں وہ فن شاعری کے رموز سکھاتے تھے۔ امجد حیدرآبادی اکثر ان کے مطالعہ میں رہتے تھے۔ جامؔی صاحب کو امجد کا فکری مآخذ بہت متاثر کرتا تھا۔ امجد کی رباعیات میں پوشیدہ مفاہیم کی وسعت اور گہرائی نے جامی صاحب کو اس قدر متاثر کیا تھا کہ وہ امجد کے بغیر گزارا نہیں کر سکتے تھے۔ امجد کی رباعیات کو کاتب سے لکھوا کر فریم کروایا اور اپنے کمرے کی دیواروں پر آویزاں کیا تھا۔ ان کے ریڈنگ روم میں بلیک بورڈ لازمی طور پر ہوا کرتا تھا۔ طلباء کو درس دیتے اور شاعری سے متعلق اہم باتیں بتلاتے یا شعر کی تقطیع کرتے تو بورڈ کا سہارا لیتے اور اس انداز سے تفہیم کرتے کہ بات ذہن نشین ہو جاتی تھی۔ جامؔی کی شاعری میں کشادہ دلی اور روشن دماغی دکھائی دیتی ہے۔ خلوص اور سچائی نظر آتی ہے۔ کہیں کہیں فکر و خیال کی گہرائی متاثر بھی کرتی ہے۔ انہوں نے شاعری کا آغاز رومانیت سے کیا تھا اور آخری وقت تک اسی جذبے کے تحت ان کا تخلیقی سفر جاری رہا۔ ظرافت اور خوش طبعی ان کے مزاج کا حصہ تھی۔ نئی نسل کی مادری زبان سے دوری پر وہ وسیع ذہن کے ساتھ غور کیا کرتے تھے، اور سرپرستان کو توجہ دلانا اپنا فرضِ عین سمجھتے تھے۔

جامؔی صاحب شعری محفلوں میں کم کم ہی جایا کرتے تھے۔ منتظمین کا اصرار بڑھ جاتا تو پوری شان اور تہذیب کے ساتھ وارد ہوتے تھے۔ مصافحہ اور معانقہ کے لئے خود پہل کرتے تھے۔

اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لئے جامی صاحب کی خدمات اس قدر کثیر ہیں کہ دم آخر تک انہوں

نے اپنے دل و دماغ اور زبان وقلم کو زبان کی بقاء کے لئے وقف کررکھا تھا۔ ہمیشہ ہی ان کے کمرے میں ان کے تلامذہ موجود رہا کرتے تھے۔ محلے کی تین مساجد سے ان کی وابستگی رہی۔ انتقال سے چند روز قبل تک بھی وہ ہل کالونی میں اونچائی پر واقع مسجد میں نماز کی ادائیگی کے لئے کئی زینے طے کرتے ہوئے جاتے۔ میں نے کہا بھی تھا کہ حضرت گھر پر نماز پڑھ لیں۔ کہتے ''اس عمل پر جونیکیاں ملیں گی' آنکھیں بند ہونے کے بعد اس کا پتہ چلے گا''۔ کتاب و سنت پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے سبب ان کے اندر فراست اور روشنی پیدا ہوگئی تھی۔

نثر ہو کہ نظم جامی صاحب کا اسلوب سلیس اور سادہ تھا۔ گفتگو میں بھی وہ آسان الفاظ کا ہی استعمال کرتے تھے۔ حفظ مراتب کا انہیں خاص خیال رہا۔ اپنے سے چھوٹوں سے بات کرتے تو اخلاقی، اصلاحی اور مذہبی موضوعات کو ترجیح دیتے تھے۔ ہم عمر و ہم عصر سے بات کرتے تو ادبی، تاریخی، تنقیدی، سیاسی، معاشرتی موضوعات کو اٹھاتے۔ بہر حال سادگی، سلاست، روانی، بے تکلفی اور بے ساختگی کو اختیار کرتے تھے۔ ہر دو صنف میں خطیبانہ اور ناصحانہ انداز واضح طور پر دکھائی دیتا تھا۔ ان کی شخصیت میں ایک خاص طرح کا رکھ رکھاؤ تھا۔ شاذ تمکنت اور راشد آذر کے وہ ہم منصب اور ہمعصر تھے۔ شاذ کے انتقال کے بعد ملک بھر میں اور بیرون ملک حیدرآباد کی نمائندگی کرتے رہے۔ جامی حیدرآباد کی تہذیب کی علامت تھے۔ کسی بھی کام سے گھر سے باہر نکلتے یا مسجد کو جاتے، ادبی جلسوں یا مشاعروں میں جاتے تو رومی ٹوپی، شیروانی اور پاجامہ پہنتے تھے۔ ہر ایک کو گلے سے لگاتے، شفقت اور محبت سے بات کرتے، احوال دریافت کرتے، ان میں وضع داری تھی، پابند ڈسپلن تھے۔ انہیں دیکھنے والے کا ذہن سادگی اور حیدرآباد کی خاص تہذیب کی طرف خود بخود ہی منتقل ہو جاتا تھا۔

ریاستی حکومت نے انہیں مولانا آزاد ایوارڈ سے سرفراز فرمایا تھا۔ بیرونی دورے کیے تھے، بیرون ملک کے علاوہ اضلاع میں اور حیدرآباد کے بڑے مشاعروں میں شرکت کرتے تھے۔ آخری دنوں میں ان کی حیثیت ایک مصلح اور مبلغ کی سی ہوگئی تھی۔ اور اس عمل کو ایک فرض عین تصور کرنے لگے تھے۔ متانت اور سنجیدگی کے ساتھ مصلحانہ گفتگو میں اثر آفرینی در آئی تھی۔ بغیر دلیل کے گفتگو نہ کرتے تھے، نہ کسی سے سننے کے روا تھے۔ ادبی حسن ہمیشہ ان کے پیش نظر رہا۔ ''کبھی کسی کو مکمل جہاں نہیں ملتا'' کے مصداق خالق کائنات نے انہیں لاولد ہی رکھا اور انہیں اس بات کا کبھی بھی ملال نہیں رہا بلکہ وہ اسے مشیت خدا کہتے تھے۔ بھتیجی کو گود لیا تھا جو اپنے شوہر کے ساتھ بیرون ملک مقیم ہے۔ نواسی کو بے انتہا چاہتے تھے۔

جامی صاحب نے ستاسی بہاریں دیکھی تھیں، عمر کی اس منزل میں پہنچ کر انسان کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں، مزاج میں اعتدال باقی نہیں رہتا اور وہ مختلف امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن جامی صاحب کبر سنی کے سبب کمزور ضرور ہو گئے تھے مگر مزاج کا اعتدال باقی تھا۔ انہیں کوئی مرض بھی نہیں تھا۔ انتقال سے کچھ دیر پہلے بھی وہ اپنے شاگردوں سے باتیں کرتے رہے۔

کسی بھی شخص کے انتقال کا ملال ہمیں اس لئے ہوتا ہے کہ ایک لائق انسان ہمارے درمیان نہیں رہا۔ انسان مدح

سرائی کے لئے پیدا نہیں ہوتا۔ اور ہم مدح سرائی پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی ہوں کہ ظفر احمد صدیقی، خان لطیف خان ہوں کہ عارف الدین، راحت اندوری ہوں کہ مظفر حنفی، اسرار جاہی ہوں کہ رحمٰن جامی، حسن چشتی ہوں کہ مجتبیٰ حسین یا شکیب ہر بڑا آدمی قابل تقلید ہوتا ہے اور ہم تقلید کی زحمت اٹھانا گوارہ نہیں کرتے۔ بغیر تقلید کے مدح سرائی پوجا کے مترادف ہے۔ اور معاشرے میں یہ روش اچھی نہیں ہے۔ کسی ادیب، شاعر، صحافی یا ناقد کی موت پر ملال کا اظہار اور مغفرت کی دعا کرنا مستحسن ہے مگر تقلید بھی ضروری ہے۔ مرجانے والا آخری نہیں ہوتا، ایک سلسلہ ہوتا ہے۔ اس کے کام پر سنجیدگی سے غور کرنے اور تقلید کر کے اس جیسے بننے کی ضرورت ہے، تاکہ سلسلہ ختم نہ ہو۔ سلسلہ چلتا رہے۔ فاروقی، جامعی، جامی، چشتی، حنفی، راحت، لطیف، عارف، شکیب اور مجتبیٰ حسین پیدا ہوتے رہیں اور ہماری ان سے تعزیت اور عقیدت بے معنی نہ رہے۔

چہارشنبہ 19 جنوری 2021ء کی صبح چار بجے جامی صاحب نے آخری سانس لی۔ مرادنگر میں واقع چھوٹی مسجد میں بعد عصر نماز جنازہ پڑھائی گئی اور شانتی نگر مسجد عالمگیر سے متصل قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ جس میں احقر کے علاوہ صلاح الدین نیرؔ، رحمت یوسف زئی، مصحف اقبال توصیفی، محمد عبدالرحیم خان اور ظہور اللہ شریک تھے۔ ان کے علاوہ دوست احباب اور تلامذہ کی کثیر تعداد کی موجودگی میں جامی صاحب کو سپرد خاک کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ آمین۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

ظہیر بابیار۔ کرناٹک

حضرت عبدالرحمٰن جامؔی کے سانحۂ ارتحال پر

غزل کے تھے استاد رحمٰن جامؔی
تم آتے ہو اب یاد رحمٰن جامؔی
کھلاتے تھے اشعار کے پھول ہردم
بہاروں کی تھی یاد رحمٰن جامؔی
کبھی ان کو مایوس ہم نے نہ دیکھا
سدا رہتے تھے شاد رحمٰن جامؔی
نہیں داد پائی فقط دوستوں سے
دی دشمن نے بھی داد رحمٰن جامؔی
زمانے سے خوش تھے مگر گاہے گاہے
اٹھاتے تھے بیداد رحمٰن جامؔی
تمہیں بھولنا کوئی آسان نہیں ہے
کریں گے سبھی یاد رحمٰن جامؔی
تمہاری غزل گوئی بھی ہائے ہائے
پریشاں ہے نقاد رحمٰن جامؔی
جو بابیارؔ جامی سے کوئی ملا ہے
ہوا ہے وہ آباد رحمٰن جامی

ڈاکٹر عائشہ بیگم۔ اسسٹنٹ پروفیسر، اُردو گورنمنٹ ڈگری کالج ظہیر آباد، ضلع سنگاریڈی، ریاست تلنگانہ

محبِ رسولؐ حضرت رحمٰن جامی مرحوم

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

نعت لکھنے کے لیے آنحضرت ﷺ سے محبت ضروری ہے نعت گوئی کے میدان میں وہی لوگ سرخرو ہو سکتے ہیں جن کے دل عشقِ رسول سے معمور ہیں اور روح کی گہرائیوں کے ساتھ اقرارِ محبت کرتے ہیں اور جذبات پر قابو رکھ کر احتیاط و اعتدال سے کام لیتے ہوئے نعت کے غنچوں کو خونِ جگر سے سینچتے ہیں۔ درحقیقت شاعر کے دل کی حقیقی محبت کا اظہار اسکے نعتیہ کلام سے ہوتا ہے جس میں سوز و گداز پایا جاتا ہے۔ جو کہ کسی عاشقِ رسولؐ کے عشقِ حقیقی کی اصل پہچان ہے۔

نعت کے لوازمات میں حضورِ اکرم ﷺ سے عشق و محبت کو بنیادی درجہ حاصل ہے نعت گو شعرا کو آنحضرت ﷺ سے عقیدت و محبت ہونی چاہیے۔ بقول حفیظ جالندھری " محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے۔" (نقوشِ رسول نمبر مدیر میاں محمد طفیل ماہنامہ نقوش پاکستان جلد دہم ص ۲۶)

نعت کے لغوی معنی کسی کے وصف کو نمایاں کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحاً اس لفظ کو آنحضرت ﷺ کی مدحت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ نعت کے سننے کے ساتھ ہی ذہن فوری طور پر رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف کی طرف رجوع ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں مختلف حضرات نے نعت گوئی کی تعریفیں کی ہیں۔

'نور اللغات' میں مولوی نور الحسن نیر نے نعت کی تعریف اس طرح کی ہیکہ لفظ نعت بمعنی مطلق وصف ہے۔ لیکن اس کا استعمال آنحضرت ﷺ کی ستائش و ثناء کے لیے مخصوص ہے۔ نعتیہ صفت وہ نظم جو نعت میں ہو۔ لغتِ کشوری' میں نعت بمعنی تعریف، صفت، تعریف کرنا۔ خاص کر صفتِ رسولؐ اللہ کے ہیں، اسی طرح فیروز اللغات میں نعت کے معنی مدح، ثنا، تعریف و توصیف، رسول اللہ ﷺ کی شان میں مدحیہ اشعار۔ مذکورہ تعریفوں کے پیشِ نظر نعت کے معنی آپ ﷺ کی منظوم انداز میں تعریف و توصیف کے ہیں۔ جس میں نہ صرف آپؐ کے ظاہری و باطنی محاسن کا اظہار ہے بلکہ ذاتِ اقدسؐ کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا ہے

نعت گوئی کے اصول و فنی خصوصیات کو ملحوظِ خاطر رکھنے والے ناموں میں اہم نام محترم محمد عبدالرحمٰن، بنام قلمی رحمٰن جامی ہیں جو کہ اُردو کے ایک مشہور و مقبول شاعر تھے۔ ان کی پیدائش 8 اکتوبر 1934ء کو رائچور میں ہوئی۔ آپ کے والد قاری شیخ محبوب سلسلۂ نقشبندی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ چند ماہ ہی کے تھے کہ والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ کی سگی پھوپی نے آپ کی پرورش و پرداخت کی۔ وہ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے وجہ سے سب میں مشہور تھے چنانچہ پانچویں جماعت سے ہی انہوں نے شعر گوئی کی مشق

شروع کردی۔ ابتداء میں وہ ترقی پسند شعراء سے متاثر رہے لیکن بعد میں اپنی الگ پہچان بنالی وہ برسوں یار جامعی کے نام سے لکھتے رہے تاہم بعد ازاں وہ متواتر مشوروں سے یار جامعی کے تخلص کو ترک کر کے رحمٰن جامی جیسے قلمی نام سے مشہور ہوئے۔ رحمٰن جامی کے یوں تو بہت سے شاگرد رشید ہیں جن میں محمد یٰسین ہابیل قابلِ ذکر شاگرد ہیں جنہیں آپ سے بار بار شرفِ باریابی حاصل رہی ہے۔ چنانچہ آپ نے رحمٰن جامی کے سانحہٗ ارتحال پر یکم فروری کے روزنامہ رہنمائے دکن میں جامع انداز میں تعزیتی بیان شائع کیا ہے۔

ملازمت کے دوران عبدالرحمٰن جامی کو مختلف مقامات کے سفر کا موقع ملا چنانچہ وہ مختلف مقامات میں مختلف عہدوں پر متعین ہوتے رہے۔ لیکن سکندرآباد میں بہ حیثیت آفس مینجر کم اکاؤنٹٹ کوالٹی ڈائرکٹر سات سالہ خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد انہوں نے مینیجر دی کمرشیل کیمیکل کمپنی انڈیا پرائیویٹ لیمیٹڈ میں دس سال اور ڈیفنس مینٹل ورکس میں بہ حیثیت مینیجر بائیس سال خدمات انجام دیں۔

آپ کی تصانیف کی تعداد کافی طویل ہے۔ جن میں جامِ انا (غزلوں کا مجموعہ) قسطاط (مجموعہ اصنافِ سخن)، ارغن (اصنافِ شاعری)، سبو، میکدہ، بیخودی (عنفوانِ شباب پر مشتمل غزلیں، دوآبہ، کیف، نشہ اور سرور وغیرہ قابلِ ذکر مجموعہٗ کلام ہیں۔ ان کی تقریباً تمام اصنافِ سخن پر انعامات سے نوازا گیا۔ یونٹی آنر ایوارڈ 1990 بیسٹ یونٹ ایوارڈ 1996 کے ذریعہ ان کی خدمات کو سراہا گیا۔ (شخصی ملاقات از رحمٰن جامی 25 اپریل 2008)

رحمٰن جامی مختلف علمی و ادبی اداروں سے وابستہ رہے۔ ان کی یہ ادب دوستی ہی تھی کہ وہ نہ صرف شاگردوں کو اصلاحِ شعر دیتے تھے بلکہ ریسرچ اسکالرز کی بھی بھرپور رہنمائی کرتے تھے۔ رحمٰن جامی ایک مخلص دردمند شخصیت کا نام ہے آپ کی نعتیہ شاعری خلوصِ نیت وجذبے سے پُر ہے۔ جس سے عشقِ رسول ﷺ کا برملا اظہار ملتا ہے فن شعرگوئی بے مثال ہے۔ نعتیہ کلام 'محمد مصطفیٰ میرے' عنوانِ کتاب سے ہی عشقِ رسول ﷺ کا تصور ملتا ہے۔ آپ کے چند نعتیہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو کہ الفتِ ہادیِ کوثر سے مملو ہیں۔ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

میری شاعری نام احمد ﷺ کی برکت
میرے شعر کا فن محمد ﷺ محمد ﷺ

آمد مرے نبی کی، کھلنے لگا چمن چمن
خوشبو ہی خوشبو ہر طرف مہکا ہوا چمن چمن

رحمت کا اب نزول ہے، ہر اک دعا قبول ہے
پیغام لے کے چل پڑی، بادِ صبا چمن چمن

خوشبو کا کارواں چلا، ہمراہ اک جہاں چلا
دنیائے رنگ و بو سجی، چھایا نشہ چمن چمن

احساس میرا ڈھل گیا، نغمات دل پذیر ہیں
حب نبی ﷺ میں جھوم اٹھا یہ دل مرا چمن چمن

مدینہ آیا ہوں جب سے مزے میں ہوں جامؔی
بنا ہوا ہوں یہاں مہماں محمد ﷺ کا

رحمٰن جامی کی ایک نعت ایسی بھی ہے جو تمام تر مطلعوں پر مشتمل ہے چند اشعار ملاحظہ کیجئے

غیر ممکن ہے کہ اس بات کا امکان رہے
آپ کا ہو کے بھلا کوئی پریشان رہے
آپ کے ذکر سے تازہ میرا ایمان رہے
عمر بھر مجھ پر یونہی آپ کا احسان رہے
آپ کا ساتھ رہے حشر کا میدان رہے
ہاتھ میں میرے فقط آپ کا دامان رہے
دہر میں حسن رہے عشق کا سامان رہے
شاعری آپ کے جامیؔ کہ فراوان رہے

رحمٰن جامی نے نئی نئی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے انکی شاعری ترائیلے ہائیکو، ماہیے، ثلاثی سرسری چھند کے علاوہ نظموں اور رباعیوں پر مشتمل ہے جو نہ صرف آپ کی شعری خدمات کا پرتو ہیں بلکہ نئے لکھنے والوں کے لیے شمع راہ ہیں۔ آپ کا ایک ماہیہ نمونتاً درج کیا جاتا ہے۔

مضبوط ہوں احمدؐ سے
وجہہ ہے اس کی یہ
مربوط ہوں احمدؐ سے

اسی طرح سے آپ کی ایک ثلاثی بھی ملاحظہ کیجیے۔

زمیں و آسماں اور چاند اور تارے محمدؐ کے
یہ بحر و بر یہ سورج اور یہ دھارے محمدؐ کے
محمدؐ اپنے پیارے ہیں تم ہم پیارے محمدؐ کے

آپ نے کئی کل ہند مشاعروں میں شرکت کی آپ کی شہرت نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرون ممالک میں

قیصر رزاق۔ رائچور

سانحہ ارتحال حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ

ہر کسی پہ مہربان رحمٰن جامیؔ
زندگی کے ترجمان رحمٰن جامیؔ
شاعری کرتے رہے وہ عمر بھر
علم و حکمت کے نشان رحمٰن جامیؔ
زندگی خود ہی تھی ان کی راز داں
زندگی کے راز داں رحمٰن جامیؔ
چلتے پھرتے لکھتے پڑھتے ہی رہے
تھے یونہی ہردم جواں رحمٰن جامیؔ
کرتے کرتے خدمت انسانیت
ہوگئے خلد آشیاں رحمٰن جامیؔ
قیصر رزاقؔ نے سچ ہی کہا
تھے جنوں کا کارواں رحمٰن جامی

بھی آپ کے کلام کو سراہا گیا ہے۔ آپ کا کلام اخبارات، رسائل و جرائد کی زینت بنتا رہا۔ ادب کی آبیاری کرنے والے رہبرِ سخنورِ دکن حال ہی میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ آپ کے سانحہ ارتحال سے نعت گو شعراء کے انجمن میں ایک ناقابلِ تلافی خلا پیدا ہوگیا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا گو ہوں کہ خدائے برحق آپ جیسے سچے عاشقِ رسول ﷺ کو حضور پاکؐ کے صدقے میں جنت کے اعلیٰ درجات میں جگہ عطاء فرمائے۔ اور ہم سب کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

ڈاکٹر صالحہ صدیقی (الہ آباد)

رحمٰن جامیؔ کے کائنات "رباعیات" کا فکری وفنی مطالعہ

نازک مزاج لوگوں کو اس کی خبر نہیں
ہاتھوں میں رنگ بھر کے حنا قتل ہوگئی (جامیؔ)

رحمٰن جامیؔ عالمگیر شہرت یافتہ ہندوستانی شاعر ،ادیب، محقق، نقاد اور دیگر تخلیقی ذہنیت کے مالک ہمہ جہت ہمہ صفت تخلیق کار تھے۔ جن کی تحریروں میں برصغیر ہندو پاک کی تہذیبی روایات کی بازیافت دیکھی جاسکتی ہے۔ انھوں نے خود شعر وادب کے تفہیمی منازل کا سفر طے کیا پھر اپنے قارئین کو اس عمل میں شامل کیا۔ وقت کے ساتھ ان کے اظہار کی نوعتیں بدلتی رہے اور خیال کی پرواز اور بلند ہوتی رہی۔ رحمٰن جامی کی ادبی فتوحات کا سلسلہ بہت طویل رہا ہے اور اس طویل سلسلہ میں ایک شاعر بھی موجود رہا ہے۔ رحمٰن جامی کا اصل نام محمد عبد الرحمٰن جامیؔ اور قلمی نام رحمٰن جامیؔ ہے۔ وہ "جامیؔ" تخلص اختیار کرتے تھے۔ ان کے والد محترم علامہ قاری شیخ محمود نقشبندی ایک عالم بزرگ تھے، ان کی پیدائش 8 اکتوبر 1934ء کو محبوب نگر تلنگانہ میں راینچور مالوف میں ہوئی۔ وہ تاعمر ادب کی خدمت کرتے رہے، شعر وشاعری کی اصلاح فلمی نغمہ لکھنا ،کہانیاں لکھنا ان کا سب سے پسندیدہ مشغلہ رہا۔ وہ کئی علمی و ادبی اداروں سے بھی وابستہ رہے جن میں انجمن ترقی اردو حیدرآباد، اردو مجلس ،مرکز ادب ،ایوان شاعری ،بزم تحقیق خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے کئی اہم تصانیف یادگار چھوڑیں جن میں شامل ہیں جام انا (غزلوں کا مجموعہ)، فسطاط (مجموعہ اصناف سخن)، ارغن (اصناف شاعری)، سبو (مجموعہ کلام)، میکدہ (شعری مجموعہ)، بیخودی (عنفوان شباب کی غزلیں) وغیرہ۔ ان کے مجموعۂ کلام میں غزلیں، نظمیں ،تراجم، بچوں کی نظمیں، قطعات اور رباعیات سبھی کچھ شامل ہیں۔ اس مضمون میں ہم ان کی رباعیات کا مطالعہ کریں گے۔ رحمٰن جامی کی شاعری میں تجربہ، تعقل تفکر، گہرائی، داخلیت مل کر قاری کو خاصی علمیت اور غور وخوض کا تقاضا کرتی ہیں۔ ان کی رباعیات کا یہ نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

صدمات اٹھا کر کبھی کہہ دیتا ہوں
جذبات میں آ کر کبھی کہہ دیتا ہوں
برباد مجھے تونے کیا ہے بے شک
میں خود کو بھلا کر کبھی کہہ دیتا ہوں

☆☆

محسوب کیا جاتا ہے تجھ کو مجھ کو
مطلوب کیا جاتا ہے تجھ کو مجھ کو
کیا خوب کیا جاتا ہے تجھ کو مجھ کو
منسوب کیا جاتا ہے تجھ کو مجھ کو

شاعری کی دُنیا لامحدود ہے۔ حیات وکائنات کے سارے خارجی و باطنی، محسوس وغیر محسوس، اجتماعی و انفرادی مسائل کو شاعری کا موضوع بنایا جاتا ہے۔ شاعری میں افراد کی نفسیات کا جائزہ بھی لیا جاتا ہے اور اجتماعیت کے تمام مسائل کا حل بھی پیش کیا جاتا ہے۔ مذہب، تمدن، تہذیب وثقافت،

اخلاق، معاشرت اور سیاست موضوعِ فن بنتے ہے۔یہی وجہ ہے کہ ادب کی شریعت میں کوئی ایک موضوع خاص اہمیت نہیں رکھتا بلکہ ہر موضوع اپنی انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔شاعر سماج کا ایک حساس فرد ہوتا ہے جسے اپنے گردونواح میں معمولی سی معمولی تبدیلی کا بھی پتا چلتا ہے جو اُس کے احساسات، جذبات اور خیالات کو متحرک کرتا ہے، جس کا اظہار وہ پھر اپنی خلاقانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اپنی تحریر سے کرتا ہے۔تب کہیں شاعری وجود میں آتی ہے۔رحمٰن جامیؔ صاحب نے اپنے گردو پیش کے حالات و واقعات کے مدوجزر کو شاعری کے پیرائے میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا۔اُن کی شاعری کا کینوس بہت وسیع ہے۔اُن کی نظمیں،غزلیں، رباعیات اُن کے جذبات، احساسات اور مشاہدات کے تخلیقی اظہار پر قادر ہے۔ان کی رباعیات کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں :

محبوب زمانے میں ادا ہے میری
مغرور طبیعت بھی ذرا ہے میری
نابود ہوئی جاتی ہے ایک ایک صفت
موجود اگر ہے تو انا ہے میری

☆☆

تدبیر تو ہم لوگ بہت کرتے ہیں
تشہیر تو ہم لوگ بہت کرتے ہیں
اے کاش کہ تعمیر بھی ہوتی ہم سے
تقریر تو ہم لوگ بہت کرتے ہیں

رحمٰن جامیؔ صاحب کی شاعری کے مطالعے سے دور حاضر کے مسائل و مصائب کے ساتھ ساتھ رومانی جذبات بھی محسوس کیے جاسکتے ہے۔یہی نہیں بلکہ اُنھوں نے اردو شعرو ادب کے اظہار، اسلوب اور فکریاتی سطح پر ہونے والے تجربات کو نہایت ہی ہنر مندی اور خوش سلیقگی کے ساتھ قبول کر کے اپنے شعری وجدان کو لامحدود کر دیا۔جس کی عمدہ مثال ان کے کلام میں جا بجا بکھری ہوئی ہے ان کلام کا کمال یہ ہے کہ قاری بنار کے ان کی شاعری کی دنیا کی سیر کرتا چلا جاتا ہے اور خود کو ان کے اشعار سے ہم آہنگ کرتا چلا جاتا ہے۔شاعری ایک ایسا سحر ہے جو ہر کسی کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے شاید یہی وجہ ہے کہ شاعری کے سلسلے میں ہمارے مفکرین ادب کے منفرد خیالات رہے جن میں افلاطون کا کہنا ہے کہ ’’شاعری نقل کی نقل ہے۔اس کی بنیاد جھوٹ پر ہے اور یہ غیر اخلاقی چیز ہے‘‘ تو کلیم الدین احمد نے شاعری کی ہر دل عزیز صنف غزل کو نیم وحشی صنف شاعری قرار دیا ہے جبکہ نواب امداد امام اثرؔ فرماتے ہیں کہ:

’’......شاعری حسب خیال راقم رضائے الٰہی کی ایسی نقل صحیح ہے جو الفاظ بامعنی کے ذریعہ سے ظہور میں آتی ہے۔رضائے الٰہی سے مراد فطرت اللہ کے اور فطرت اللہ سے مراد وہ قوانین قدرت ہیں جنھوں نے حسب مرضی الٰہی نفاذ پایا ہے اور جن کے مطابق عالم درونی و بیرونی نشو و نما پائے گیے ہیں۔پس جاننا چاہیے کہ اسی عالم دردونی و بیرونی کی نقل صحیح جو الفاظ بامعنی کے ذریعہ عمل میں آتی ہے شاعری ہے......‘‘(۱)

صنف شاعری کے بارے میں ہوشؔ جونپوری فرماتے ہیں:

’’......ہیوگو جیسا ماہر نفسیات بڑے دعوے کے ساتھ کہتا ہے کہ کوئی شخص ایسا جملہ، لفظ یا آواز منھ سے نکال ہی نہیں سکتا جس کا کوئی معنی نہ ہو۔میں کہتا ہوں انسان کا کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس کا کوئی معنی نہ ہو اور جس کا اس کی اپنی ذات

سے کوئی تعلق نہ ہو اور جس فعل و عمل سے کسی بات کی اطلاع ہو رہی ہو اور جو کسی ذات کا اظہار کر رہا ہو وہ بے معنی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کوئی بھی شاعری بے معنی نہیں ہو سکتی۔ ہاں کسی شاعری کے ذریعہ دی ہوئی اطلاع یا پیغام غلط ہو سکتا ہے یا غیر ضروری ہو سکتا ہے یا ناقص ہو سکتا ہے۔ انھیں بنیادوں پر شاعری اچھی یا خراب ہو سکتی ہے.....'' (۲)

شاعری کی تعریف کے سلسلے میں علامہ شبلی نعمانی کا نظریہ دوسروں مفکرین کے مقابلے واضح، بامعنی اور بہتر معلوم ہوتی ہے۔ موازنہ انیس و دبیر میں شاعری کے تعلق سے علامہ فرماتے ہیں:

''شاعری کس چیز کا نام ہے؟ کسی چیز، کسی واقعہ، کسی حالت، کسی کیفیت کو اس طرح بیان کیا جائے کہ اس کی تصویر یر آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔ دریا کی روانی، جنگلکی ویرانی، باغ کی شادابی، نسیم کے جھونکے، دھوپ کی سختی، گرمی کی تپش، جاڑوں کی ٹھنڈک، صبح کی شگفتگی، شام کی دلآویزی یا رنج و غم، غیظ و غضب، خوشی و محبت، افسوس و حسرت، عیش و طرب، استعجاب و حیرت، ان سب چیزورں کا اس طرح بیان کرنا کہ وہی کیفیت دلوں پر چھا جائے، اسی کا نام شاعری ہے۔'' (۳)

شاعری کے سلسلے میں علامہ کی درج بالا تعریف کافی حد تک کامل ہے۔ گویا علامہ نے شاعری کے ہر پہلو کو نظر میں رکھ کر ہی شاعری کی یہ تعریف پیش کی ہے۔

ان نظریات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ غزل کے لیے جس شعری وجدان اور داخلی کرب کی ضرورت ہے وہ رحمٰن جامیؔ صاحب کے کلام میں سچائی اور صداقت سے نظر آتی ہے۔ ان کی غزلیں، و کلام کے دیگر نقوش نیم رومانی، نیم اشتراکی ہیں۔ سماجی شعور اور رومانی احساس، دو الگ الگ حقیقتیں ہیں مگر ان کی فطری ہم آہنگی شاعر اور شاعری کو زندگی کی صداقتوں سے روشناس ہی نہیں بلکہ ہم آغوش بھی کرتی ہیں، رحمٰن جامیؔ صاحب کے یہاں یہ امتزاج جگہ جگہ محسوس ہوتا ہے۔ شاید اسی وجہ سے ان کی شاعری میں وہ صلابت، وہ گداز اور وہ سپردگی جگہ جگہ موجود ہیں جو اچھی شاعری کی جان کہی جاتی ہیں۔

رحمٰن جامیؔ صاحب کے اردو کلام میں ''رباعیات'' کے نمونے بھی ملتے ہیں۔ رحمٰن جامیؔ صاحب کے کلام میں رباعیات مطالعہ سے قبل رباعیات و دوبیتی کا جاننا اہم ہے۔ ''رباعی'' عربی زبان کے لفظ ''ربع'' سے نکلا ہے اور اس میں ''ی'' نسبتی'' ہے۔ لغوی اعتبار سے اسے چار سے مرکب، چار اجزا والا کے معنوں میں مستعار لیا جاتا ہے۔ اصطلاحا رباعی ایک مختصر صنف شعر ہے۔ جو دراصل مخصوص بحر کے چوبیس اوزان میں سے کسی ایک یا زیادہ وزن میں کہی ہوئی چار مصرعوں والی نظم ہوتی ہے۔ جس کے پہلے دوسرے اور چوتھے مصرعے میں قافیہ ہو تیسرے میں ہونا ضروری نہیں۔ چونکہ یہ چار مصرعوں سے مرکب ہوتی ہے اس لیے اس کو رباعی کہتے ہیں۔ گویا یہ چار مصرعوں کی ایک ایسی مختصر نظم ہوتی ہے جس میں سمندر کو کوزے میں بند کیا جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے پیچیدہ خیالات، صوفیانہ مسائل، یا تفکر کو دو سطروں میں ادا کیا جاتا ہے۔ رباعی کے لیے بہت ضروری ہے کہ چاروں مصرعے زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط ہوں۔ رباعی کے سلسلے میں آغاز سے ہی بعض اختلافی مسائل زیر بحث رہے ہیں۔ اس کے ایجاد اور ناموں کے سلسلے میں بھی تضاد رہا ہیں۔

خصوصاً اس صنف سخن کے اختراع کے مسئلے کو محققین فن کے نقل کردہ بعض غیر مستند اور فرضی واقعات نے خاصا گنجلک بنادیا ہے۔ کچھ محققین کا ماننا ہے کہ رباعی کا عرب میں دستور نہ تھا شعرائے عجم نے یہ بحر ہجز میں سے نکالی ہے۔ جب کہ بعض اسے عربوں کی ایجاد گردانتے ہے۔ اسی طرح رباعی سے متعلق متنازعہ امور میں اسے شخصی ایجاد کی بجائے قدیم چہار بیتی کی ترقی یافتہ یا تدریجی شکل بھی قرار دیا ہے۔ اس صنف کے ناموں میں بھی اختلاف ہے اور قواعد وعروض کی کتب میں اسے رباعی کے علاوہ دوبیتی، ترانہ، بیت، چہار مصرعی، چہار بیتی، خصی، چہار دانہ، چہار خانہ، چہار قاش، قول وغزل اور دوبیتیوں و چہار بیتیوں سے بھی موسوم کیا گیا ہیں۔ ان اختلافی مباحث اور متنوع ناموں کے باوصف رباعی اپنے خاص اوزان اور مخصوص دائرے کے پیش نظر ایک منفرد صنف سخن ٹھہرتی ہیں۔

رحمٰن جامیؔ کے کلام میں رباعیات کے مطالعہ سے حیرت ہوتی ہے کہ انھوں نے کلاسیکی مزاج اور اصول و ضوابط کو عزیز رکھنے کے باوصف رباعی کے متعین اوزان کو بہت کم برتا۔ اس کے مقابلے ان کے یہاں ''دوبیتی'' کا وزن زیادہ مستحسن ٹھہرتا ہے۔ انھوں نے بحر ہنرج مسدس، محذوف، یا مقصور میں عمدہ دوبیتیاں رقم کی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ رحمٰن جامیؔ کے قلب وذہن پر اس بحر کی موسیقی اور نغمگی اس قدر اثر انداز ہوئی کہ انھوں نے اس میں کمال درجے کے ذوق وشوق سے اشعار کہے۔ حتیٰ کہ رباعی کی طرف ان کی توجہ ہی نہ رہی۔ اس نظریے سے انھیں رباعی گو کے بجائے ''دوبیتی نگار'' کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ یہ ایک الگ موضوع ہے لیکن ان کی رباعیات کے مطالعہ سے یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ ان کی رباعیات دور حاضر کے حالات پر بالکل صادق آتی ہے، یہ رباعی ہمارے ذہن ودل کو فکر کی دعوت دیتی ہے، اس آپسی خلفشار اور بھاگ دوڑ کی زندگی میں ذرا ٹھہر کر سوچنے سمجھنے کی فکر کی دعوت دیتی ہے۔ مثال کے طور پر ان کی رباعیات کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

تدبیر سے ہر بات کہاں ہوتی ہے
تقدیر بھی کچھ اس میں نہاں ہوتی ہے
جو چیز ہے تقدیر میں جامیؔ صاحب
مل جاتی ہے گھر بیٹھے جہاں ہوتی ہے

☆☆

ہر چیز بنانے سے یہاں بنتی ہے
کچھ ذہن میں ہوتی ہے نہاں بنتی ہے
تصویر تو بن جاتی ہے جامیؔ صاحب
تخلیق کہیں جس کو کہاں بنتی ہے

رحمٰن جامیؔ صاحب کی شاعری میں ان کا انداز عموماً قدر انفرادی ہوتا ہے اور ان کے تخلیقی وجدان میں جمالیات اور حقیقت پسندی کی جو فکری سرشاری ہے وہ ان کی شاعری میں بالکل نئی اور عجیب وغریب اہمیت کی حامل بنتی محسوس ہوتی ہے اور اسی سے ان کی شاعری میں زندگی کی حرارت اور حرکی توانائی بھی پیدا ہوتی ہے۔ ان کی نظم نگاری ہو یا غزل گوئی یا رباعیات ان کے یہاں صرف الفاظ کی ادا کارانہ ترتیب اور قافیہ پیمائی کا نام شاعری نہیں ہے بلکہ فکر وتخیل، تجربات ومشاہدات اور احساسات جذبات کے تخلیقی حسن کے ساتھ فنی اظہار کا نام شاعری ہے اور ہر اچھی اور قابل قدر شاعری میں ان خصوصیات کا ہونا ناگزیر بھی ہوتا

ہے۔اس کے علاوہ فکری ریاضت اور فنی مزاولت بھی شاعر کے لیے درکار ہوتی ہے، کیونکہ شاعری لفظوں میں زندگی کی حرارت اور اندرونی سوز کی آنچ لفظی پیکروں میں ڈھال دینے سے وجود میں آتی ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو فکری اور فنی زرخیزی کے ساتھ تہذیب اور تمدنی روایات واقدار اور کلاسیکیت کے رشتے اور عرفان کے بغیر ممکن نہیں ہوتی ہے ۔یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ ماضی کے عرفان ،حال کے گیان اور مستقبل کے امکان سے شاعری میں حیرت انگیزی ،کشش ،جاذبیت ،اور تاثیر درآتی ہے اور شاعری کے ان تمام اسرار ورموز سے رحمٰن جامی صاحب پورے طور پرواقف نظر آتے ہیں۔ان کے لفظوں میں خیالوں کے ارتقا میں جو ربط وتسلسل ہوتا وہ دراصل زندگی کے اسی ماضی حال اور مستقبل کے ربط وتسلسل سے عبارت ہوتا ہے۔اس لئے ان کی رباعیات کی معنویت میں بھی ایک مخصوص قسم ضابطہ پسندی پائی جاتی ہے ۔ایک سنجیدہ شاعر ہونے کی حیثیت سے انھوں نے اپنے دور کے مسائل ومیلانات اور تغیر زمانی کو بھی اپنی شاعری کا جزو بنایا ان کی شاعری ان کے دور کا ایک ایسا آئینہ خانہ ہے جس میں ان کے عہد کے بدلتے وقت کے بدلتے تقاضوں کی تصویر بخوبی دیکھی جا سکتی ہیں ان کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

امکان کے پہرے بھی لگا رکھے ہیں
کچھ رنگ سنہرے بھی لگا رکھے ہیں
پہچان ہی مشکل ہے کہ کچھ لوگوں نے
انجان سے چہرے بھی لگا رکھے ہیں

☆☆

تھی جذبوں کی برسات تو کہنا ہی پڑا
کرنی ہی پڑی بات تو کہنا ہی پڑا
خاموش تو ہر وقت نہیں رہ سکتے
پوچھے گئے حالات تو کہنا ہی پڑا

☆☆

بگڑی کو بنانا ہے تو بنا لو ہم سے
جو فیض اٹھاتا ہے اٹھا لو ہم سے
ہم لوگ تو لٹ جاتے ہیں اپنوں کے لیے
گھر اپنا بسانا ہے بسالو ہم سے

رحمٰن جامی صاحب کی رباعیات انکے جذبات ،احساسات اور مشاہدات کے تخلیقی اظہار پر قادر ہیں،عصری مسائل و مصائب کے ساتھ ساتھ رومانی جذبات بھی انکی تخلیقات میں جابہ جامحسوس کئے جاسکتے ہیں اور شاید اسی لئے وہ اپنے عہد کے بعض تخلیق کاروں کے مقابلے نمایاں نظر آتے ہیں اور ایوان ادب میں اپنی موجودگی درج کرانے میں کامیاب بھی رہے ہیں۔شاعری کا فن بڑی نزاکت ولطافت کا فن ہے اور شاعری کا بنیادی تعلق شاعر کی شخصیت اس کے فکر وخیال اور طبیعت ومزاج کی افتاد سے ہوتا ہے۔جیسا کہ خلیل الرحمٰن اعظمی نے ایک مقام پر لکھا ہیں۔

"شعر وادب کا تعلق بنیادی طور پر شاعر و ادیب کی شخصیت ،اس کے مزاج ،اس کی افتاد طبع اور اس کے تجربات ومحسوسات کی نوعیت سے ہے۔یہ تجربات ومحسوسات جس قدر حقیقی ہوں گے ،ان کی جڑیں زندگی میں جتنی گہری ہوں گی اور اس کا رشتہ شاعر وادیب کی اصل شخصیت اور اس کی افتاد طبع سے جتنا فطری اور

حقیقیہوگا۔اسی اعتبار سے وہ فن پارے کی تخلیقی
صلاحیت کو پورا کرنے کے قابل ہوگا اور اس کی
تحریروں میں وہ آب ورنگ پیدا ہوسکے گا جن کی
بدولت ان کی تاثیر دیرپا اور مستقل حیثیت کی
حامل ہوگی۔''

مذکورہ اقتباس کے تناظر میں رحمٰن جامیؔ صاحب کے کلام کے مطالعہ کی روشنی میں بلا تامل یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی شاعری اور شخصیت میں بڑی ہم آہنگی ہے ۔ان کے محسوسات و تجربات میں بھی حقیقت پسندی اور ان کی شاعری کا رشتہ زندگی کی افتادِ طبع سے بھی مستحکم اور مضبوط ہے۔ان کی رباعیات کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں :

تہذیب کا بازار سجا ہے دیکھو
تخریب کا بازار سجا ہے دیکھو
سچائی کے عنوان سے ہر سمت یہاں
تکذیب کا بازار سجا ہے دیکھو

☆☆

رہ رہ کے مثالوں سے بہل جاتے ہیں
نادیدہ خیالوں سے بہل جاتے ہیں
ہم لوگ بھی ہیں سادہ طبیعت جامیؔ
احباب کی ''چالوں'' سے بہل جاتے ہیں

☆☆

اخبار میں حالات پڑھا کرتے ہو
حالات تو دن رات پڑھا کرتے ہو
ماحول کا اندازہ بھی کر لو لوگو
پڑھنے کو تو ہر بات پڑھا کرتے ہو

جہاں تک بات فنی اوصاف کی ہے تو رحمٰن جامیؔ صاحب کے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کلام فارسی تراکیب، مغلق الفاظ اور اضافت کی کثرت سے بڑی حد تک عاری ہے۔ استعارہ وتشبیہ بھی بڑی فطری انداز میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ الفاظ نہایت سادہ اور عام فہم ہے۔الفاظ کی نشست میں فنکاری ملتی ہے۔ کلام میں روانی اور سوز وگداز بہت ہے۔یہاں تک کہ اکثر اشعار بے ساختہ پن اور روانی کی وجہ سے ضرب المثل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ سہل ممتنع کی بیشتر مثالیں ان کے کلام میں جا بجا دیکھنے کو ملتی ہیں۔ حالانکہ سادگی کے باوجود معنی کی بلندی اور تاثیر کلام ہاتھ سے نہیں جاتی اور نہ صرف یہ کہ سادہ آسان اور عام بول چال کا لہجہ ہے۔ وہ نئی زمین نکالنے اور مشکل طرحوں میں رباعیات کہنے سے بھی نہیں چوکتے۔انہیں ان کی بندش کی خوبی، نئی زمینوں کا اختراع، زبان سلاست ، کلام کی پختگی اور مضامین کی بہتات نے بجا طور پر استاد کا مرتبہ عطا کیا۔ان کی رباعیات کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ہر سانس محبت کا چلن بن جائے
تعریف ہی تیری مرا فن بن جائے
اے کاش کبھی ایسا بھی ہو اے صیاد
سچائی ہی روداد چمن بن جائے

☆☆

کانٹوں سے لہو 'لہوٗ ہو جاتا ہے
گلزار میں یہ مشکبو ہو جاتا ہے
ہے کیف عجب میرے دل کی
ماحول کی بس آبرو ہو جاتا ہے

☆☆

دیوانوں سے گفتگو کر لیتے ہیں

فرزانوں سے من و تو کر لیتے ہیں
آجاتا ہے جب بھی ہمیں غصہ جامؔی
شیطان سے بچنے کو وضو کر لیتے ہیں

رحمٰن جامؔی صاحب کو شعری اظہار پر قدرت حاصل تھا۔انہیں اپنی باتیں کہنے کا وہ سلیقہ میسر تھا جو دلوں پر حکمرانی کا قائل ہے۔کسی موضوع کو شعری قلب میں ڈھالنے کے لئے جس نزاکت الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے اس کا وہ پورا خیال رکھتے تھے۔ان کی رباعیات کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

آلام سے ادبار سے ڈرنا کیسا
تکلیف سے آزار سے ڈرنا کیسا
گوش درو دیوار سے ڈرنا کیسا
سچ بات کے اظہار سے ڈر نا کیسا

☆☆

امکان کا اندازہ نہیں ہے تم کو
سامان کا اندازہ نہیں ہے تم کو
خاموش جو ہم ہیں تو کوئی مطلب ہے
طوفان کا اندازہ نہیں ہے تم کو

☆☆

جذبات کے پھندے میں پھنسی ہے چڑیا
صدمات کے پھندے میں پھنسی ہے چڑیا
ہے نام جس کا زندگانی جامؔی
حالات کے پھندے میں پھنسی ہے چڑیا

رحمٰن جامؔی صاحب نے الفاظ کی جادوگری دکھاتے ہوئے ایسی منظر کشی کی ہے کہ انھوں نے ہماری آنکھوں کے سامنے تمام مناظر جیتے جاگتے پیش کر دیے۔ان کے اشعار میں صداقت کا جذ بخوبی دیکھا جا سکتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سچے دل سے جذبوں کی قدر کرتے ہیں۔شاعری انسانی جذبات کی ترجمانی بھی ہے جسے رحمٰن جامؔی صاحب نے بڑی چابک دستی سے پیش کیا۔رحمٰن جامؔی صاحب کا فنکارانہ کمال بھی یہ ہے کہ وہ ردائف کو بغاوت کو موقع نہ دے کر ان سے خاطر خواہ کام لے کر اپنے اشعار میں معنی کا ترفع وتنوع اور ان میں گہرائی و گیرائی نیز تہہ داری بیدار کر کے اپنے فن کے معیار کو بلند یوں پر پہنچا دیتے ہیں۔وہ کم لفظوں میں بھی بڑی سے بڑی بات کہہ دینے کا ہنر بھی بخوبی جانتے تھے۔ان کے اشعار میں روایت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ جدید اسلوب بیان بھی ہے۔فنی تنوع کے ساتھ ساتھ مضامین اور موضوعات کی رنگا رنگی بھی قاری کو متوجہ کرتی ہے۔ان کے اشعار کے مطالعہ سے ایک تازگی کا احساس ہوتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے یہ آج ہی لکھے گئے ہو،ان کی رباعیات کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

انسان بھی نادان ہوا کرتے ہیں
کچھ لوگ بھی شیطان ہوا کرتے ہیں
ہر بات کہو سوچ سمجھ کر جامؔی
دیوار کے کان بھی ہوا کرتے ہیں

☆☆

موجود کو ممتا ز بنا دیتے ہیں
ممتا ز کو اک راز بنا دیتے ہیں
ہم لوگ تو وہ ماہر فن ہیں جامؔی
سناٹے کو آواز بنا دیتے ہیں

☆☆

مشہور ہیں اس دور میں ہم بھی جاؔمی
منصور ہیں اس دور میں ہم بھی جاؔمی
اللہ کو منظور جو ہے وہ ہوگا

اب تک کے تمام رباعیات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ رحمٰن جاؔمی صاحب کی شاعری میں مختلف شعری فنون کا خوبصورت استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ اس مختصر مقالے میں تفصیلات کی گنجائش کم ہے اس لیے ان کے مختلف شعری فنون کی مثالیں یہاں پیش کی گئی ہیں جس کے مطالعہ سے ان کی قادر الکلامی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایک طرف انھوں نے شاعری کی بنیادی خصالت حسن و عشق سے جو خامہ فرسائی کی ہے وہ بیانیہ رو سے موثر بھی اور رومانوی احساس کی پرتو نظر آتی ہے۔ انہوں نے اس موضوعی خطے کی جو لفظی سیاحت کی اس کے حرکی نقوش وفکر احساس کا صرف اشاریہ ہی نہیں موثر حقائق کا آئینہ بھی ہیں۔ ان میں کسی طرح کی فرسودگی یا عریانیت کا شائبہ نہیں بلکہ ایک خصوصی رنگ و بو کی ملاحت مصور ہوتی نظر آتی ہے۔ انھوں نے اس موضوعی نوشتے پر زیادہ توجہ بھی نہیں دی بلکہ ان کی نظر وقت، معاشرہ، اور حیات وسعت، اور گرد و پیش کے مسائل پر تھی۔ اس مختصر مقالے میں رحمٰن جاؔمی صاحب کی رباعیات کی کائنات کو سمیٹنا ممکن نہیں لیکن پھر بھی انھیں سمجھنے کی ایک کوشش ضرور کی گئی ہے۔

حواشی:

(۱) کاشف الحقائق۔ صفحہ ۱۵۔
(۲) ناگزیر۔ ۱۹۹۴ء صفحہ ۹۔
(۳) موازنہ انیس و دبیر۔ علامہ شبلی نعمانی۔ صفحہ ۱۹۱۔
(۴) اشعار آن لائن پلیٹ فارم "ریختہ"
(۵) اشعار "قسطاط" مجموعۂ کلام رحمٰن جاؔمی۔

کشور سلطانہ کے
مجموعہ کلام
خواب محل کا
حضرت رحمٰن جامی
رسم اجراء کرتے ہوئے

نذیر نادر۔حیدرآباد

بحیثیت استاد حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ اپنی مثال آپ تھے

استادِ سخن حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ یوں تو کئی ایک منفرد و متنوع صفات سے متصف تھے، مگر جو خوبی آپ کی سب سے نمایاں تھی، وہ تھی آپ کی استادی۔ زہے قسمت کہ لگ بھگ بارہ برس تک میں (نذیر نادر) نے حضرت جامیؔ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اس دوران جو میں نے دیکھا پایا اور محسوس کیا اس کا خلاصہ یہی ہے کہ حضرت جامیؔ وہ بلند پایہ استاد تھے، جن پہ استادی ناز کرتی ہے۔ ایک استاد میں جتنے اوصاف ہونے چاہئیں، بفضل اللہ آپ ان سے باوصف تھے، یوں تو انسان کے کئی اساتذہ ہوتے ہیں، ہر استاد میں کوئی نہ کوئی خاص بات ضرور ہوتی ہے۔ ویسے تمام اساتذہ قابلِ احترام اور واجب اکرام ہوتے ہیں مگر حضرت جامیؔ کی بات ہی کچھ اور تھی اور آپ کا کچھ اور ہی طور تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ شاگردوں میں غیر معمولی محبت پیدا ہوگئی حتیٰ کہ محبت کا یہ عالم تھا کہ احقر زملی اور عثمان شاہین نے تو کوچۂ استاد کے قرب میں رہائش کا انتظام کرلیا تھا کہ استادِ محترم سے خوب سے خوب تر استفادہ کیا جاسکے، حضرت کے مشہور شاگرد قدیر انصاری کو بعض لوگ استادِ محترم کا بیٹا تصور کرتے تھے، اسی طرح ایک اور معروف شاگرد نسیم اعجاز نسیم کو استادِ محترم کا فردِ خاندان سمجھتے تھے، نثار علی ناؔمی نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا تھا کہ میری زبان تو جامی صاحب کو استادِ محترم کہتی ہے مگر میرا دل انہیں باپ کا درجہ دیتا ہے۔ خیر الدین صوفی اور وریندر کمار راہی علی الاعلان استادِ محترم کو اباجان یا اباحضور کہہ کر مخاطب کرتے۔ منان منظور، رحیم رامش، عائشہ صدیقہ، ظہیر بابار، شاخ انور، قیصر رزاق، سلیم اسلم، سرتاج معانی، سید شاہنواز ہاشمی اور دل ہاشمی نے استادِ محترم کو اپنا سرپرست مان لیا تھا۔ شیدا رومانی (رائچور) جو استاد شاعر تھے، انہیں یہ اعزاز حاصل تھا کہ وہ استادِ محترم کے سب سے پہلے شاگرد کہلائے۔ عبدالغفار خداداد یہ وہ شاگرد ہیں جو استادِ محترم کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ باادب حضرات بھی مرعوب ہوجاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بیٹا اپنے باپ کا راز ہوتا ہے اسی طرح شاگرد اپنے استاد کا پَرتَو ہوتا ہے۔ استاد کے افکار و نظریات اور عادات و اطوار شاگردوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ اس بات کا بھرپور لحاظ رکھتے تھے۔ دراصل آپ استادانہ استعداد سے مالامال تھے۔ طالب علم کو کب کیا سکھانا چاہئے، کس کو کیسے سکھانا چاہئے اور کتنا سکھانا چاہئے، آپ اس سے بخوبی واقف تھے، طالب علم کا جتنا ظرف ہوتا استادِ محترم اس کو اپنے تبحر علمی سے اتنا ہی نوازتے تھے۔ شعر و ادب کے رموز و اوقاف کے افہام و تفہیم میں حتیٰ الامکان آسان الفاظ استعمال فرماتے تھے تاکہ سمجھایا ہوا سمجھنے میں کسی بھی قسم کی پریشانی نہ ہو اور اتنی جامع اور مرتب گفتگو فرماتے کہ کوئی لکھنا چاہے تو بہ آسانی لکھ کر محفوظ کرلے۔ دورانِ درس جب کسی شاگرد کو بیٹا کہتے تو اس شاگرد میں اک دم اک جان آجاتی تھی، استادِ محترم کبھی کسی کو مایوس اور ناامید ہونے نہیں دیتے۔ اکثر فرماتے تھے۔ اللہ پہ بھروسہ رکھو، اللہ کے حوالے کردو، اللہ جو کرے گا وہ بندے کے حق میں بہتر ہی

رہے گا، مطمئن رہو۔ استادِ محترم ہمیشہ زندگی اور زندہ دلی کی بات کرتے تھے، طلبہ کے اندر خود اعتمادی، حق گوئی اور بے باکی کو پروان چڑھاتے تھے، ایک بار کسی سے کہہ رہے تھے، میاں! لاڈ پیار سہا جاسکتا ہے مگر گستاخی میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ استادِ محترم نے کبھی بھی اپنی طبیعت، بلند مقام و مرتبہ، تبحر علمی، اعلیٰ فہمی یا طویل عمری پر غرور نہیں کیا، خاص طور پر پیرانہ سالی کو محسوس ہونے نہیں دیتے (یہ بھی خدا کا کرم رہا کہ) نہ ہاتھ میں لاٹھی تھی، نہ بدن میں رعشہ تھا، نہ آواز میں نقاہت تھی، نہ یادداشت متاثر ہوئی، مرض الوفات کا دور کوئی ۲۰؍دن تک رہا، اس سے پہلے تک نہ شوگر تھی، نہ بلڈ پریشر تھا، البتہ وقتاً فوقتاً بعض عوارض لاحق ہوتے تھے مگر استادِ محترم ہر کسی کو بتانے سے گریز فرماتے تھے، جب بھی خیریت پوچھی جاتی تو محترم کی زبان سے بے ساختہ الحمدللہ نکلتا، ایک مرتبہ میں نے کچھ گہرائی میں جانے کی کوشش کی تو فرمایا کہ دیکھو بیٹا! جب تم میری عمر میں پہنچو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ پیرانہ سالی کیا ہوتی ہے۔ غالبؔ کا یہ شعر سنایا ؎

مضمحل ہوگئے قُویٰ غالبؔ
وہ عناصر میں اعتدال کہاں

پھر اقبالؔ کا یہ شعر سنایا ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اُسے تنہا بھی چھوڑ دے

کبھی کوئی بات یا نام وغیرہ بھول جاتے اور مجلس ختم ہوجاتی تو یاد آنے پر فون پر مطلع فرماتے۔ استادِ محترم کبھی کسی کو اپنے پاؤں دابنے نہیں دیتے تھے، کوئی فرطِ عقیدت سے پاؤں چھولیتا تو پیار سے منع فرماتے، میں نے کئی نامور ہستیوں کو حضرت جامیؔ کے پاؤں چھوتے دیکھا ہے۔ حضرت جامیؔ کی درسگاہ عموماً طلوعِ آفتاب سے شروع ہوکر غروبِ آفتاب تک چلتی تھی، استادِ محترم جب اپنے حجرے سے درسگاہ یا دفتر تشریف لاتے تو بہ آوازِ بلند سلام کرتے، مصافحہ کرتے کبھی کبھی معانقہ بھی کرتے اوّلاً احوال دریافت فرماتے (بوقتِ ضرورت بقدرِ ضرورت ممکن حد تک دلی تسلی، امداد یا سفارش کے لیے آگے آتے) ایک منفرد خوبی یہ بھی تھی کہ آپ یہاں غریب، امیر، ذات پات، رنگ نسل، خاندان قبیلہ، ریاست، بیرون، مکتب، مسلک، اپنا پرایا اس قسم کا کوئی مسئلہ نہیں تھا، اتنا کشادہ قلب کہ مسلمانوں کے مشہور تمام مسالک چاہے شریعت کے ہوں یا طریقت کے یا فقہ کے ان تمام سے وابستہ افراد بلاتکلف رجوع ہوتے تھے، استادِ محترم کی نظر میں علاقائیت کوئی معنیٰ نہیں رکھتی تھی یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی تقریباً ریاستوں کے طلبہ آپ کی شاگردی میں رہے۔ ہندو مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی، برہمن، مارواڑی، فرنگی، ملکی و بیرونی حتیٰ کہ ایک عرب بزرگ نے اردو سیکھ کر آپ سے درسِ شاعری کا شرف حاصل کیا تھا، جن کا ایک شعری مجموعہ "سفیرِ حرم" (اردو) منظرِ عام پر آیا، استادِ محترم کے حلقۂ تلامذہ میں صنفِ آہن بھی ہیں اور صنفِ نازک بھی، مگر خواتین کے لیے ایک شرط تھی کہ اگر کنواری ہے تو اپنے والد یا برادر کے ساتھ آئے، اگر بیاہی ہے تو اپنے خاوند یا کوئی محرم کے ساتھ آئے، ایک مرتبہ مجھ سے پوچھا کہ نادر! میرا ایک غیر مسلم شاگرد بھجن کی اصلاح چاہتا ہے، کیا کروں؟ میں نے کہا کہ یہ معاونِ شرک ہے لہٰذا کلی اجتناب لازم ہے۔ استادِ محترم کے قرب و جوار میں بہت سی فائلیں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک دفعہ میری نظر پڑی ایک فائل پر دکن کے مایہ ناز عالم پیر طریقت کا نام گرامی رقم تھا، دوسری فائل پر ایک ایک نام نامی شاعر کا نام لکھا تھا، جیسے ہی

میں نے استفسار کیا تو استادِ محترم نے وہ فائلس وہاں سے اٹھالیں اور گویا ہوئے کہ اپنی حد تک ہی رکھنا، میں نے حیرت سے کہا، اتنے بڑے لوگوں کا کلام برائے اصلاح رکھا ہوا ہے۔ استادِ محترم نے کہا تو کیا ہوا؟ یہ مانی ہوئی ہستیاں ہیں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا، یہ ان کا بڑا پن ہے مگر تم کسی سے اس کا اظہار مت کرنا، اس قدر آپ وسیع الظرف تھے۔ استادِ محترم میں اس قدر توانائی، یکسوئی اور بشاشت تھی کہ ایک ایک نشست میں سو سو صفحے اصلاح فرما دیتے تھے، اس سے آپ کی حیرت انگیز زود گوئی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے استادِ محترم سے بالمشافہ اور سینہ بسینہ فیض پایا ہے۔ استادِ محترم فرماتے کہ میرے شاگرد اپنا کلام برائے اصلاح بذریعۂ خط میرے پاس بھیجتے ہیں اور میں بعد اصلاح جوابی خط روانہ کر دیتا ہوں مگر مکمل فائدہ اسی وقت ہوگا جب شاگرد اپنے استاد کے سامنے بیٹھ کر اصلاح طلب کرے۔ میں (نادر) نے بعض اساتذہ سخن کو بھی ملاحظہ کیا کہ جب وہ کوئی تازہ کلام لکھتے تو مشاعرہ سے پہلے یا کہیں شائع کروانے سے پہلے حضرت جامیؔ کو فون پر سناتے، اس پر میں نے کہا تھا کہ اب یہ بھی سنائیں گے؟ استادِ محترم فرماتے اب یہ ان کی محبت ہے، دوسری بات یہ بھی ہے کہ کوئی بھی اپنی اصلاح سے مستغنی نہیں ہے یہی سچ ہے اور اساتذہ سچائی کے راستے پر چلتے ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے میں الحرا (رہائش گاہِ جامی) میں تھا دفعتاً ایک کہنہ مشق شاعر رونق افروز ہوئے، نہایت ادب سے سلام کیا، استادِ محترم نے کہا تشریف رکھئے، انہوں نے بتایا کہ میرے استادِ حضرت نظیر علی عدیل فرمایا کرتے تھے کہ عبدالرحمٰن جامیؔ کا کوئی بھی کلام ملے اس کا ہر شعر کم از کم تین بار پڑھا کیجئے، میں نے دیکھا یہ کہتے ہوئے شاعر صاحب کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں، استادِ محترم نے بڑھ کر گلے لگا لیا، تب مجھے سمجھ میں آیا کہ شعر و ادب کی دنیا میں استادِ محترم کی کتنی عالی قدر و منزلت ہے، آج کے اس دور میں استاد شاگرد، گرو چیلا، پیر و مرید، اور عامل مؤکل کے درمیان اکثر یہی دیکھا جانے لگا ہے کہ طالب تو طالب ٹھہرا جو مطلوب ہے اس کے اندر بھی کوئی نہ کوئی طالب دکھائی دے رہا ہے مگر میں پورے وثوق کے ساتھ کہتا ہوں اور تمام شاگردانِ جامیؔ بھی اس بات کی تصدیق کریں گے کہ حضرت جامیؔ بہت بے نیاز رہے، ہمیشہ خود ہی نوازتے رہے۔ مجھے اچھا یاد ہے کہ شروعات میں ایک مرتبہ میں کچھ پھل ساتھ لے گیا تو پوچھا کہ تم نے ملازمت شروع کی ہے؟ میں نے کہا نہیں تو بولے میں (جامیؔ) اسی طالب علم کا تحفہ قبول کرتا ہوں جو خود کفیل اور وہ بھی حدِ اعتدال میں ہو اور کبھی کبھی ہو، بار بار نہیں، اس سے درس پر اثر پڑتا ہے۔

استادِ محترم کا طریقۂ اصلاح بہت ہی نرالا تھا، اصلاح کرتے ہوئے کہتے یہ باوزن ہے یا نہیں، الفاظ مناسب ہیں یا نامناسب، استعارات، تعبیرات اور تشبیہات مروّج ہیں یا نہیں، بحر رواں دواں ہے یا نہیں یہ لفظ مذکر ہے یا مؤنث، واحد یا جمع، اضافت درست ہے یا نہیں، عطف ہوسکتا ہے یا نہیں، کون سے حروف کب گرائے جاسکتے ہیں، زبان و بیان کے کون سے قواعد زیادہ اہم ہیں، اس پر ہی بس نہیں فکر و خیال کی بھی اصلاح فرماتے تھے حتیٰ کہ رسم الخط کی ہیئت پر بھی نظر فرماتے، عروض مباحث کی عام اجازت نہیں دیتے، رواں دواں بحروں میں مشقِ سخن پر زیادہ زور دیتے، بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کسی شاگرد کو اس کے کلام پر شاباشی بھی دے دیتے مگر معاً یہ بھی کہتے کہ سب اچھا ہے مگر یہ کلام تمہارے

مناسب ہیں ہے اس سے تمہاری شبیہ متاثر ہوسکتی ہے، اسی طرح مایوس کن اشعار کو سخت ناپسند فرماتے اور کہتے کہ اسلام میں دقیانوسیت کے لیے رتی برابر بھی جگہ نہیں ہے، ایسے نظریے سے مکمل محتاط رہنا چاہئے، پھر فرماتے کہ شاعری بچوں کا کھیل نہیں، شاعر کو پوری ذمہ داری کے ساتھ کلام لکھنا چاہئے، اس لیے کہ قوم اپنے دور کے شاعری کی فکر کو اپنے اندر جذب کر کے میدانِ عمل میں چلتی ہے، دستِ قدرت جس بندے کے سینے میں ایک خاص ترازو رکھ دیتی ہے وہی شاعر ہوتا ہے۔ شاعر عموماً حساس ہی ہوتا البتہ احساس کے ساتھ ساتھ فہم وفراست بھی ضروری ہے، کبھی دورانِ اصلاح فرماتے یہ ایطاء کا شکار ہوگیا، یہ لختہ ہے یہ شُتر گرُبہ ہے، یہ محض قافیہ پیمائی پر مشتمل ہے، اس میں تنافر ہے، اس میں تعقید ہے، یہ بیت برائے بیت ہے، اس میں شکستِ ناروا ہے، اس میں ترادف کا عیب ہے، یہ املاء غریب ہے، یہ گِھسا پٹا ہے، یہ بہت بوڑھی غزل ہے، یہ الفاظ تھکے ہوئے ہیں، اب یہ متروکات میں شامل ہے، اس میں منفی رجحان ہے، یہ محلِ نظر ہے، اس کی مراد غیر واضح ہے، اس میں علاماتِ فاعل کی کمی ہے وغیرہ۔ خصوصاً مذہبی اصنافِ سخن، حمد، نعت اور منقبت کے معاملے میں نہایت حساس ہوجاتے تھے۔ بالخصوص نعتِ پاکؐ کا ادب قابل رشک تھا، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ذکر خیر چھڑتا تو بے ساختہ رو پڑتے اور ہچکیاں بندھ جاتیں، اپنی ایک انوکھی تمنا کا اظہار استادِ محترم نے اپنی زندگی کی سب سے پہلی لکھی ہوئی نعت پاکؐ کے مطلع میں یوں کیا تھا کہ ۔

میں جو بکھرا ہوں محبت میں سمٹ کر روؤں
آپؐ کے دامنِ رحمت سے لپٹ کر روؤں

استادِ محترم شاگردوں کے کلام کی اصلاح کے ساتھ ساتھ شاگردوں کے اخلاق وکردار پر بھی متوجہ ہوتے تھے، علم پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے تھے، لباس اور وضع قطع پر بھی نظر فرماتے تھے، قانونی طور پر جو چیزیں ضروری ہیں، مثلاً آدھار کارڈ، راشن کارڈ، بنک اکاؤنٹ، پاسپورٹ ، زمین جائداد کے سرکاری مہر یافتہ کاغذات وغیرہ پر بھی توجہ دلاتے تھے، دورانِ تحریر کوئی نام آتا تو فرماتے کہ نام چاہے خالص ہو یا ادبی جب لکھا جائے ایک ہی سطر میں لکھنا چاہئے، ایسا نہ ہو کہ ایک سطر میں ایک جُز اور دوسری سطر میں دوسرا جُز (یہ بھی ایک طرح کی جہالت ہے) اس سے بچنا چاہئے۔ مشاعرہ میں کلام سنانے سے زیادہ اشاعتِ کلام کی زیادہ رجحان سازی فرماتے اور اس میں بھی ادبی رسائل کو فوقیت دیتے، ترنم بھی پسند فرماتے مگر آپ کے یہاں تحت میں سنانے والے شاعر کی بڑی اہمیت رہی، اس کی وجہ بتائی کہ تحت میں سنانے والے شاعر کو سن کر اس کی شاعرانہ صلاحیت کا بہ آسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، ایک ادب یہ بھی سکھاتے کہ اہلِ علم کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ مراتب کا لحاظ رکھیں، ایسا نہ ہو کہ ایک نو مشق یا نووارد کو پہلا یا دوسرا مقام دے دیا اور ایک کہنہ مشق کو اس کے بعد مقام دیا (یہ سراسر احمقانہ حرکت ہے) خوب دھیان دینا چاہئے۔ خطِ نستعلیق استادِ محترم کا پسندیدہ خط تھا، اردو رسم الخط کی بقاء وترقی کے لیے بے حد فکر مند رہتے تھے اور پوری ذمہ داری کے ساتھ اس فکر کو اپنے شاگردوں میں بھی منتقل فرماتے تھے، اردو کی خدمت کرنے والوں سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کی بھرپور حوصلہ افزائی فرماتے تھے، اس طرح نئے شعراء کی بھی ہمت افزائی فرماتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوتا

کہ کسی لفظ کے صحیح تلفظ پر شاگرد مطمئن نہ ہوتا تو لغات سامنے رکھ دیتے، میں نے بیشتر شاگردوں کو دیکھا کہ کچھ پوچھنا ہوتو بلاجھجک پوچھ لیتے اور ادب بھی برقرار رکھتے، استادِ محترم کسی شاگرد میں نثرنگاری کا رجحان دیکھتے تو اس سے کہتے کہ تم شاعری کی بجائے نثرنگاری پر توجہ دو، اس کی ایک بڑی مثال جناب جمیل شیدائی (مرحوم) کی ہے۔

اسی طرح استادِ محترم کے مشورے پر چل کر محک حیدرآبادی اور منیر رحمانی نے ایک مقام حاصل کیا۔اسادِ محترم بے جاتعریف اور بے جاتنقید سے گریز فرماتے تھے، جہاں تعریف کی ضرورت ہوتی وہاں ضرور تعریف فرماتے اور جہاں تنقید کا موقع ہوتا تو برابر تنقید کرتے مگر چندالفاظ میں البتہ زیادہ تر رجحان اصلاح کا ہوتا تھا، اسادِ محترم کے سامنے جب کسی بڑے استاد کا ذکر ہوتا تو بغور ساعت فرماتے ساتھ چند توصیفی کلمات بھی ارشاد فرمادیتے، اگر کسی سے اختلاف ہوتا تب بھی سب کے سامنے ظاہر ہونے نہیں دیتے البتہ وہ حضرات جو خدمت اردو کی آڑ میں تخریب کاری میں مبتلا تھے، اُن کے بارے میں آگاہ فرماتے تھے،ایک مرتبہ ایک شاگرد نے کہا کہ فلاں استادِ سخن کا خیال ہے کہ ہم لوگ (شاگردانِ جامیؔ) استاد کی حیات تک ہی باقی رہیں گے بعدازاں بے نام ہوجائیں گے، اس پر استادِ محترم نے فرمایا تھا کہ یہ صورت اُسی وقت ممکن ہے کہ جب استاد اصلاح کی بجائے املاء کروائے مگر میں اس عمل کو بدترین بددیانتی سمجھتا ہوں، اس لیے آپ لوگ ان شاء اللہ میرے بعد بھی آباد رہیں گے۔بعدازاں یہ بھی کہا تھا کہ اپنا ذوقِ مطالعہ بڑھایئے،ادبی روابط قائم رکھئے،خوب سے خوب تر کی جستجو کرتے رہئے اور جو بھی کہنا ہے جرأت اور اعتماد کے ساتھ کہئے۔ایک مرتبہ کرناٹک کے ایک استاد الاساتذہ کا مجموعۂ کلام لے کر میں استادِ محترم کی خدمت حاضر ہوا اور چند معائب کی نشاندہی کرڈالی، استادِ محترم مسکرانے لگے اور بولے، اب رہنے دو، شاعر غیر معمولی حساس ہوتا ہے، اس کی عزتِ نفس کو ٹھیس مت پہنچاؤ، اصلاح پر مائل ہوتو خوش اخلاقی کے ساتھ شخصی طور پر مل کر یا بذریعۂ خط مطلع کرو، مزید کہا کہ حد سے تجاوز بھی ٹھیک نہیں اور مرعوبیت بھی ٹھیک نہیں، آدمی کو راہِ اعتدال اختیار کرنا چاہئے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ماضی قریب کے جید اساتذہ جب وفات پاگئے اور ان کے تلامذہ حضرت جامیؔ سے رجوع ہوئے اور استفادہ کیا تو ان کی زبان سے سنا کہ حضرت جامیؔ اپنی مثال آپ ہیں، ویسے استادِ محترم شعروسخن کے میدان میں غالب اور جگر کو بہت پسند فرماتے تھے، مولوی عبدالحق، مولانا حالی، مولانا شبلی، مولانا حسین آزاد کی خدمات کے زندگی بھر معترف رہے۔امجد حیدرآبادی اور علامہ اقبال کی شاعری کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔داغؔ،صفیؔ،عدیلؔ، اور احمد ندیم قاسمی کے طریقۂ اصلاح کو بہت سراہتے تھے، استادِ محترم اس درجہ اصلاح مزاج کے حامل تھے کہ اپنے دفتر میں ایک بڑا ساطغرا آویزاں کردیا تھا، جس پر امجدؔ حیدرآبادی کا ایک قطعہ رقم ہے ؎

کچھ کئے جاؤ لے کے نامِ خدا
کچھ نہ کرنا بڑی خرابی ہے
کامیابی کچھ اور چیز نہیں
کام کرنا ہی کامیابی ہے

اب اس میں پہلے تو یہ بتانا مقصود ہے کہ کام

کرنا ہی کامیابی ہے۔ دوسری طرف اہل علم کو یہ سمجھانا بھی ہے کہ ایہ امجد کی رباعی نہیں ہے بلکہ یہ قطعہ ہے اور امجد نے قطعات بھی لکھے ہیں۔ بالخصوص وہ الفاظ جن کا تلفظ یا ان کے تذکیر و تانیث اور واحد جمع میں مغالطہ ہو جاتا ہے۔ استادِ محترم ایسے الفاظ کو اپنے اشعار میں پرو دیتے تا کہ غلطی کی ٹھوس اصلاح ہو سکے۔ استادِ محترم میں ایک خاص بات یہ بھی تھی کہ چاہے کوئی وقت رہے اور طبیعت اصلاح پر مائل بھی نہ ہو تب بھی پوری بشاشت اور ذمہ داری کے ساتھ اصلاح فرماتے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں پہنچا استادِ محترم اپنے حجرے میں تشریف لائے، سلام علیک کے بعد اصلاح فرمائی اور کہنے لگے اچھا اب تم جاؤ مجھے بھی آرام کرنا ہے، اس لیے کہ آج صبح میری آنکھ کا آپریشن ہوا ہے۔ میرے تعجب کی انتہا نہ رہی، استادِ محترم میں حد درجہ خودداری تھی، کبھی کسی کو آپ نے مدد کے لیے آواز نہیں دی، جس کسی نے سمجھ کے کچھ کیا تو پھر دعا دے دی، اس موقع پر یہ بات بھی ضرور لکھوں گا کہ جیسا کہ مشہور ہے ایک کامیاب مرد کے پیچھے ایک کامیاب عورت کا ہاتھ ہوتا ہے یہی معاملہ استادِ محترم کے ساتھ بھی رہا۔ رحلت کی شب رات دیر گئے تک فضیل فوز استادِ محترم کے یہاں موجود تھے، انہیں سے سنا کہ استادِ محترم نے مجھے یاد فرمایا اور کچھ ادبی کاموں کی نشاندہی فرمائی بہر حال ۸۶ر سال تین ماہ اور ۱۲ر دن تک جگمگانے والا یہ آفتابِ اردو دکن کی زمین اوڑھ کر سو گیا، کسی موقع پر میں نے یہ شعر استادِ محترم حضرت جامیؔ کو سنایا تھا۔

یہ جو ہے نسلِ موجودہ کہے گی فخر سے اک دن
کہ دیکھا ہے سنا ہے ہم نے بھی رحمٰن جامیؔ کو

ڈاکٹر عائشہ صدیقہ۔ حیدرآباد

استادِ محترم حضرت عبدالرحمٰن جامی کے نام

اُخوت کا مکتب تھے رحمٰن جامیؔ
محبت کا مکتب تھے رحمٰن جامیؔ
نصیحت کا مکتب تھے رحمٰن جامیؔ
نیابت کا مکتب تھے رحمٰن جامیؔ
صداقت کا مکتب تھے رحمٰن جامیؔ
صراحت کا مکتب تھے رحمٰن جامیؔ
لیاقت کا مکتب تھے رحمٰن جامیؔ
بلاغت کا مکتب تھے رحمٰن جامیؔ

قطعہ

اِس جہاں سے اُس جہاں میں کھو گئے رحمٰن جامیؔ
دوست رشتہ دار سب ہی رو گئے رحمٰن جامیؔ
وہ ستارہ تھے ادب کے اور بلندی پر رہے
اب ہمیشہ کے لیے کیوں سو گئے رحمٰن جامیؔ

نذیر نادر۔ حیدرآباد

حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کی رحلت پر

دُنیائے شعر و فن کا سکندر چلا گیا
اِک آسماں زمین کے اندر چلا گیا
طے کرتے کرتے جام سے جامیؔ تلک سفر
اِک شیخ پیر مَست قلندر چلا گیا

شاعرِ اعظم حضرت عبدالرحمٰن جاؔمی سے نذیر نادر کی گفت وشنید

جب تک رہے گی دنیا، تب تک رہے گی اردو

(ان شاء اللہ) اس یقین کے ساتھ راقم نے مشہور استاذ الاساتذہ شاعرِ اعظم حضرت عبدالرحمٰن جاؔمی کی خدمت میں چند اہم سوالات پیش کیے۔ حضرت جاؔمی نے اُن سوالات کے کافی اطمینان بخش جوابات عنایات فرمائے۔ قارئین ہماری اس گفتگو کو ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: اردو کب کی پیداوار ہے؟

جواب: مغلوں کے دور کی؟

سوال: اردو کس ملک کی زبان ہے؟

جواب: ہندوستان کے عوام کی مگر پاکستان کی سرکاری

سوال: اردو کس قوم کی زبان ہے؟

جواب: ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، ہر قوم کی

سوال: کیا اب اردو مکمل زبان کا درجہ حاصل کر چکی ہے؟

جواب: بے شک اب اردو مکمل زبان کا درجہ رکھتی ہے۔

سوال: یہ سچ ہے کہ اردو دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے؟

جواب: جی ہاں

سوال: اردو کی موجودہ صورتِ حال کیا ہے؟

جواب: خصوصاً والدین کی عدم توجہی کی بنا پر جاں بلب ہے۔

سوال: اردو کا مستقبل کیسا ہوگا؟

جواب: ہندوستان میں تاریک، ممالکِ غیر میں روشن۔

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے اساتذۂ اردو پر کیا کیا ذمہ داریاں عائدہ ہوتی ہیں؟

جواب: ذمہ داریاں صرف اساتذہ پر نہیں ما ں باپ پر بھی عائد ہوتی ہیں جو اردو میڈیم پر انگریزی میڈیم کو ترجیح دیتے ہیں۔

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے اردو داں طبقہ کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اپنے بچوں کو روزانہ ایک لفظ پڑھنا اور لکھنا سکھانا چاہیے، سال بھر میں بچے اردو داں ہو جائیں گے۔

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے اردو مدارس، کلیات اور جامعات کو کیا کردار ادا کرنا چاہیے؟

جواب: پوری ایمانداری سے اپنے فرائض ادا کریں، یہی کافی ہے۔

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے اردو اکیڈمی کے کیا کیا اقدامات ہونے چاہئیں؟

جواب: منظورہ بجٹ کا پورا پورا استعمال، دیانت داری اور بردباری سے کریں، اردو اکیڈمی کا آدھے

سے زیادہ بجٹ خرچ نہیں ہوتا بلکہ واپس ہو جاتا ہے۔

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے اردو اخبارات، رسائل اور جرائد کب مؤثر ہو سکتے ہیں؟

جواب: جب ان کے پڑھنے والے موجود ہوں ورنہ یہ اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے شعراء وادباء کی کون سی تحریکات کارگر ثابت ہو سکتی ہیں؟

جواب: سچے دل سے ان کی اردو کی خدمت، اس کے رسم الخط کی بقا کی کوشش، رومن اور ہندی داں کو اردو لکھنا، پڑھنا سکھلا کر تعطیلات میں گھر گھر جاکر یا جمع کر کے۔

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے عصری مدارس میں کس نظام کی ضرورت ہے؟

جواب: کمپیوٹر کی ضرورت ہے

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے جدید ذرائع ابلاغ سے استفادہ ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: بالکل ضروری ہے

سوال: اردو کی بقا اور ترقی کے لیے مدارسِ اسلامیہ کی کدو کاوش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب: اللہ ان مدارسِ اسلامیہ کو قائم ودائم رکھے، آج انہیں کی وجہ سے اردو ہندستان میں زندہ وپائندہ ہے۔

سوال: انگریزی چلن کے درمیان اردو کیسے رائج ہو سکتی ہے؟

جواب: اوّلاً اندھی تقلید اور مرعوبیت کا راستہ چھوڑ دینا چاہئے، تبھی مادری زبان کی راہ ہموار ہوگی۔

سوال: کیا آپ انگریزی کے خلاف ہیں؟

جواب: نہیں ہرگز نہیں انگریزی کیا میں (رحمٰن جامی) تو کسی بھی زبان کے خلاف نہیں ہوں البتہ مادری زبان اردو کا حامی ہوں اور اس کی بقا اور ترقی کا خواہشمند ہوں۔

سوال: ہندی فلم انڈسٹری کی سوسالہ تاریخ میں اردو مقبول رہی یا ہندی؟

جواب: بلاشبہ اردو مقبول رہی مگر واقعہ یہ ہوا کہ فلمیں اردو میں بنتی رہیں اور انہیں سرٹیفکٹ ہندی دیا جاتا رہا۔

سوال: ہندی ٹی وی، ریڈیو اور میڈیا کی گردش میں اردو کا فیصد کتنا رہا؟

جواب: ۷۵/فیصد

سوال: کیا اردو رسم الخط کا تحفظ ضروری ہے؟

جواب: بے حد ضروری ہے، ہمارا دینی، ادبی، علمی اور شعری سرمایہ اسی رسم الخط میں ہے اگر یہ باقی نہ رہے تو ہماری ساری امیری غریبی میں بدل جائے گی۔

سوال: آج کے دور میں خط وکتابت کا احیاء کیسے ممکن ہے؟

جواب: ہماری جواں سالی کے دور میں خط وکتابت کا اہم ذریعہ ڈاک خانہ تھا، ویسے یہ آج بھی ہے مگر آج کل اس کی جگہ واٹس ایپ، ای میل وغیرہ نے لے لی ہے۔

سوال: کتب خانے (لائبریریز) کیسے آباد ہوں گے؟

جواب: کتابوں سے اگر پڑھنے کا اہتمام کیا جائے ورنہ تو اب اس کمپیوٹر کے دور میں یہ (کتب خانے) ویران ہوتے جارہے ہیں۔

چائے نوشی کے بعد حضرت عبدالرحمٰن جامی صاحب سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

سوال: شاعری آپ کی نظر میں کیا ہے؟

جواب: شاعری اللہ کی خاص عطا ہے جو سب کو نہیں ملتی۔

سوال: وہ کیا کیا اوصاف ہیں جو ایک شاعر کے لیے لازم ہیں؟

جواب: (۱)حق گوئی (۲)مظلوم کی طرفداری (۳) غریبوں سے محبت (۴) کمزوروں کی حفاظت (۵) برائی کو روکنے کی ہمت و جرأت۔

سوال: کیا ہر شاعر کے لیے عروض دانی ضروری ہے؟

جواب: کوئی ضروری نہیں ہے، مشقِ سخن کافی ہے۔

سوال: وہ کون سی اصناف ہیں جن میں شاعر کھل کر مافی الضمیر ادا کرسکتا ہے؟

جواب: پہلے نظم تھی اب غزل بھی اس کی جگہ لے چکی ہے۔

سوال: طنزیہ و مزاحیہ شاعری میں کیا ادبیت کا لحاظ رکھا جاسکتا ہے؟

جواب: ہاں! رکھا جاسکتا ہے (رکھا جانا چاہیے

سوال: دیہقانی زبان میں شعر و شاعری سے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: مجھے اس سے اتفاق نہیں، میرے نزدیک یہ زبان کی خدمت نہیں بدخدمتی ہے۔

سوال: کلام ترنم میں سنانا زیادہ مفید ہے یا تحت میں؟

جواب: جس میں آپ زیادہ ماہر ہوں، میرے نزدیک تحت میں سنانے والا زیادہ کامیاب رہتا ہے۔

سوال: شاعری میں فن غالب رہے یا فکر؟

جواب: دونوں اہمیت رکھتے ہیں۔

سوال: شعروادب کا ورثہ نسلِ نو میں کیسے منتقل کیا جائے؟

جواب: بالخصوص ہماری بہنیں اور ہماری بیٹیاں اگر اپنے بچوں کو اردو سکھانے کا بیڑا اٹھالیں تو یقیناً ہماری زبان اور ہمارا دین سب محفوظ رہے گا۔

سوال: کیا شاعری انقلاب لاسکتی ہے؟

جواب: اصل میں شاعری ہی ہے جو انقلاب لاتی ہے۔

سوال: ترقی پسند اور جدیدیت کیا ہے؟

جواب: نام نہاد نقادوں کی یہ وہ اصطلاحات ہیں جنہیں ڈھال بنا کر وہ شاعروں، ادیبوں اور فنکاروں کو اپنے افکار کے تابع رکھنا چاہتے ہیں۔

سوال: جگر مرادآبادی اور فراق گورکھپوری میں کیا فرق ہے؟

جواب: بلاشبہ جگر فراق سے بڑا شاعر تھا اور یہ بڑائی جگر کی سادگی میں مضمر تھی۔

سوال: مخدوم محی الدین، فیض احمد فیض اور علی سردار جعفری کو آپ نے کیسے پایا؟

جواب: اِن تینوں کو اپنی بات منوانے کا ہنر آتا تھا۔

سوال: فاروقیوں اور نارنگیوں کے بارے میں آپ کا کیا تبصرہ ہے؟

جواب: دونوں ہی اپنی اپنی اَنا کے شکار ہیں، جس سے اردو والوں کا کوئی بھلا نہیں ہوسکتا۔

سوال: قلمی نگارشات کی حفاظت کے لیے پہلے کے زمانے میں قلمی نگارشات کو کتابی شکل دی جاتی تھی، ویسے یہ چلن آج بھی برقرار ہے مگر ۵۰ رفیصد اہلِ قلم کتابی شکل دینے کی بجائے گوگل کے حوالے کرتے ہیں، آپ کا کیا مشورہ ہے؟

جواب: اوّلاً کتابی شکل دی جائے بعد ازاں اُسے آن لائن کیا جائے اس سے قلمی نگارشات کی حفاظت بھی ہو جائے گی اور استفادہ بھی خوب سے خوب تر ہوگا، اب اندیشے کا جہاں تک سوال ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ دیمک کھا جاتی تھی، آج وائرس کا اِمکان ہے۔

سوال: عصرِ حاضر میں مشاعروں کا کیا حال ہے؟

جواب: اردو کی ساری روح آج کل مشاعروں میں سمٹ کر رہ گئی ہے، ترنم باز شاعروں اور شاعرات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا

سوال: مشاعروں کے انعقاد کا کیا مقصد ہونا چاہئے؟

جواب: اردو کی بقا اور اس کے معیار کا اظہار۔

سوال: قارئین کے لیے پیغام؟

جواب: قارئین کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ اپنی مادری زبان (اردو) کو زندہ رکھنا ہے تو (اردو) کتابوں کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائیے، اپنے بچوں کو اسکول میں نہ سہی اپنے گھروں میں صرف ایک ہی لفظ بلا ناغہ لکھنا پڑھنا سکھائیے تاکہ اپنا دین بھی زندہ رہے اور زبان بھی، بچوں کے انگریزی اسکولوں میں ان کی مادری زبان کے خانے میں اردو کے بجائے ہندی لکھا جارہا ہے اولین فرصت میں جاکر مادری زبان اردو لکھائیے۔

ڈاکٹر عبدالحق اردو یونیورسٹی میں شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد کے تعلیمی سفر میں حضرت رحمٰن جامی پروفیسر مظفر شہ میری ،ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی اور دیگر کے ساتھ

جمال ریاض۔حیدرآباد

آہ! رحمٰن جامؔی

میں نے جان بوجھ کر نام کے ساتھ مرحوم نہیں لکھا, کیونکہ ایسے لوگ کبھی مرتے نہیں, ان کی یادیں, ان کے کارنامہ, ان کی خدمات اور ان کی اچھائیاں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔یہ بات اور ہے کہ ہم انھیں دیکھ نہیں پاتے۔رحمان جامی صاحب, نہ صرف ہمارے ہم محلّہ تھے۔بلکہ ان سے ہماری خصوصی وابستگی تھی, میرے عزیز دوست قیوم خالد کے اور میرے استاد محترم بھی تھے، اس سے بڑھ کر وہ سارے محلّہ اور حیدرآباد کی ادبی دنیا کے بیشتر، نے ٕ entrants کے جامی بھائی تھے-انتہائی قابل قدر اور لائق احترام استاد ہونے کے باوجود وہ ہمارے بہت ہی بے تکلف دوست بھی تھے(حالانکہ وہ ہم سے عمر میں 20-25 برس بڑے تھے)جامی صاحب سے متعلق اور وابستگی سے جڑی اتنی ساری یادیں ہیں کہ انھیں لکھنا اور یکجا کرنا آسان نہیں ہے۔

جامی صاحب کے شاگردوں کی ایک بڑی اور طویل فہرست ہے۔انہوں نے ہمیشہ نئے لکھنے والوں کی مدد اور ہمت افزائی کی ہے۔میرے عزیز دوست قیوم خالد(جو کہ بہت ہی اچھے شاعر اور افسانہ نگار ہیں اور فی الوقت امریکہ میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں) کی نثری تخلیقات کو کتابی شکل دینے میں جامؔی صاحب کا کافی دخل رہا, بلکہ بہت کچھ جامؔی صاحب نے ہی کیا, جیسے ترتیب, کتابت اور اشاعت کی ذمہ داری, حد یہ کہ خالد کی کتاب" کھویا ہوا جزیرہ" کی رسم اجرائی بھی جامی صاحب کی مرہون منت رہی۔

جامی صاحب کی کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے, وہ انتہائی بیباک ,صاف گو اور مخلص انسان تھے, ساتھ ہی ساتھ وہ بہت ہی خوددار بھی تھے, وہ کبھی کسی پر احسان کر کے جتاتے نہیں تھے۔میرے سب سے بڑے بھائی جناب مصحف اقبال توصیفی صاحب سے بہت ہی اچھے مراسم تھے اور اکثر ملاقاتیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔

ہمارا بچپن سے جامی صاحب کے گھر آنا جانا تھا, کئ' joints ایسے تھے جسکے سرے جامی صاحب سے جا ملتے تھے, بچپن میں ہم نے جناب سید رحمت علی صاحب مرحوم(,ڈپٹی اسپیکر آندھرا پردیش اسمبلی) کے مکان پر مرادنگر چلڈرنس کلب کی بنیاد رکھی تھی ,جس کا میں صدر, جامی صاحب کی بھتیجی, نائب صدر رحمت علی صاحب کے فرزند عظمت سلیم (مرحوم) معتمد تھے, اسی ضمن میں جامی صاحب کے مکان آنا جانا ہوتا تھا۔

لڑکپن اور طالب علمی کے زمانہ میں قیوم خالد کی معرفت , جامی صاحب سے ملاقات ہوتی تھی, جہاں خالد اپنی شعری اور نثری تخلیقات پر اصلاح اور مشورہ حاصل کرتے تھے۔

جامی صاحب کے برادر محترم جناب قاری عبدالعلیم صاحب, دینی و مذہبی حلقوں کی بہت ہی معتبر

اور معروف شخصیت تھے, انھیں فن قرأت کلام پاک پر کافی عبور تھا اور اکثر انہیں بحیثیت جج عالمی قرأت مقابلوں میں مدعو کیا جاتا۔ان ہی کے طفیل میں محلّہ کے بیشتر نوجوان, طلبا اور طالبات قاری بن سکے اور فن تجوید سے واقف ہو پائے-مجھ سے بڑے ایک بھائی, جناب ہلال انجم صاحب قاری صاحب کے خاص شاگردوں میں سے تھے, ہم بھی قاری صاحب کے مستفید کنندگان میں شامل تھے۔اسی بہانہ ہمارا جامی صاحب اور قاری صاحب کے گھر آنا جانا رہتا تھا۔

ہمارا جامی صاحب سے رابطہ بنا ہوا تھا, ہمارے لڑکپن کے دنوں کا ایک یادگار واقعہ یاد آرہا ہے, مہدی پٹنم بس ڈپو اسوسیشن کی طرف سے مختلف مواقع پر, مہدی پٹنم کمیونٹی ہال میں مشاعرے ہوا کرتے تھے, ایک مشاعرہ میں جامی صاحب اور ان کے دوست مشہور شاعر عزیز قیسی صاحب دونوں شریک تھے, (عزیز قیسی صاحب, ممبئ منتقل ہو چکے تھے لیکن ان دنوں آئے ہوئے تھے) دونوں دوستوں نے مشاعرہ لوٹ لیا تھا۔عزیز قیسی صاحب سے ان کا مشہور زمانہ کلام سنانے کی فرمائش کی گئی۔

اپنے ? کچھ تو بتا ان کا تو ہمراز ہے تو

یہ کلام سنا کر انہوں نے ایک سماں باندھ دیا تھا, پھر جامی صاحب نے اپنی مشہور غزل سنا کر مشاعرہ لوٹ لیا تھا۔

پھول پھینکے میری راہ میں کہ پتھر پھینکے
جو بھی پھینکنا ہے سوچ سمجھ کر پھینکے
میں گنہگار سہی مجھ پر بقول عیسیٰ
جو گنہگار نہیں وہی پتھر پھینکے

مشاعرہ اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا, اس دن ہم نے جامی صاحب کو ایک الگ ہی روپ میں دیکھا تھا۔

ہمارے محلّہ کی ایک اور ہر دلعزیز شخصیت جناب عبدالرحمٰن شریف صاحب کا آشیانہ, ان دنوں جامی صاحب کی سرپرستی میں ادبی اور شعری سرگرمیوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔

جہاں جامی صاحب کے دوستوں اور شاگردوں کا ہجوم ہوتا تھا, جن میں قابل ذکر, ناچیز (جمال ریاض) عبدالرحمان شریف, حمید الدین ساغر, عسکر فہمی, نسیم اعجاز نسیم, زلفقار صاحب, غنی نعیم اور برق یوسفی صاحب وغیرہ۔

رات رات بھر محفلیں چلتیں, چائے کے دور ہوتے, کبھی کبھار نئے لکھنے والوں کا امتحان بھی ہوتا, جامی صاحب کوئی طرح دیتے, جس پر سب اپنے اپنے طور پر لکھ کر پیش کرتے۔

جامی صاحب کے پاس اصلاح کے لیے بھی بہت سارا کلام آتا, جسے وہ اپنے پاس رکھ لیتے, اور دوسرے دن اصلاح کر کے لوٹا دیتے، اگر کسی کا ناقص اور کمزور کلام ہوتا, تب بھی اس کا دل نہیں توڑتے اور اسے مزید محنت اور کوشش کرنے کے لیے کہتے۔

جامی صاحب, علم اوزان اور فن عروض کے ماہر تھے۔ادبی شخصیات اور مشہور شعراء اکرام کا کلام اور ان سے متعلق معلومات کا اتنا ذخیرہ تھا کہ آپ انھیں چلتا پھرتا encyclopedia کہہ سکتے ہیں۔

وہ سبھی کے اندر چھپے ادبی ذوق وشوق کو باہر نکالنے میں ماہر تھے-اسی سلسلہ کی ایک کڑی کے طور پر, انہوں نے ایک ادبی انجمن قائم کی تھی, جس کا نام". شاہین زادے "/تھا, جسکے جامی صاحب سر

پرست اعلیٰ ، میں صدر، عبدالرحمٰن شریف صاحب معتمد، عسکرفہمی خازن وغیرہ

جامی صاحب کی خوبیوں اور تعریفوں پر اگر لکھنے لگوں تو مضمون کافی طویل ہوجائے گا، اختصار سے کام لیتے ہوے اتنا کہوں گا کہ، وہ انتہائی مخلص ، بیباک اور سچے انسان تھے، وہ کسی کی بھی out of the way مدد کرتے تھے، اور کبھی جتاتے نہیں تھے۔

ان کی آواز میں جتنی گھن گرج تھی، دل کے اتنے ہی نرم تھے، مزاج میں بلا کی بذلہ سنجی تھی اور بہت ہی حاضر جواب تھے۔

ہر انسان بشر سے زندگی میں غلطیاں ہوتی ہیں، جامی صاحب سے بھی ہوئیں، جامی صاحب کے بھائی قاری عبدالعلیم صاحب آپ کو بہت چاہتے تھے اور آپ کے لیے بہت دعایں کرتے، شاید آپ کی دعاؤں کا اثر اور اللہ کا کرم کہ آپ یکسر بدل گئے تھے، داڑھی ٹوپی، چال ڈھال لباس پنج وقتہ نمازیں، بے شک اللہ جسے چاہے ہدایت دے، اللہ ہر چیز پر قادر ہے، خاتمہ بالایمان اور آخری وقت زبان پر کلمہ طیبہ کا ورد قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے، اللہ جامی صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور اپنے کرم کا معاملہ فرمائے، آمین۔

مفتی ساجد ناصری، ڈاکٹر عبدالقدوس، ڈاکٹر محامد ہلال حضرت کے دولت کدہ پر

حکیم سید شاہ محمد خیرالدین قادری

شجاعت صوفی-حیدرآباد

تہنیت استاذ محترم
میر محمد عبدالرحمٰن جنیدی نقشبندی
المعروف ''رحمٰن جامیؔ''

میں عاشق ہوں جن کا نہ دوجانہ ثانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی
عطا کی جو اُردو کو اک زندگانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی
بنایا ہے اُردو کو جو لامکانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی
قدم چومتی ہے سدا کامرانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی
وہ جن کا تخیل رہا آسمانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی
مٹایا جو دل کو بنا کر نشانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی
سدا ساتھ رہتی ہے کوئی کہانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی
سدا جن کا پیغام ہے جاودانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی
بنایا ہے صوفیؔ کو اپنی نشانی
وہ رحمٰن جامی ہیں رحمٰن جامی

حافظ وقاری ڈاکٹر محمد نصیر الدین منشاوی-حیدرآباد

آہ! میرے جامی بھائی

۱۹۹۳ء کے درمیانی سال کی بات ہے جبکہ میں استاد الاساتذہ قاری سبعہ وعشرہ قاری محمد عبدالعلیمؒ کے پاس سبعہ وعشرہ سیکھنے کی غرض سے جایا کرتا تھا عام طور پر عشاء کے بعد کا وقت استاد محترم نے مقرر کیا تھا لیکن کبھی کبھی بعد عصر بھی حاضری ہو جاتی تھی۔ ایک ایسی ہی شام ہونے کو تھی اور میں استاد بزرگوار کے پاس بیٹھے تلاوت قرآن کر رہا تھا کہ دفعتاً کچھ لوگوں کی آوازوں کے ساتھ ان کی چپلوں کی چاپ بھی ہم کو سنائی دی۔ قاری محمد عبدالعلیمؒ کی بینائی اس وقت کمزور ہو چکی تھی مگر سماعت ابھی جوان تھی۔ قدموں کی آہٹ سن کر استاد محترم نے آواز دی! جامی ہے؟ کمرے کے باہر سے آواز آئی جی بھیا! یہ کہہ کر جامی بھائی دیوان خانے کے دروازے کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے دو اور دوست بھی ان کے ساتھ تھے۔ میں نے جب ان کی طرف دیکھا تو سفید جبے میں ملبوس سفید ٹوپی پہنے ہوئے آنکھوں پر چشمہ اور چہرے پر داڑھی سانولا رنگ اونچے خدوخال مسکراتا چہرہ وہ اور ان کے دوست اندر آ کر بیٹھ گئے۔ قاری صاحب نے میری طرف اشارہ کر کے کہا یہ بچہ (حافظ وقاری نصیر الدین) ہو بہو محمد صدیق منشاوی (مصر کے عالمی قاری) کی آواز میں اور ان کے انداز میں تلاوت کرتا ہے پھر میری طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے بیٹا پڑھو۔ یہی پڑھنے لگا اور جامی بھائی فرط عقیدت سے جھومنے لگے۔ میری تلاوت ختم ہوئی تو جامی بھائی کی زبان پر الفاظ تھے ماشاء اللہ۔ ماشاء اللہ۔ یہ میرا اور ان کا سب سے پہلا تعارف تھا جو بعد کو استاد و شاگرد میں بدلتے ہوئے خسر و داماد میں بدل گیا۔ قاری محمد عبدالعلیمؒ کی چوتھی بیٹی اور حضرت جامی کی بھتیجی بین الاقوامی شہرت یافتہ امۃ الرشید سعیدہ ارشدی (سابقہ صدر شعبہ عربی وسکینڈ لینگویجس ہنٹ آنس جونیئر کالج) میری اہلیہ بن گئیں۔

۱۱رجنوری ۲۰۰۴ء جب حضرت قاری عبدالعلیمؒ اس دارفانی سے کوچ کر گئے اور مجھے ۲۰۰۶ء میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی میں ایم فل میں داخلہ ملا تو پھر سے جامی بھائی سے میرے تعلقات تازہ ہو گئے اور رفتہ رفتہ انہوں نے مجھے اپنے شاگردوں میں شامل کر لیا۔ ادبی تعلقات سے وہ مجھے بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہتے کہ تم بھیا کے شاگرد ہو اور دوسرے یہ کہ تم حافظ وقاری ہو۔ یہ ان کی شفقت کی انتہا اور اعلیٰ ظرفی تھی۔ اس محبت کا نتیجہ تھا کہ وہ میرے ہر پروگرام میں نہ صرف شامل رہتے بلکہ سرپرستی اور صدارت ان ہی کی رہتی۔ چاہے وہ قرأت کے پروگرام ہوں چاہے وہ ادب کے۔ ایک مرتبہ ان کے ایک شاگرد کی کتاب کی رسم اجراء کے سلسلے میں مجھے اپنے ساتھ ان کے وطن رائچور لے گئے اور پروگرام کا آغاز اس ناچیز کی قرأت سے کروایا۔ وہ میری کتابوں پر ریویو لکھا کرتے، مجھے مشورے دیا کرتے، میری اصلاح کرتے، ان کے آگے مجھے گفتگو کرنے سے ڈر لگتا تھا

کیونکہ وہ کہیں نہ کہیں میری گفتگو میں املا کی غلطیاں نکال لیتے تھے۔ زبر زیر پیش کی غلطیاں۔ اردو، انگریزی، ہندی، فارسی، عربی و دیگر زبانوں پر ان کو مکمل عبور حاصل تھا تبھی تو وہ ہمیں یہ بتاتے کہ اردو زبان میں مستعمل یہ لفظ کونسی زبان کا ہے جبکہ ہم اس لفظ کو خالص اردو زبان کا لفظ سمجھتے۔

جامیؔ بھائی نے اپنی زندگی کو کتاب وقلم کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وہ پانچویں جماعت میں سے بہ حیثیت شاعر مشہور ہو گئے تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کے کلام نے وہ درجہ حاصل کر لیا کہ ان کے چاہنے والوں نے ان کو شاعر اعظم کا لقب دیا۔ ہندوستان کی شاعری کی تاریخ ان کے بغیر ادھوری رہ جائے گی۔ شاعروں، ادیبوں شاگردوں اور شاگردوں کے کلام کی اصلاح کرنا انہوں نے اپنے اوپر فرض کر لیا تھا۔ سورج کے طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے تک بلکہ بعض مرتبہ آدھی رات سے زیادہ دیر تک ان کا دیوان خانہ تشنگانِ علم سے بھرا رہتا اور حضرت رحمٰن جامیؔ ماتھے پر شکن لائے بغیر ان کی پیاس بجھاتے رہتے۔

۲۰۱۲ء کی بات ہے کہ میں حج کے مسافر کے عنوان سے اپنا سفرنامہ حج مکمل کر چکا تھا اور میری خواہش یہ تھی کہ جامیؔ بھائی اس کتاب پر ریویو لکھیں اور خاص بات یہ تھی کہ ان میں کے مشورے سے یہ کتاب میں نے ایجوکیشنل پبلشنگ دہلی سے چھپوائی تھی اس طرح خود آپ کی کتابیں بھی اور آپ کے شاگردوں کی کتابیں بھی اس وقت چھپ رہی تھیں اور مصروفیت کی بنا پر وہ میری کتاب پر ریویو لکھ نہیں پا رہے تھے۔ ایک شام کو مجھے حاضر خدمت کا موقع ملا اور میں نے ان سے شکایت کر دی کہ آپ میری سنی ان سنی کر رہے ہیں، ان کی حد درجہ شفقت کی وجہ سے وہ میری یہ شرارتیں مسکراتے ہوئے برداشت کر لیتے تھے۔ چنانچہ اس وقت تو انہوں نے کچھ نہیں کہا البتہ دو دن بعد مجھے فون آیا کہ میاں تمہارا ریویو لکھا ہوا ہے آ کے لے جاؤ۔ میں خوشی سے پھولے نہیں سمایا، ہاتھ میں شیرینی لیے جب ان کے پاس پہنچا تو ریویو آپ کے میز پر سامنے رکھا ہوا تھا۔ سلام کلام کے بعد جامیؔ بھائی نے فرمایا ''میاں تم کو معلوم ہے میں تمہارا ریویو لکھنے کے لیے عشاء کے بعد بیٹھا تو رات میں تین بج گئے، نہ کھایا نہ پیا۔ میں شرم سے پانی پانی ہوئے جا رہا تھا کہ میں نے استاد محترم کو تکلیف دی میرے پاس شکریہ ادا کرنے کی ہمت بھی نہ تھی، انہوں نے مجھ شاباشی دی اور پیٹھ تھپتھپائی اور دعائیں دیں، ان کی دعائیں قبول ہوئیں اور ''حج کے مسافر'' ساری دنیا میں مقبول ہوئی۔

جامیؔ بھائی کے سامنے کئی مرتبہ میں قلم کتاب لے کر بیٹھا کہ شاعری سیکھوں اور اس کی نزاکتوں سے اپنے آپ کو آراستہ کروں لیکن ہر بار جب بات نہ بنتی اور میں مایوس ہو جاتا تو جامیؔ بھائی مجھے یوں دلاسہ دیتے۔ بیٹا تیرے سینے میں قرآن ہے اور رات اس کی خدمت میں لگا ہوا ہے الحمدللہ۔ اللہ عزوجل تجھے اپنے کلام سے غافل کرنا نہیں چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ چاہنے کے باوجود تم شاعر نہیں بن پا رہے ہو۔ تو شاعر نہ بنے نہ سہی۔ تم قاریٔ قرآن اور خادم قرآن ہی بن کر رہو۔ یہی تمہارے لیے دنیا میں اور آخرت میں بھی نجات کا ذریعہ ہے۔

جامیؔ بھائی کا یہ خاص وصف تھا کہ وہ ہر ایک کا دل موہ لیتے تھے۔ ان سے پہلی ہی ملاقات میں لوگ ان

کے گرویدہ ہوجاتے تھے۔ میرے شاگرد دوست میر محتشم علی خان (سلور میڈل یافتہ عالمی باڈی بلڈر) امریکہ میں جب باڈی بلڈنگ میں دوسرا انعام جیت کر آئے تو میں نے ان کی جامیؔ بھائی سے ملاقات کروائی اور جامیؔ بھائی اس نوجوان سے اتنے متاثر ہوئے کہ بعد کو مسٹرورلڈ محتشم کے نام سے ان پر توصیفی اشعار لکھے۔ ادبی دنیا میں ہر صاحب علم کے لیے وہ حرف آخر کا درجہ رکھتے تھے۔ لوگوں کی خوشیوں میں خوشی خوشی شریک ہوتے اور کسی کے غم کی خبر سن کر غمگین ہوجاتے اور اگر کسی کے بیمار ہونے کی اطلاع ملتی تو فوراً مزاج پرسی کے لیے نکل پڑتے۔

اللہ عزوجل نے آپ کو لمحۂ آخر تک صحت مند وتندرست رکھا تھا۔ آپ کسی کے ایک گلاس پانی کے محتاج نہ تھے، آپ کی اہلیہ محترمہ عائشہ سلطانہ بھی پیرانہ سالی کے باوجود آپ کا خوب خیال رکھتیں۔ انتقال سے کچھ دن پہلے تک بھی آپ پانچوں نمازیں تیس سیڑھیاں چڑھ کر مسجد خیر میں صف اول اور تکبیر اولی سے ادا کرتے۔ آپ تہجد گزار تھے اور عمر کے اخیر حصہ میں قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ قاری محمد عبداللطیف مرحوم یکے از شاگرد حضرت قاری محمد عبدالعلیمؒ مکمل کیا اور شاندار دعوت کی۔ کہا جاتا ہے کہ موت کا وقت آتا ہے تو بہانا ساتھ لاتا ہے۔ ایک رات جب حسب معمول آپ اپنی ڈائری میں کچھ لکھ رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی اور قلم کی نوک رات بھر آپ کے نرم ونازک ہاتھ میں چبھی رہی، صبح جب دیکھا تو ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہوگیا تھا اور کسی بھلے شاگرد نے اس پر زیتون کے تیل کی مالش کی تو ہاتھ سوجھ گیا۔ ۵/جنوری ۲۰۲۱ء میں اور میری اہلیہ نے ان کی خیریت دریافت کی تو کہنے لگے کہ بیٹا خیریت نہیں ہے کچھ بھی ٹھیک نہیں، وہ ہمارے باز و بلڈنگ میں ہی رہتے تھے تو ہم نے فوراً ان کی خبر گیری کی اور پھر ان کا علاج ہوتا رہا، لیکن مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق بالآخر قلم کا یہ زخم ہی سرسبز وشاداب شجر علم کے سوکھنے کی وجہ قرار پایا۔

۵/جنوری سے ۲۰/جنوری ۲۰۲۱ء، یہ پندرہ دن جامیؔ بھائی بڑی بے چینی اور اضطراب میں گزارے اسی اثناء میں ان کے ہاتھ کی سرجری بھی اور کامیاب ہوئی انتقال کی رات تک بہرحال وہ اپنے عزیز واقارب اور شاگردوں سے بات کرتے رہے۔ انتقال کی رات سے ایک رات پہلے میں اور میرے خاندان نے ان سے بھرپور ملاقات کی اور انہوں نے بہت دیر تک دعائیں دیں، پھر میں کسی کام سے حیدرآباد سے باہر چلا گیا، لیکن رات میں جب آرام کر رہا تھا تو صبح صادق کے وقت میرے بیٹے محمد طلحہ شرف الدین کا فون بجنے لگا اور جیسے جیسے ان کے فون پر ابھرنے والے تیر آگے پیچھے ہورہے تھے، میرے دل کی دھڑکن بھی اوپر نیچے ہورہی تھی، گھبراتے ہوئے میں نے جب فون وصول کیا تو بیٹے کی ٹوٹتی ہوئی آواز ہی سے میں نے اندازہ لگالیا کہ آسمان ادب کا یہ درخشندہ ستارہ اپنی زندگی کی ستاسی (۸۷) بہاریں دیکھنے کے بعد شہاب ثاقب کی طرح ٹوٹ کر غائب ہوگیا۔ بیٹے نے واقعہ سنایا کہ رات تین بجے آکر خادم نے اطلاع دی کہ جامیؔ بھائی (آپ کو) یعنی ان کی چہیتی بیٹی ارشدی کو بلا رہے ہیں۔ چنانچہ طلحہ اور ارشدی فوراً دوڑ پڑے اور ارشدی نے فوراً جامیؔ بھائی کے سر کو اپنی گود میں لے لیا اور کہنے لگی چاچا! چاچا میں آگئی۔ جامیؔ بھائی نے اپنی زندگی کی

آخری آواز نکالی 'اوں ۔اوں' اور پھر ارشدی بھی کلمہ طیبہ زورزور سے پڑھنے لگی اور جامؔی بھائی زیرلب دہرانے لگے اورٹھیک چار بجے حضرت عزرائیل علیہ السلام ان کی روح کو اپنی آغوش میں لے کر چلے گئے، اس طرح آفتاب علم جو تقریباً ساٹھ سال سے زیادہ عرصے سے جہان ادب میں علم کی روشنی پھیلا رہا تھا، طلوعِ آفتاب سے پہلے ہی غروب ہوگیا۔ان کے انتقال کے وقت صرف تین ہی لوگ ان کے ساتھ تھے، ان کی اہلیہ محترمہ (چاچی)، عائشہ سلطانہ میری اہلیہ اوران کی بھتیجی قاریہ ارشدی اور میرے فرزند طلحہ شرف الدین۔ کچھ دیر بعد آفس سے ہمارے ایک اور فرزند حافظ محمود آئے اورساری دنیا میں صبح ہوتے ہوتے یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ وصیت کے مطابق آپ کے نواسے حافظ عبداللہ محمود نے قطب شاہی مسجد (چھوٹی مسجد) مرادنگر میں بعد نماز عصر نمازہ جنازہ پڑھائی اور عین اذانِ مغرب کے وقت مسجد عالمگیر شانتی نگر کے قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی اور مشہور عالم دین مولانا عبیدالرحمٰن اطہر صاحب نے دعائے مغفرت کی۔

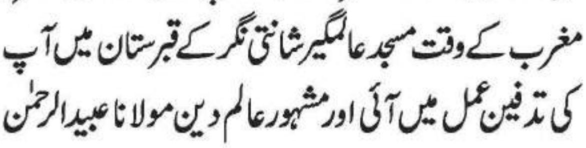

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد کے زیر اہتمام انٹرنیشنل سیمنار میں حضرت رحمٰن جامی مفتی محمد فاروق قاسمی صدر علماء کونسل کو مومنٹو پیش کرتے ہوئے

ذاکر دانش۔حیدرآباد

اسے خدا نے بلالیا

اک عرصہ پہلے جو اک فرشتہ
ہماری دنیا میں آگیا تھا
اسے خدا نے بلا لیا ہے
قلم سے اب میں یہ لکھ چکا ہوں
مگر یقیں مجھ کو آئے گا کب
میرا یہ دل مانتا نہیں ہے
وہ یادیں آئیں گی ہرقدم پر
یہ راستے بھی کٹھن ہیں لیکن
سفر اکیلے ہی طے کریں گے
یہ دل میں اب اک ملال ہے بس
ہمیں ذرا اوروقت ملتا
تو غم کی گھڑیاں بھی کم ستاتیں
خدا کے ہم ہیں تو اس کی مرضی
جسے وہ رکھے جسے بلالے
اگرچہ دنیاہے فانی لیکن
خدا کی جنت تو جاوداں ہے
خدا کی جنت میں پھر ملیں گے
وہاں بھی خوشیوں کے گل کھلیں گے
تیرے استاد نے جو جام پلایا تجھ کو
اب اسی جام نے لکھنا بھی سکھایا تجھ کو
شاعری کرنے کے قابل ہی کہاں تھا دانش
شکریہ ان کے سخنور جو بنایا تجھ کو
قطرہ نہیں ہیں وہ تو سمندر کہو انہیں
راہوں میں شاعری کی بھی رہبر کہو انہیں
مالک کے قریب میں بھی بڑا ہاتھ ان کا ہے
ہیں اس مقام پر کہ قلندر کہو انہیں

محمد معین الدین احمر نزلی۔حیدرآباد

عبدالرحمٰن جامی ایک اچھے استاذ اور ایک اچھے مربی

حضرت عبدالرحمٰن جامی جنہیں اردو دنیا کا ایک مشہور شاعر جانا جاتا ہے جس کو استاذ سخن استاذ شاعر کہا گیا۔یوں تو اردو دنیا میں شاعری کے لحاظ سے بہت سے شعراء ہیں لیکن بحیثیت استاذ بہت کم کا نام آتا ہے۔عبدالرحمٰن جامی کے بہت شاگرد ہیں،وہ شاگرد ہیں جو دنیا کے کونے کونے میں پائے جاتے ہیں۔اکثر شاگرد اپنے مجموعے کلام کی تصحیح کرنے آتے اور اصلاح کے بعد اپنا مجموعہ کلام شائع کرواکر صاحب دیوان شاعر کہلاتے۔بعض شاگرد شاعری سیکھنے آتے انہیں جامی بھائی مشورہ دیتے کے مشق کریں۔جگر مرادآبادی کا مجموعہ کلام خریدیں اور مشق کیا کریں۔انہیں وہ شاعری کے رموز بھی سکھادیتے۔رحمٰن جامی بحروں اور تختی کا مشورہ کبھی شاگردوں کو نہیں دیتے تھے۔وہ کہتے اگر تم اس حساب وکتاب میں لگ جاؤ گے تو شاعری نہیں آئے گی،شاعری تو مشق اور مطالعہ سے آتی ہے۔گو کہ جامی بھائی بحروں اور تختی پر دسترس رکھتے تھے لیکن اپنے شاگردوں کو اس سے دور رکھتے تھے،وہ فرماتے تھے جو حساب وکتاب جوڑ توڑ کی شاعری میں لگ گیا وہ صرف قافیہ پیمائی تک محدود ہوکر رہ جاتا ہے۔ان کی شاعری میں نکھار تک نہیں ہوتا الفاظ کے متبادل نہیں لاتے بس وہ وزن کر کے شعر کو وزن میں لاتو دیتے ہیں مگر اس میں شعریت پیدا نہیں ہوتی۔شعر کا وزن میں آجانا ہی کمال نہیں بلکہ شعر میں شعریت ہو مضمون پورا ہو بات مکمل ہو،مضمون اچھوتا ہو،اور دل کو چھونے اور اگر زبان زد وعام وخاص ہوجائے تو کیا کہنے۔اسی لئے جناب رحمٰن جامی اپنے شاگردوں کو مشق کرانے کا مشورہ ہی دیتے۔گذشتہ ملاقات پر استاذ محترم نے کہا کہ یہ جملہ غلط ہے کہ Practise makes a man perfect پھر مجھ کو سمجھانے لگے کہ سرکس میں ایک مرد اور ایک خاتون مشق کرتی ہے اور اسے پرفیکشن حاصل ہوجاتا ہے تو میں کہتا ہوں Practise makes a man and women perfect عبدالرحمٰن جامی اپنے شاگردوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔اگر استاذ چڑچڑا ہو یا استاذ کو دسترس نہ ہو تو وہ پھر بھاگتا ہے لیکن استاذ جامی شاگرد کی پوری اصلاح کرتے اس کو پوری طریقے سے مطمئن کرتے یہاں تک کہ تلفظ کی غلطی بھی ہو تو اس کو پکڑتے اور اس کی اصلاح کرتے۔ساتھ ساتھ شاگردوں کی اخلاقی اصلاح بھی فرماتے،کوئی غلطی دیکھتے تو اسے ٹوک دیتے جیسے اگر کوئی بائیں پیر ڈالے چپل میں تو وہ ٹوک دیتے،چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن آج کے زمانے میں کون ہیں جہاں جاکر آپ کچھ دیر بیٹھیں،زانِ تلمذ اور کچھ نصیحت حاصل کریں۔استاذ رحمٰن جامی بہت بڑے شاعر تھے انہیں تمام بحروں پر دسترس حاصل تھا،اشعار تو منٹوں میں لکھوادیتے۔آپ کے یہاں شاگرد وقت دیکھتے نہ گھڑی دیکھتے،چلے آتے جامی صاحب ان کے لئے جیسے ہمیشہ حاضر رہتے آپ کا چھوٹا سا دیوان خانہ جیسے ایک اقامتی اسکول ہو۔اسکول کی طرح ہوتا اپنے شاگردوں سے محبت سے ملتے،گلے لگاتے،کام مکمل ہونے کے بعد اس کو رخصت کرتے

چائے سے تواضع کرتے ،چھوڑنے کے لئے دیوان خانے کی گرل تک آتے ،آج مشاعرے ،بہت ہوتے ہیں شعر بھی بہت کہے جاتے ہیں لیکن فن شعری سے ،بہت کم شعراء واقف ہوتے ہیں لیکن فن شاعری سے بہت کم شعراء واقف ہوتی ہیں ۔لیکن فن شاعی سکھانا یہ تو ایک مشکل امر ہو چکا ہے ۔رحمٰن جامی صاحب اردو میں نثر نگاری میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے ہیں وہ ایک بیت اچھے گائیک تھے ،میں نے دیکھا کہ آپ کے یہاں پی ایچ ڈی کے چلباء بھی آتے تھے ۔عائشہ صدیقہ صاحبہ نے آپ پر پی ایچ ڈی حاصل کی اس سے پتہ چلتا ہے کہ پورے شہر میں ایک شخص بھی اس میدان کا دکھائی نہیں دیتا تو پی ایچ ڈی کے شاگردوں کی رہنمائی کرتا ہو،اس بنیاد پر میں کہتا ہوں رحمٰن جامی صاحب کو پروفیسر رحمٰن جامی کا مرتبہ یا اعجاز ملنا چاہئے ۔رحمٰن جامی صاحب نے اردو شاعری میں نئے نئے تجربات کئے ہیں اس بات کا انکشاف آپ کے تعزیتی جلسے میں ڈاکٹر مجید بیدار صاحب سابق ایچ او ڈی اردو ڈپارٹمنٹ نے کہی کہ رحمٰن جامی صاحب کو تمام اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے اس کے علاوہ یوروپ کی طرز پر ہیکو بھی کہے ہیں ۔الغرض یہ کہا جاسکتا ہے کہ بلا شبہ رحمٰن جامی ایک استاذ شاعر ایک استاذ ادیب جس کی زندگی اردو کا اوڑھنا بچھونا تھی وہ اردو سکھانے اور اردو کو فروغ کرتے کرتے رخصت ہوگیا ۔رحمٰن جامی صاحب ڈیسپلین کے پابند تھے ۔ایک استاذ کے اندر جب یہ خصوصیت ہوتی ہے تو وہ ایک قابل استاذ کہلایا جاتا ہے ۔وہ ناشتہ سے فارغ ہو کر اپنے چھوٹے سے آفس یعنی دیوان خانے میں داخل ہو جاتے اور یہیں دن بھر مطالعہ میں سرگرم رہتے یوں مغرب تک شاگرد آتے جاتے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ۔آپ کے دیوان خانے میں کئی شاگردوں کے مجموعہ کلام کے مسودے پڑے رہتے ،آپ بحسن وخوبی اس کی

اصلاح میں مصروف رہتے لیکن قربان جائیے کہ آپ کسی شاگرد سے کوئی چیز طلب نہ کرتے ۔آج کے گائیڈ پروفیسر ،پی ایچ ڈی کے اسٹوڈینٹ سے گھر کے کام کاج کرواتے ہیں لیکن استاذ شعر وسخن استاذ رحمٰن جامی بڑے کروفر بڑے رعب ودبدبہ کا آدمی تھے ۔کبھی کسی شاگرد کی کوئی ناگوار بات سنتے تو غصے میں آگ بگولہ ہو جاتے اور ڈانٹ دیتے اور غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد اسے گلے لگا کر سمجھاتے ۔رحمٰن جامی صاحب کا اپنے شاگردوں سے حسن سلوک شفقت اور محبت غیر معمولی تھی ۔میرے والد محترم حاجی محمد فرید الدین احقر نرلی جو آپ کے شاگرد رشید تھے آپ کا مجموعہ کلام احقر نرلی کو آپ ہی نے ترتیب دیا تھا اور ایک شاندار مضمون فرد فرید آپ نے لکھا ۔والد محترم کے انتقال پر بہت رنجیدہ ہوئے ۔نرل جا کر والد محترم کے قبر کی زیارت کی ۔میں رحمٰن جامی صاحب کو انکل کہتا تھا اور آپ کی اہلیہ کو آنٹی پکارتا تھا ۔والد محترم نے آپ ہی کی محبت میں مہدی پٹنم ہل کالونی میں گھر خریدا یوں ہمارے تعلقات استوار ہو گئے ۔جب سے میں کناڈا سے واپس آگیا ہوں آپ کے یہاں جاتا کبھی کلام کلام بتانے کی غرض سے کبھی خیریت دریافت کرنے کی غرض سے ۔مجھے اس وقت شرم محسوس ہوتی جب آنٹی چائے لے کر آتی ۔لیکن وہ تمام شاگردوں کے لئے یہی حسن سلوک کو روا رکھا ہوا تھا ۔رحمٰن جامی صاحب عام طور پر مشاعروں میں جانا پسند نہیں کرتے تھے لیکن اپنے شاگردوں کی رسم اجراء ہو تو ضرور جاتے تھے تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو ۔الغرض ایک ایسا استاذ ،ایک ایسا مربی جس کے بہت سے شاگرد ہیں ۔جو اپنے آپ کو رحمٰن جامی صاحب کے انتقال کے بعد یتیم سمجھنے لگے ہیں اور آپ کی شفقت کو محبت کو دل میں سجائے ہوئے ہیں دعائیں کرتے ہیں کہ اللہ استاذ محترم کو جنت میں اونچا مقام عطا فرما اور اجر عظیم سے نواز دے ۔

فضیل فوزؔ۔حیدرآباد

آہ! میرے حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ رح

اللہ رب العزت کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ ہر دور میں ایسے افراد کو پیدا فرماتا ہے، جو اپنی ذات میں ایک انجمن ہوتے ہیں بخت رسا اصحاب میں اِس صدی کے عالمگیر شہرت یافتہ باکمال استاد شاعر حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ بقول علامہ ابن القمرین وہ ایک عظیم المرتبت شخصیت تھے۔ روزِ اول سے ہی خدائے برتر کا مجھ پر کرم رہا، مجھے بھی حضرت کے سامنے زانوے تلمذ کرنے کا موقع ملا۔ کچھ عرصے پہلے کی بات ہے کہ جب میری طبیعت نعت خوانی سے نعت گوئی کی جانب مائل ہوئی، اس دوران میرے حالات سازگار نہیں تھے، میری زندگی رنج والم کے ایک گول دائرے میں گھوم رہی تھی اور میں درمانِ دردوغم کا متلاشی بنا تھا، ایک طرف شاعری کا ذوق تھا تو دوسری طرف زندگی کے عجیب وغریب نشیب وفراز کا سامنا، دفعتاً خیال آیا کہ کیوں نہ کسی استادِ سخن سے اصلاحی نسبت قائم کرلی جائے، بالآخر ۲۰۱۸ء میں ایک ایسے استادِ سخن سے بازیاب ہوا۔ یعنی مجھے شاعرِ اعظم حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کی رہنمائی حاصل ہوئی۔ جب میں نے حضرت جامی سے ملاقات کی تو ایسا لگا کہ میری زندگی کامیابی وکامرانی کی جانب گامزن ہوچکی ہے، میں حضرت کو کافی دیر تک اپنا دردِ دل سناتا رہا اور حضرت سنتے رہے، جب میں اپنی داستان سنا چکا تو حضرت نے بڑھ کر مجھے اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ بیٹا ہمت رکھ، اللہ جس بندے کو پسند کرتا ہے، اس کو ہی آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ پھر میں نے حضرت سے سوال کیا کہ حضرت اس دردوغم کا ازالہ کیسے ممکن ہے؟ تو حضرت کچھ دیر تک سکوت کے بعد گویا ہوئے کہ بیٹا مجھے امجد کی ایک رباعی اور ایک قطعہ یاد آرہا ہے، اگر تم اس رباعی اور قطعہ کو عملی جامہ پہناؤ گے تو ضرور کامیاب ہوجاؤ گے، پھر رباعی سنانے لگے کہ ؎

ہر چیز مسبّب سبب سے مانگو
منت سے خوشامد سے ادب سے مانگو
کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو
بندے ہو گر رب کے تو رب سے مانگو

پھر انہوں نے امجد کا ایک قطعہ سنایا ؎

کچھ کئے جاؤ لے کے نامِ خدا
کچھ نہ کرنا بڑی خرابی ہے
کامیابی کچھ اور چیز نہیں
کام کرنا ہی کامیابی ہے

پھر کیا تھا، یہ اشعار میرے دل پر گہرے نقوش چھوڑ گئے اور ایک سکون کی کیفیت طاری ہوگئی اور ماضی کے پُرخطر حالات سے نکلنے اور مستقبل کے لیے پُرعزم ہونے کا جذبہ جاگ اُٹھا۔ حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کی توجہات نے مجھے ایسا نکھارا اور چمکایا کہ الحمدللہ مجھ میں ایک چُھپا شاعر نمودار ہوگیا اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں میرا نعتیہ مجموعہ ''سرورِ دوجہاں'' شائع ہوگیا۔

حضرت بلند پایہ مصنف، مایہ ناز ادیب تھے آپ علیہ الرحمہ کا مخصوص لب ولہجہ، خوبصورت ومنفرد، دلنشیں انداز، گفتگو نہایت شیریں، تقریر میں سادہ عام فہم الفاظ کا استعمال فرماتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں ایسی روانی تھی، جس سے تلامذہ کی طبیعت میں جولانی پیدا ہوجاتی تھی، آپ انتہائی حساس نرم طبیعت اور ہردلعزیز تھے۔ آپ کے قول وفعل میں شریعت مطہرہ کا رنگ دکھائی دیتا تھا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ سے ایک بڑے ادارے کے عہدہ ومنصب کی فرمائش کی گئی، لیکن آپ نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ نہیں بیٹا مجھے اِس عہدہ ومنصب کی ضرورت نہیں بلکہ میں فقیری میں خوش ہوں اور اس فقیری میں میری بادشاہی ہے۔

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے کہ جب حضرت کو پہلی دفعہ دل کا دورہ پڑا، تب مجھے محترم نذیر نادر کے ذریعہ اطلاع ملی تھی کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے، تو فوراً اگلے دن کی صبح میں حضرت کے دولت کدہ پر پہنچا اور حضرت سے ملاقات کی تو دیکھا کہ حضرت بہت زیادہ نڈھال ہیں، میں حضرت کو ہنسانے کے لیے طرح طرح کی ترا کیب استعمال کرنے لگا لیکن کوئی بھی ترکیب کارگر ثابت نہ ہوسکی، میں نے یہ سوچا کہ کیوں نہ حضرت سے میرے والدِ محترم کی ملاقات کروادی جائے، لہٰذا میں والدِ محترم سے ملاقات کے لیے اصرار کیا تو والدِ محترم ''الحرا'' پہنچے اور حضرت سے ملاقات کی، حضرت نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میرے والدِ محترم (حافظ محمد سلیم صاحب) ہیں جیسے یہ سُننا تھا کہ چہرہ کھل اٹھا اور پھر اپنے حجرے سے ۱۰۰ر کی نوٹ لے کر آئے اور مجھ سے کہا کہ بیٹا حفاظ اور قُرّا کی مہمان نوازی تو ہم پر فرض ہے اور ہمارا بھی گھرانہ قراء وحفاظ کا گھرانہ ہے۔ بہرحال کافی دیر تک میرے والد اور حضرت کی دلچسپ باتیں چلتی رہیں۔ دورانِ گفتگو حضرت کی طبیعت کے بارے میں پوچھا گیا تو حضرت نے ایسا جملہ فرمایا کہ مومن موت سے نہیں گھبراتا اور جنگی سپاہی کے لیے جب بگل بجے تیار والا معاملہ ہے اپنا۔

خدا کا فضل ہے کہ حضرت کے آخری ایام میں مجھے خدمت کا شرف حاصل ہوا، حضرت کی رحلت سے ہفتہ عشرہ پہلے کی بات ہے جب میں اپنے ایک عزیز دوست کے ساتھ حضرت کی طبیعت دریافت کرنے کے لیے گیا تو حضرت نے ہم دونوں سے کہا کہ بیٹا آج کل مجھے مدرسہ والوں سے، حفاظ وعلماء سے محبت بڑھتی جارہی ہے۔ پھر حضرت مولوی اور مدرسہ والوں پر اپنا کلام پیش کرنے لگے، پھر کہنے لگے کہ بیٹا آج کل میں اپنے آخرت کا سامان تیار کرنے میں مگن ہوں۔

اُسی شب کا واقعہ ہے جب میرے ساتھی دروازہ سے حضرت کے دفتر میں داخل ہورہے تھے، تب آپ نے میرے ساتھی سے کہا کہ بیٹا جب تم دروازہ سے داخل ہورہے تھے تب مجھے ایسا لگا جیسے آپ کے ہمراہ سفید پوش لباس میں مزید آٹھ دس لوگ کھڑے ہیں اور اس میں چند خواتین بھی نظر آرہی ہیں۔ یہ ماجرا کیا ہے؟ ہم نے کہا کہ حضرت آپ ان شاء اللہ جلد روبہ صحت ہوجائیں گے، لیکن حضرت پھر ہنستے ہوئے کہنے لگے کہ مولوی وہ فرشتے تو نہیں؟ اگر ایسا ہی ہو تو اللہ قبول

فرمائے۔

حضرت اکثر اپنے شاگردوں کو رات میں گھر آنے سے منع کرتے تھے، لیکن ایک مرتبہ حالتِ مرض میں ہی رات ۱۰ ربجے میں حضرت سے گھر جانے کی اجازت چاہی تو حضرت نے کہا تھا کہ بیٹا رات اپنی ہے اور پھر کہنے لگے کہ میں جب تک ہوں قدر کرلو، خوب مستفید ہوجاؤ، کیوں کہ میری عمر کے لوگ باقی نہیں رہے۔ استفادہ کے لیے تم کبھی بھی آسکتے ہو، تمہارے اور نذیر نادر کے لیے وقت کا کوئی تعین نہیں ہے۔ رحلت کی شب بھی دیر رات تک حضرت سے کافی باتیں ہوتی رہیں، جس میں مجھے اور نذیر نادر صاحب کو کچھ ادبی کاموں کی ذمہ داری سونپی۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت طبیعت کی ناسازگی پر بھی اُردو کے اغلاط کی تصحیح کررہے تھے۔ حضرت مجھے بے شمار نصیحتیں فرما کر کہنے لگے کہ اب جو آپ کی دوسری کتاب شائع ہوگی، وہ دہلی سے شائع کروانا اور دو سو صفحات پر مشتمل ہونی چاہئے، پھر میں نے حضرت سے دعائیں لیتے ہوئے رخصت ہوگیا۔

رات کوئی ۴ ربج رہے تھے کہ مجھے حضرت کی دُختر (حمیرہ آنٹی) کا فون آیا اور بعد سلام کے کہنے لگیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جیسے یہ جملہ میرے کان پر پڑا میں پوری طریقہ سے ٹوٹ گیا اور ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوگئی اور فرطِ عقیدت سے آنکھ خود بخود برسنے لگی، ایک طرف حضرت کے جانے کا غم تو دوسری طرف ایک خوشی کہ حضرت کلمہ طیبہ کی حالت میں اپنے مولیٰ سے جاملے۔ اللہ حضرت کی مغفرت فرمائے (آمین)

فضیل فوز۔ حیدرآباد

زباں اُن کی، قلم میرا

(بزبان حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ)

دمِ آخر لیا تھا ماں نے پھوپھی سے میرے وعدہ
سو بچپن گود میں پھوپھی کی میرا لاڈ سے گزرا
ہوا ہے زندگی کا یہ میری تبدیل جو نقشہ
میرے بھیا کا ہے لاریب اس میں اک بڑا حصہ
حمیرا آئی گھر بھر ایک دن وہ روشنی لے کر
ہوا کافور میری زندگی سے سارا اندھیارا
مجھے جس وقت بھیا ڈانٹتے تھے میری لغزش پر
بچا لیتی تھی بھابھی جان مجھ کو اُس گھڑی خاصا
میرا محمود جو میرا بڑا پیارا بھتیجا تھا
بچھڑنے سے ملا تھا اُس کے مجھ کو اک بڑا صدمہ
خوشی میں میری زوجہ کی خوشی میری بھی ہے مضمر
دیا ہے ساتھ جس نے ہر قدم بن کر میرا سایہ
مجھے خوشیوں سے مالامال کرتے رہتے ہیں دونوں
مری پیاری نبیلہ اور میرے داماد زکریا
کہی میں نے دبئی میں چند ہفتوں میں کئی غزلیں
رہا اس میں بڑا کردار ننھی سی مدیحہ کا
دُعائے مغفرت کرنا خدا سے ہاتھ پھیلا کر
جب اِس دنیا سے جامیؔ چل پڑے گا جانبِ مولیٰ
خدا کا شکر میں اِس بات پر اے فوزؔ کرتا ہوں
جہاں بھر میں ہے شاگردانِ جامیؔ کا بڑا حلقہ

سیدنبی پیر چشتی نظامی۔سجادہ نشین بارگاہ حضرت سیدشاہ گل حسینی صاحبؒ،ادونی،کرنول آندھراپردیش

''اِک دھوپ تھی جوساتھ گئی آفتاب کے''

آج سے ۸۷رسال پیشتر سرزمین محبوب نگر سے جوسورج طلوع ہواتھا،وہ اردودنیا کوعرصۂ درازتک مختلف فنون لطیفہ کی روشنی سے منور کرنے،توانائی عطا کرنے اور بھرپور جلا بخشنے کے بعد آخر کار ۲۰۲۱ء کی صبح غروب ہوگیا۔ جس سے نہ صرف اردو دنیا تاریکی میں ڈوب گئی بلکہ اردو دنیا کو ناقابل تلافی نقصان بھی ہوا۔اس سورج کو ادبی دنیا''رحمٰن جامیؔ'' کے نام سے جانتی ہے۔

عبدالرحمٰن جامیؔ نہ صرف شاعر تھے بلکہ نقاد اور افسانہ نگار بھی تھے۔مرحوم اسلامی علوم وفنون تاریخ وسیرت پرتحقیق کے لیے مشہور تھے۔آپ کا شمار حیدرآباد کے بزرگ کہنہ مشق ومستند شعراء میں کیا جاتا ہے۔آپ ایک قدرآور شخصیت وعاشق رسول بھی تھے۔

عبدالرحمٰن جامیؔ ۱۹۳۴ء میں ضلع محبوب نگر میں پیدا ہوئے۔رائچور آپ کا وطن رہا ہے۔آپ نے ابتدائی تعلیم رائچور میں ہی حاصل کی۔پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے حیدرآباددکن کا رُخ کیا،پھر وہیں کے ہوکر رہ گئے۔

ہمارا معاشرہ جس خلفشار اور اخلاق معاشی، معاشرتی وسیاسی بحران سے گزررہا ہے۔ہر دردمند ان کیفیات کوبخوبی محسوس کرسکتا ہے۔سیاست وقیادت کی بے راہ روی، غرض مندی، ذاتی مفادات، اقرباء نوازی اوراستحصال نے عجیب سی اور ناقابل بیان صورتِ حال پیدا کردی ہے۔ان حالات نے بیشتر مسائل پیدا کردیئے ہیں۔ایک حساس فنکاران حالات سے روگردانی نہیں کرسکتا،عبدالرحمٰن جامیؔ کی شاعری بھی ان حالات سے غماز دکھائی دیتی ہے۔مرحوم نے اپنے بیشتر اشعار میں ہمارے معاشرے کے ان پہلوؤں کو حقیقت کوبڑی عمدگی سے صفحۂ قرطاق پر پھیلایا ہے ؎

ظلم اُس کا ستم اُس کا حکومت بھی اُسی کی
فریاد کریں کس سے عدالت بھی اُسی کی

جامی ایک ایسا شاعر ہے جنہیں زندگی سب سے زیادہ عزیز ہے۔ جذبات کی مختلف صورتوں کے ساتھ حالات اور ماحول کی عکاسی انہوں نے اشعار کا سہارا لے کر خوب کی ہے۔عصری رجحانات کو جس شعور آگہی کے ساتھ انہوں نے برتا اور پرکھا ہے۔وہ اردوشاعری کا خاصا رہا ہے، دراصل شاعری نہ علم کی رہین منت ہوتی ہے اور نہ ہی کسی مخصوص طبقہ کی جاگیر ہوتی ہے، یہ قدرت کا بخشا ہوا عطیہ ہے، جسے بھی قدرت عطا کردے، پھر مشاہدہ اور علم سے اس کی فکری جلا پیدا ہوتی ہے۔ جامیؔ کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنی احساسات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

جامیؔ کو کثیرالتصانیف شاعری کی حیثیت سے بھی جانا جاتا ہے۔آپ کے ایک درجن سے زائد شعری مجموعے ونثری مضامین زیرطبع سے آراستہ ہوکر دادوتحسین وانعامات حاصل کرچکے ہیں۔اہل اردو نے ان کی نگارشات سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔مرحوم کی شاعری انہیں مخصوص لب ولہجہ کا حامل فنکار اجاگر کرتی ہے۔اندازِ بیاں نہایت سادہ عام فہم اور

نظم ونثر کی بنیادی خوبی رکھنے والا ہے۔ زیادہ تر اشعار بے ساختگی شاعری کو نثر کی شگفتگی سے ہمکنار کردیتی ہے۔ کلام یہ ثابت کرتا ہے کہ شاعری کی عروض پر گرفت مضبوط ہے۔

دراصل شاعری، شاعر کے خیالات، مشاہدات، جذبات واحساسات کی ترجمان ہوتی ہے، جو کچھ شاعر پر گزرتی ہے اسی کو ردِّ عمل کے طور پر اپنے تمام تر جذبات واحساسات کو بڑے ہی ماہرانہ انداز میں شعر کے سانچے میں ڈھال لیتا ہے۔ جامؔی ایک بہترین شاعر ہی نہیں بلکہ ایک اچھے نثرنگار بھی تھے۔ ان کی شعری ونثری تصانیف ان کی علمی قابلیت کی غماز ہے اور صاحبانِ علم وعقل سے خراج عقیدت حاصل کرچکی ہے۔ اردوادب کے لیے جامؔی کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ مرحوم اپنی ذات میں خودایک انجمن تھے۔آپ کے رخصت ہوجانے سے اردو دنیا میں جوخلاء پیدا ہوا ہے، اس کی بھرپائی وتلافی ممکن نہیں ہے۔ہاں آپ کی نگارشات سے استفادہ مرحوم جامؔی کو زندہ جاوید بنادیتا ہے۔

مولانا حسین احمد حسامی صدرمدرس مدرسہ عربیہ کاشف العلوم کامار یڈی

گوہرِ نایاب ماہرِفن استاذ الشعراء حضرت رحمٰن جامیؒ

آپ اہل علم کے غیر معمولی قدر دان تھے،حفاظ، علماء اورائمہ سے بے حد محبت کرتے تھے، طالبان علم وفکر کواپنے علم وفن سے روشناس کروانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے تھے، آپ کے تلامذہ میں اپنے وقت کی نامور شخصیات رہی ہیں، حضرت جامیؒ سے جو بھی رہبری حاصل کرنا چاہتا تو حضرت والا پوری ذمہ داری اور کشادہ دلی کے ساتھ رہبری فرماتے تھے، اصلاح سخن کیلئے بعض اکابرین بھی رجوع ہوتے تھے مگر حضرتؒ کا یہ وسیع ظرف تھا کہ ان متبرک ناموں کومخفی رکھا، آپ کی شخصیت ایک گوہرِ نایاب شخصیت تھی جو ایک بار آپ سے ملتا وہ بار بار ملنے کی آرزو رکھتا۔ آپ نے پیرانہ سالی کے باوجود اپنے بڑے بھائی کے شاگرد قاری لطیف محی الدین احمد صاحبؒ سے باتجوید قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نہایت خوش مزاج، باکردار اور مہربان استاذِ سخن تھے، آپ سے ملاقات کے موقع پر اللہ والوں کی یاد تازہ ہوجاتی تھی، آپ بالخصوص عمر کے آخری دور میں حتی المقدور عبادات کا اہتمام کرتے تھے، امت مسلمہ کی زبوں حالی پر بارگاہ رب العزت میں دعا مناجات اور خوب گریہ وزاری کرتے تھے، طلبہ کی ترقی سے بہت خوش ہوتے تھے، بھرپور حوصلہ افزائی کرتے تھے، لاک ڈاؤن کے زمانے میں حضرت جامیؒ کو دنیا بھر سے روزانہ پچاسیوں فون موصول ہوتے، حضرت والاؒ ہر ایک کو دلاسہ دیتے تھے، اللہ پاک پر بھروسہ رکھنے کی مکمل تاکید کرتے تھے، غمزدہ لوگوں کی ڈھارس بندھاتے تھے، آپ نہ صرف ایک عظیم شاعر تھے بلکہ ایک اہل دل بزرگ تھے، آپ کی شخصیت میں ایک جادوئی کشش تھی جو بیزار کو بھی مشتاق بنادیتی تھی۔ آپ علیہ الرحمۃ کے کن کن اوصاف وکمالات کا احاطہ کروں، بقول غالب ؎

"سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کیلئے"

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے اور درجے بلند فرمائے۔ آمین

خالد نظامی خالدؔ۔آندھراپردیش

شاعراعظم حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ شخصیت اور کارنامے

دنیائے اردو ادب کے ممتاز معروف شاعر استادالاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ صاحب حیدرآبادی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔پچھلے کئی دہوں سے ان کا کلام نہ صرف ہندوستان، پاکستان بلکہ دنیا کے تمام معیاری رسالوں اور اخبارات کی زینت بن رہا ہے۔ بالخصوص ہندوستان میں حیدرآباد کے اردو روزناموں میں ’’سیاست، منصف، رہنمائے دکن، اور اعتماد‘‘ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی ولادت ۸/اکتوبر ۱۹۳۴ء کو محبوب نگر میں ہوئی تھی۔آپ کے والدگرامی حضرت قاری شیخ محمود صاحب نقشبندی سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے ایک صاحب نعمت بزرگ تھے۔ مشہورومعروف فارسی شاعر حضرت عبدالرحمٰن جامیؔؒ سے اپنی غیر معمولی محبت وعقیدت کی بناپر اپنے فرزند کا نام محمد عبدالرحمٰن جامیؔ رکھا۔اس نام کی نسبت وبرکت کا ظہور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبدالرحمٰن جامیؔ کوایک مقبول اور معروف شاعر کی حیثیت بخشی اور غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا۔

آپ کی ولادت کے تقریباً چھ ماہ بعد آپ کی والدہ ماجدہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگئیں، آپ کی پرورش، تعلیم وتربیت، آپ کی حقیقی پھوپھی عائشہ خاتون صاحبہ صدر معلّمہ مدرسہ نسواں رائچور نے کی۔آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ فوقانیہ رائچور میں ہوئی۔آپ بچپن ہی سے ذہین اور ہوشیار تھے۔ ہمیشہ جماعت میں اول درجہ میں کامیاب رہتے تھے۔بچپن ہی سے آپ کوشعر گوئی کا شوق تھا، اس طرح کمسنی میں ہی پورے رائچور ضلع میں مقبول ومعروف ہوگئے۔

حضرت عبدالرحمٰن صاحب کوزبان وبیان پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ ماہر علم وعروض ہونے کے علاوہ آپ ایک بہترین نثرنگار اور تنقیدی بصیرت کے مالک تھے۔ جامیؔ صاحب کا ایک خاص وصف یہ بھی تھا کہ وہ اپنے شاگردوں سے بڑی محبت وشفقت سے پیش آتے تھے اور ان کوشاعری رموز سمجھاتے اوران کی ہمت افزائی کرتے تھے۔کسی کا کلام پسند آجاتا تو وہ کھل کرداد بھی دیتے تھے۔ مشاعروں میں ان کی داد سند کا درجہ رکھتی تھی۔ استادالاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کے شاگردوں کی تعداد نہ صرف ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک میں بھی پھیلی ہوئی ہے اور وہ ان کے کلام کواصلاح کے بعد نہایت ہی پابندی کے ساتھ پوسٹ بھی کرتے تھے۔

ان ۱۵/شعری مجموعے منظرعام پر آچکے ہیں اور ۳/شعری مجموعے زیرطبع ہیں۔ جامیؔ صاحب ایک سچے عاشقِ رسولؐ بھی تھے۔آپ کا ایک نعتیہ مجموعہ کلام ’’محمد مصطفٰےؐ میرے‘‘ منظرعام پرآچکا ہے۔ان کے کبھی مجموعہ کلام پر حکومت آندھراپردیش اردواکادمی اور دیگر ریاستوں کے اکادمیوں اور تنظیموں نے انعامات واعزازات سے نوازا ہے۔

۲۰۰۷ء میں قیام دبئی کے دوران تقریباً تین ماہ سے بھی کم مدت میں آپ نے ۵۴۰ر غزلیں لکھ کر دنیائے اردو ادب میں ایک نیا ریکارڈ قائم کیا۔ حیرت اور کمال کی بات یہ ہے کہ ایک دن میں آپ نے چالیس غزلیں لکھ کر عالمی ریکارڈ قائم کیا ہے، جو اس سے پہلے آج تک کسی نے نہیں کیا۔

آپ کا شمار استاد الاساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے شاعری کی تمام اصناف میں طبع آزمائی کی ہے، کئی اصناف کے موجد بھی ہیں۔ جامیؔ صاحب ایک منفرد لب ولہجہ کے شاعر ہیں۔ دوسرے شعراء کے مقابلے میں آپ کا لب ولہجہ واسلوب دوسرے شعراء سے الگ ہے۔

ایک مدت تک آپ ماہنامہ ''اردو شفق'' کے مدیر اعلیٰ بھی رہے، ادارہ اقلیم ادب حیدرآباد کے سرپرست بھی تھے۔ اس کے علاوہ انجمن اردو ترقی کے لائف ممبر بھی تھے، کئی ادبی تنظیموں کے صدر بھی تھے۔ حضرت جامیؔ صاحب کو فخرِ دہلی حضرت خواجہ حسن ثانی نظامی دہلوی سے غیر معمولی محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ انہوں نے ان کے مجموعۂ کلام ''ارغن'' میں ان کی شان میں کئی نظمیں بھی لکھی اور ان کی دعوت پر دہلی تشریف لے گئے اور وہاں غالب اکیڈمی دہلی میں آپ کی صدارت میں کئی مشاعرے بھی ہوئے۔

شہرادوئی سے حضرت جامیؔ صاحب کا بہت گہرا تعلق تھا، اس لیے کہ آپ کا ننہال بھی ادوئی تھا اور سسرال بھی۔ شہرادوئی میں آپ کے ایک پھوپھی زاد بھائی نظام الدین دادا پیر صوفی نظامی جن سے آپ بے پناہ محبت کرتے تھے، آپ نے ان کے نام ایک نظم بھی لکھی ہے۔ اس کے علاوہ شہرادوئی میں آپ کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد رہتی ہے۔

سینٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد سے محمد یونس صاحب نے ۱۹۹۹ء میں ''رحمٰن جامیؔ'' شخص اور شاعر کے عنوان سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ سینٹرل یونیورسٹی آف حیدرآباد سے ڈاکٹر عائشہ صدیقہ نے ۲۰۰۴ء میں رحمٰن جامیؔ کی شاعری میں فنی ہیتی تجربے ایک تنقیدی مطالعہ'' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

آپ کی ادبی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت آندھرا پردیش کے وزیر اعلیٰ شری کرن ریڈی نے ۲۰۱۳ء میں مولانا ابوالکلام آزاد ایوارڈ سے نوازا۔ آندھرا پردیش اردو اکیڈمی نے آپ کو ۲۰۱۸ء میں مخدوم ایوارڈ سے بھی نوازا۔ اس کے علاوہ ملک وبیرون ملک کے کئی اکادمیوں اور تنظیموں کی جانب سے بے شمار انعامات واعزازات آپ کو عطا کئے گئے۔

روزنامہ ''سیاست'' اردو کے چیف ایڈیٹر جناب زاہد علی خان صاحب نے آپ کی ادبی خدمات پر شاعر اعظم کا لقب دیا، جو اس کے مستحق تھے۔ جامیؔ صاحب کی ادبی خدمات اور ان کے کارنامے دائرہ تحریر سے باہر ہیں۔ جامیؔ نے اردو زبان وادب پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ پاک ان کی کامل مغفرت فرمائے اور جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے ؎

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

شعر کا ایک قالب یا سانچہ ہوتا ہے اور ایک باطن۔ سانچہ دراصل شعر کی وہ ظاہری شکل ہے جو علم عروض کے مطابق ہو۔ باطن، شعر کا وہ تخیلاتی حصّہ ہے جسے شعر کی جان کہا جاسکتا ہے یہی اصل شعر ہے جسے سُن کر باذوق حضرات پھڑک اُٹھتے ہیں اور بے ساختہ داد دینے لگتے ہیں بعضوں نے اِسے بقوس علامہ اقبال ''جز ویست از پیغمبری'' کا درجہ دے کر صالح فن قرار دیا ہے تو بعضوں نے سے لغو و مہمل سمجھ کر تضیع اوقات پر محمول کیا ہے۔

شاعری یا شعر گوئی کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کی تبلیغ، وحدانیت و شریعت کی تعلیم یا جذبہ عشق و مولا کی ترغیب و اشاعت، سماج و معاشرے میں حسب حیثیت کی جانی چاہیئے۔ طرزِ شاعری اور مقصد شاعری سے قطع نظر عبادت شاعری یہ ہے کہ شاعر بے ریا ہو۔ اگر خالص حمدیہ یا نعتیہ کلام کا جائزہ لیا جائے تو یہ صفِ صالح ہے اور اسلوب یا طرز ایسا اختیار کیا جائے کہ حمد یا نعت کا لہجہ مجروح نہ ہونے پائے۔ نعتیہ شاعری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں شاعر کا یہ ایسا منظوم خراجِ عقیدت ہے جو باعثِ ثواب بھی ہے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ بھی۔

ہندوستان بھر میں اُردو شعراء کی کمی نہیں بلکہ اُردو دنیا میں ہزاروں کی تعداد میں شعراء اپنے کلام اور تصانیف سے مشہور و معروف ہیں۔ استاذ سخن حضرت رحمٰن جامؔی کی قد آور ہستی اہل دکن ہی نہیں، اہل جہانِ اُردو کے لئے محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی شاعری کے (۴۱) مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں جن میں ایک نعتیہ مجموعہ ''محمد مصطفٰے میرے'' بھی شامل ہے۔ ویسے ہر تصنیف میں نعتیہ کلام بھی موجود ہے۔ رحمٰن جامؔی نے حمد، نعت، منقبت، قصیدہ، غزل، نظم، مسدس، گیت، رباعیات، قطعات، دوہے، ہائیکو، سانیٹ، ترائیلے، ماہیئے تقریباً تمام اصناف پر طبع آزمائی کی ہے۔

صفِ نعت سے متعلق حضرت رحمٰن جامؔی کا کلام بامِ رفعت کو پہنچا ہوا ہے۔ آپ کی فنّی صلاحیت، منفرد زمین، مافی الضمیر کی ادائیگی کی سلیقہ مندی، جذبات و احساسات کا حسنِ ترکیب، بندشِ خیال کی ندرت، محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق اور محبت کے اظہار میں غلو اور حدودِ شرع کی تجاوز سے کمال احتیاط، عبد و رب کے درمیان فرق مراتب کا پورا لحاظ اور تشبیہ و استعارہ، تلمیح اور محاورے کے استعمال میں آداب نبوی کو ترجیح، یہ وہ ناقابل انکار حقائق ہیں جن کی مثال مشکل ہے۔ رحمٰن جامؔی کی بحرِ عرفانِ حق میں غوطہ زنی پیمبر شناسی، قرآن فہمی، اسلامیات اور دینیات سے گہری وابستگی، جذبہ اتباع سنت، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے عقیدت بے پناہ ہے۔ بقول رحمٰن جامؔی ''نعت کہی نہیں کہلوائی جاتی ہے۔'' حق سبحانہٗ تعالی کا کرم ہوتا ہے تو یہ کرامت ہو جاتی ہے۔ وہ اسلامی علوم و فن، تاریخ و سیرت پر کافی ادراک رکھتے ہیں بین المذہب و المسالک کا مطالعہ بھی بہت خوب ہے۔ نیز فصاحت و بلاغت کے ساتھ معرفت و روحانیت فہم و فراست سے بھی بافیض ہیں۔ جامؔی کی ہر نعت کا ایک ایک مصرع اس کا شاہد ہے۔ جہاں کہیں بھی آپ کا نعتیہ کلام پڑھا گیا سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ ان میں ایسی مقناطیسی کشش ہے جو قلب و نگاہ کو بیک وقت اپنی جانب متوجہ کر لیتی ہے۔

محبت ہی محبت ہیں محمد مصطفٰےؐ میرے
زمانے بھر کی رحمت ہیں محمد مصطفٰےؐ مرے
مجھے رحمٰن جامی فخر ہے امّت میں ہوں اُن کی

جہاں میں میری عظمت ہیں محمد مصطفیٰؐ میرے
ان کی نعتیں حبِ نبویؐ میں ڈوبی ہوئی ہونے کے ساتھ ساتھ معرفت کا منفرد نمونہ بھی ہوتی ہیں۔ سامعین آپ کے کلام کو سن کر بے ساختہ اشک بار ہوجاتے ہیں۔ آپ کی نعتوں کا کیسٹ ''محمد مصطفیٰؐ میرے'' بھی ریلیز ہوا ہے۔

رحمٰن جامی کی زندگی میں ایک انقلابی کیفیت رونما ہوئی تھی۔ اللہ کے کرم کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے پیش نظر، یہ نعت ملاحظہ ہو۔

میں جو بکھرا ہوں محبت میں سمٹ کر روؤں
آپ کے دامنِ رحمت سے لپٹ کر روؤں
کب ٹھہرا ہوا دریا ہے میری آنکھوں میں
بند اشکوں کا جو ٹوٹے تو ڈٹ کے روؤں
بار عصیاں سے جھکی جاتی ہے گردن میری
آپ خود اپنے سے بے ساختہ کٹ کر روؤں
میرے رونے پر ترس آپ کو بھی آجائے
رو کے خاموش رہوں اور پلٹ کر روؤں
آپ کے نام سے منسوب کتابِ دل ہے
اس کا یک ایک ورق اُلٹ کر روؤں
میں جو روؤں تو یہاں فرقت احمد میں فقط
ایسا ہرگز نہ ہو مَیں آپ سے ہٹ کر روؤں
ساتھ جامؔی کے نمٹ لوں سبھی غم دنیا کے
آپ کی یاد میں ہر غم سے نمٹ کر روؤں

مدینہ طیبہ ایسی سرزمین ہے کہ جہاں ہر آن رحمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں دو رکعت کا ثواب ہزار نمازوں کے برابر ہوتا ہے۔ وہاں کے غبار سے کہتے ہیں کہ جذام و برص دور ہوجاتا ہے۔ اور جو وہاں رہتا ہے وہاں کی تکالیف وصعوبتیں برداشت کرتے ہوئے صبر کرنا ہے تو حضورؐ نے کہا کہ میں اس کا سفارشی اور گواہ بن جاؤں گا۔ اس پس منظر میں یہ نعت شریف ملاحظہ ہو......

بہت ہی حسیں مصطفیٰؐ کا نگر ہے
بڑا دل نشیں مصطفیٰؐ کا نگر ہے
پہنچ جاتا ہوں میں تصوّر میں اکثر
کہ دل کے قریں مصطفیٰؐ کا نگر ہے
مری کامیابی ہے دنیا و دیں میں
کہ دنیا و دیں مصطفیٰؐ کا نگر ہے
مجھے ہے یقیں جھوٹ مٹ کر رہے گا
یہ میرا یقیں مصطفیٰؐ کا نگر ہے
خیالوں میں ہوں ہم نشیں میں بھی اس کا
مرا ہم نشیں مصطفیٰؐ کا نگر ہے
جسے دُور خود سے ہی سمجھا تھا میں نے
لگا پھر یہیں مصطفیٰؐ کا نگر ہے
سدا آسماں ہی لگا مجھ کو جامؔی
اگرچہ زمیں مصطفیٰؐ کا نگر ہے
زمیں پر ہے جنّت مرے حق میں جامؔی
یہ بالیقیں مصطفیٰؐ کا نگر ہے

حدیث شریف ہے کہ جو کوئی خدا کے احکام کی پابندی کرے گا اور میری سنت کا اتباع کرے گا قیامت کے روز میں اُس کی شفاعت کروں گا۔ اسی سفارش اور شفاعت کے پیش نظر یہ نعت شریف کہی گئی۔

یہ جنّت کی سفارش آپؐ کی
ہے جامؔی پر نوازش آپؐ کی

سفارش سے یہ ملّت بچ گئی
ہے ملّت پہ یہ بخشش آپؐ کی
عدو بس دیکھتے ہی رہ گئے
نوازش ہے یہ نازش آپؐ کی
صحت مندی جو ہم میں آئی ہے
ہماری ہے یہ ورزش آپؐ کی
دلائی ہم کو جنّت آپؐ نے
خدا سے ہے یہ کاوش آپؐ کی
جو بھٹکے تھے وہ رہ پہ آگئے
مثالی عقل و دانش آپؐ کی
یہ دنیا بھی بنی جنت یہیں
مثالی رنگ وہ رامش آپؐ کی
خدا ہم سے سدا راضی رہے
ہماری ہے یہ خواہش آپؐ کی

ہرانسان کورنج وغم کے وقت اللہ اور رسول کی یاد آتی ہے۔حضور کی محبت میں سرشار رسول اللہ کی یاد شام وسحر درود پڑھتے ہوئے یہ نعت ملاحظہ کیجیے......

رنج و آلام میں آرام ملا ہے مجھ کو
میں تو خوش ہوں کہ ترا نام ملا ہے مجھ کو
سب کو دینا ہے مجھے امن ومحبت کا پیام
تیری جانب سے یہی کام ملا ہے مجھ کو
تجھ کو پاؤں تجھے دیکھوں ترا دیدار کرو
یہی ارماں سحر و شام مِلا ہے مجھ کو
اب کسی شئے کی نہیں مجھ کوضرورت باقی
تیری بخشش ہے کہ اسلام مِلا ہے مجھ کو
یہ وہ نشہ ہے جسے پینے سے ہوش آتا ہے
تیری نسبت کا بھرا جام مِلا ہے مجھ کو
میں جو کہلاتا ہوں حساس زمانے بھر کا
تیرا احساس ہی ہر گام مِلا ہے مجھ کو
سارے اسرار کھلے مجھ پہ توسط سے ترے
ایک اک حرف کا افہام مِلا ہے مجھ کو
بک چکا نام محمدؐ پہ کبھی کا جامیؔ
پیار میں سب سے بڑا دام مِلا ہے مجھ کو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاب طیبہ سراسر معجزہ رہی ہے۔قرآن وہ زندہ معجزہ ہے معجزات میں،علاوہ ازیں شق القمر اور معراج شریف میں آسمانوں کی سیر جیسے معجزات سے بہرہ ور حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق یہ نعت شریف حضرت جامیؔ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے......

ابتداء معجزہ انتہا معجزہ
کل صفاتِ حبیب خدا معجزہ
معجزہ معجزہ معجزہ معجزہ
آپ کی اک اک ہے ادا معجزہ
کشتی اسلام کی اب ہے گرداب میں
ناخدا معجزہ با خدا معجزہ
تھے تو اُمّی مگر سارا قراں پڑھا
دل نشیں معجزہ دل رُبا معجزہ
جوں کا توں سارا قرآن موجود ہے
یہ بھی ہے بالیقین آپؐ کا معجزہ
غیب پر ساری امت کا ایمان ہے
یہ بھی اپنی جگہ ہے جدا معجزہ
آج سنت پہ جامیؔ عمل چاہیئے
اس سے بڑھ کر نہیں آج کا معجزہ

سیدشاہ محمد اعجاز الدین صوفی قادری امجد حیدرآبادی ثانی۔حیدرآباد

آہ!وہ شفیق سائباں اٹھ گیا

علم وادب کی دنیا کا ایک ایسا درخشاں ستارہ جواپنے علم وادب سے دنیا کوفیض یاب کرنے آیا، جواپنے اندر لامتناہی خصوصیات رکھتے ہوئے بھی عجز وانکساری سے بندوں کورب سے جوڑنے کی ہر ممکن کوشش کی، جن کا سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور ایک قاری گھرانے سے تعلق تھا اور ایک کامل ولی حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ کے نام کی بھی برکت شامل ہے، جن کو دنیا حضرت علامہ عبدالرحمٰن جامیؔ کے نام سے یاد کرتی ہے۔حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ یہ وہ نام ہے جواللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نایاب تحفہ عاشقانِ اردو کوعطا کیا گیا تھا، جوتقریباً ۶۵ سال تک علم کی روشنی سے دنیا کو منور کرتا رہا۔ حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ اپنے وقت کے عظیم شاعر ہی نہیں بلکہ اللہ کے محبوب بندوں میں ان کا شمار ہے۔جو بھی آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو اس کے سامنے وحدانیت کا تذکرہ کرتے، نماز کی تلقین کرتے اور خوف خدا کی طرف توجہ دلاتے۔حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کی یہ عادتِ کریمانہ تھی کہ جوجیسی صلاحیت کا ہوتا اس کے ساتھ ویسی ہی گفتگو فرماتے اور ہرایک کوایک ہی نظر سے دیکھتے اور ہمیشہ سب کی دل جوئی فرماتے۔

تقریباً تین سال قبل ۲۰۱۸ء میں میرے والد علامہ سید شاہ خیرالدین صوفیؔ القادری حفظہ اللہ نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ سے ملاقات کروائی اور کہا کہ حضرت ان کا ترنم بہت اچھا ہے تو حضرت نے میرے ہاتھ میں ایک تصنیف ''محمد مصطفیٰ میرے'' تھمادی اور کہا کہ نعت شریف منتخب کرواور ترنم میں سناؤ۔میں نے مشہور ومعروف نعت شریف (پیار کا قافلہ مصطفیٰ مصطفیٰ) سنائی تو حضرت بہت خوش ہوئے اور دعاؤں کے ساتھ انعام بھی عطا کیا۔

اس وقت سے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔الحمدللہ آپ سے فیض اکتساب حاصل کیا کرتا تھا۔ جب بھی ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرت خوش ہوتے اور فرماتے اس طرح محنت کروگے توان شاءاللہ ۲۰۲۱ء کے اختتام تک کتاب کی رسم اجرائی کریں گے۔آہ! اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور حضرت کی ایک خاص عادت یہ بھی تھی کہ اگر کسی لفظ کے مطلب ومعنی معلوم کرنے کے لیے ہم کہتے تو آپ کو معلوم ہوتا،لیکن کہتے کہ وہ کتاب نکالو اور دیکھو تا کہ ہم کو کتابوں سے فائدہ اٹھانے کی عادت ہو اگر میں بتادوں تو تم یاد تو کرلوگے لیکن میرے بعد کس سے پوچھوگے۔یہ کہہ کر ہم کو کتابوں سے جوڑتے اور کہتے کہ اپنے جیب خرچ سے کچھ کتابیں خرید کر پڑھا کرو اور حضرت مجھے امجد حیدرآبادی ثانی کہا کرتے۔میرے والد محترم کو حضرت نے اپنا بیٹا کہہ کر شرف بخشا، وہ مجھ کو بھی اپنا پوتا کہا کرتے۔ جب بھی ہم حضرت سے ملنے ان کے مکان (الحرا) جاتے تو حضرت دادی امی کو کہتے (میڈم) آپ کا پوتا آیا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کے انتقال سے ۳/دن قبل میرے والد محترم خیرالدین صوفیؔ کے ساتھ آپ کے پاس پہنچے۔حضرت نے مجھ کو نصیحت کی اور کہا کہ امجد بہت

کام کرتا ہے۔ یہ دعا کرنا بیٹا اور میرے والد کی طرف متوجہ ہو کر کہا صوفیؔ تم بہت دیر سے لے کر آئے اگر پہلے لے کر آتے تو اچھا تھا۔ ان آخری کلمات کے ساتھ حضرت کی ملاقات ہوئی۔

آخر کا روہ درخشاں ستارہ بہت سے شاگردوں کو اشکبار کر کے تہجد کے وقت کلمہ پڑھتے ہوئے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

ہر وقت ان کے لب پہ خدا کی ثنا رہی ☆ پڑھتے ہوئے وہ کلمہ نمازی چلے گئے

اللہ تعالیٰ دادا حضرت کے درجات کو بلند کرے اور اعلیٰ مقام عطا کرے۔

سلیم اسلم نظامی۔ادونی کرنول (آندھرا پردیش)

شاعرِ اعظم حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ

اب اُس دیار میں کہنے کو کیا بچا ہوگا
وہ اپنے ساتھ ہر اک چیز لے گیا ہوگا

اسی کے ساتھ سب ہنگامے چل پڑے ہوں گے
اب اس کے بعد تو سب کچھ بُجھا بُجھا ہوگا

وہ فاختائیں کہیں اور جا بسی ہوں گی
اب اس مکان میں سناٹا بولتا ہوگا

وہ ایک شخص جو بے حد قریب تھا اُس کے
اسی سے پوچھتے ہیں اُس کو سب پتہ ہوگا

چمن میں روز کہاں ایسے پھُول کھلتے ہیں
کہ مدتوں میں ایسا کوئی ہوا ہوگا

کنارہ کر لیا اک آفتاب نے ہم سے
خسارہ اس سے بڑا اور کوئی کیا ہوگا

چلو کہ چل کے کسی روز اُس سے مل آئیں
ہمارا راستہ وہ بھی تو دیکھتا ہوگا

اسے بھی یاد ہماری ستا رہی ہوگی
بچھڑ کے ہم سے بہت وہ بھی بے مزہ ہوگا

اُسے تلاش جو کرنا ہو محفلوں میں کرو
وہ آج بھی کہیں غزلیں سنا رہا ہوگا

مری نگاہ میں وہ شخص اب بھی زندہ ہے
جو کل سَوار تھا کندھوں پہ، دوسرا ہوگا

اِک جلی پیکر کہ ہے رحمٰن جامیؔ جس کا نام

شاعرِ اعظم محبت کا پیامی کون ہے؟
ہم بتاتے ہیں سنو رحمٰن جامیؔ کون ہے؟

اِک قلندر جس کی باتوں میں ہے سونے کی دمک
اِک روایت بولتی ہے جس کے پردے میں دھنک

اِک دِیا روشن ادب کا دل جلوں کے شہر میں
ایک دروازہ ہُنر کا حاکموں کے شہر میں

اِک مسلماں ناز ہے اپنی وراثت پر جسے
اِک مُدبّر طیش آتا ہے جہالت پر جسے

ایک پیغامِ بصیرت تیرگی شب کے نام
ایک سرمایہ گراں شائستگی کا سب کے نام

اِک دبستاں جس سے وابستہ ہیں افسانے کئی
ایک نشہ جس سے ہیں گردش میں پیمانے کئی

ایک رستہ جو نکلتا ہے بھلائی کی طرف
ایک خامہ جس کو حاصل ہے امارت پر شرف

اِک سخن جو بند دروازے دلوں کے کھول دے
ایک نغمہ جو فضا میں گدگداہٹ گھول دے

اِک ادا سر سے ابھی اُترا نہیں جس کا خُمار
ایک افسانہ جسے دل پڑھنا چاہے بار بار

ایک آئینہ جو حُسن و عشق کا دَم ساز ہے
ایک لہجہ جو کلیمِ عصر کی آواز ہے

ایک رہ رَو جو ابھی تک ہے سفر میں تازہ دم
اِک سپاہی جس کی ہے تلوار چھوٹا سا قلم

اِک ولی جس کے تصرّف میں ولایت شعر کی
اِک دھنی جو جانتا ہے قدر و قیمت شعر کی

ایک سورج جس کی انگلی تھام کر چلتے ہیں لوگ
اِک بھلا انسان جس سے آج بھی جلتے ہیں لوگ

اِک سمندر جو ابھی تک اپنی طغیانی پہ ہے
اِک رتن انمول حیرت جس کی ارزانی پہ ہے

اِک جنوں پرواز جو ہے عاقبت اندیش بھی
ایک شاعر جس میں بستا ہے کوئی درویش بھی

اِک جلی پیکر کہ ہے رحمٰن جامیؔ جس کا نام
اِک بڑا فنکار سو اُس کی مہارت کو سلام

عتیق فائق (آصف نگر) حیدرآباد

مرحبا! ''میں بھی جامِ جامی ہوں''

کوئی 12 سال پہلے کی بات ہے میں (عتیق فائق) اپنے منجھلے بھائی اور اردو دنیا کے ایک معتبر شاعر مولانا نذیر نادر حسامی کے ساتھ "الحرا" (قیام گاہِ حضرت رحمٰن جامی) پہنچا، "جامی صاحب" دامت برکاتہم سے ملاقات کی، اُس وقت میری عمر (14) برس رہی ہوگی مجھے اتنا زیادہ شعور نہ تھا مگر میرے بھائی (محترم نذیر نادر صاحب) نے رفتہ رفتہ میرے اندر جامی شناسی پیدا کی۔ بھیا (نذیر نادر) وقتاً فوقتاً کوئی نہ کوئی کام دے کر مجھے "جامی صاحب" کی خدمت میں بھیجتے رہتے تھے، جس کا اہم مقصد یہ تھا کہ میں (عتیق فائق) بھی "جامی صاحب" سے مستفید ہوسکوں اور "جامی صاحب" کی نظر اور دعا میں رہوں اور "جامی صاحب" میری بھی رہبری فرماسکیں، اللہ کے کرم سے میں بھی "جامی صاحب" سے بافیض رہا ہوں۔

"جامی صاحب" مجھے بہت چاہتے تھے، ہمیشہ میرے سر پر دستِ شفقت رکھتے تھے، موقع بہ موقع انعام و اکرام بالخصوص رمضان کی عید پر "عیدی" سے نوازتے تھے، میں "جامی صاحب" کا بالواسطہ شاگرد ہوں یوں، سمجھ لیجئے کہ میں "جامی صاحب" کا پوتا شاگرد ہوں، مجھے یہ بھی شرف حاصل ہے کہ میں ان خوش نصیب افراد میں سے ہوں جن کو الحرا (قیام گاہِ رحمٰن جامی) میں کسی بھی وقت آنے جانے پر کوئی پابندی نہ تھی، چاچی ماں (زوجہ رحمٰن جامی) مجھے ایک پوتے کی طرح دیکھتی تھیں، الحمدللہ آج بھی اُن کا حسنِ سلوک ایسا ہی ہے (اللہ پاک! چاچی ماں کا سایہ دراز فرمائے) "جامی صاحب" کے ساتھ مجھے دسیوں مشاعروں میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی ہے، مجھے اچھا یاد ہے 24 اگست 2013ء خاکِ طیبہ ٹرسٹ کی جانب سے پرکاشم ہال گاندھی بھون میں کُل ہند مشاعرہ منعقد ہوا تھا، میں (عتیق فائق) بھیا (نذیر نادر) میری سب سے چھوٹی بہن (حافظہ جویریہ نصرت جو 11 نومبر 2013ء اللہ کو پیاری ہوگئی) ہم سب ''جامی صاحب'' کے ساتھ ''مشاعرہ'' میں گئے تھے، مشاعرہ کی صدارت "جامی صاحب" فرمارہے تھے، رات کا ایک بج رہا تھا، مہمان شعراء ابھی باقی تھے "جامی صاحب'' صدر ہی نہیں صدرالصدور لگ رہے تھے، صدارت تو بس انہیں کی شان تھی، ہم لوگ (میں، بھیا، اور چھوٹی بہن) دوسری صف کے سامعین میں بیٹھے ہوئے تھے، ہماری توجہ دیگر شعراء پر کم اور "جامی صاحب" پر زیادہ تھی، وہیں وقفہ وقفہ سے "جامی صاحب" کی نظرِ عنایت بھی ہم پر ہوتی رہی، اچانک "جامی صاحب" نے اسٹیج سے مجھے اشارہ کیا، میں فوراً متوجہ ہوا، مجھے سنائی دیا "جامی صاحب" میری چھوٹی بہن کی طرف اشارہ کرکے فرمارہے تھے کہ "جوو" اونگھ رہی ہے، تم لوگ گھر چلے جاؤ! ہم نے گھر جانے ہی میں خیر سمجھا۔

اکتوبر 2013 کی بات ہے "الحرا" (قیام گاہ حضرت رحمٰن جامی) میں نعتیہ مشاعرہ تھا، 'جامی صاحب" نقیبِ مشاعرہ تھے، حضرت مولانا محمد عبدالعلیم کوثر القاسمی مدظلہ (سابق صدر لجنۃ العلماء آندھراپردیش) نگرانی فرما رہے تھے، قاری سید لطیف محی الدین احمد، قاری سید سعید محی الدین احمد، جناب محمد عبدالرحیم خان (اردو ہال حمایت نگر) جناب محمد عبداللہ صمدانی انجینئر (محکمہ نمس) اور پروفیسر عظمت اللہ خان "مہمانان خصوصی" تھے، مسعود جاوید ہاشمی، کامل حیدرآبادی، تاج مضطر، شفیع اقبال، ڈاکٹر منیرالزماں منیر (شکاگو)، نسیم اعجاز نسیم، ڈاکٹر مسعود جعفری، عبدالرب عارف، مبشر احمد نشتر، سید شاہ نواز ہاشمی اور نذیر نادر۔۔۔۔شعراء میں سرفہرست تھے۔

جامی صاحب کی محبت کو میرا سلام! "جامی صاحب" نے اس مبارک نعتیہ مشاعرہ کی نظامت میرے حوالے فرمائی (اب یہ میرے لئے تا حیات ایک اعزاز کی بات رہے گی)

30 مئی 2020ء میرا ولیمہ تھا، لاک ڈاؤن کی وجہ سے "جامی صاحب" تشریف نہ لاسکے، دورانِ ولیمہ۔۔۔ میں "جامی صاحب" کے گھر پہنچا، "جامی صاحب" بہت خوش ہوئے (کورونا کا حصار توڑ کر) مجھ سے مصافحہ کیا، معانقہ کیا، مبارکبادی کے ساتھ ساتھ ڈھیر ساری دعائیں دیں نیز میری شیروانی کی بہت تعریف کی، بس یہ میری "جامی صاحب" سے آخری ملاقات تھی، "جامی صاحب" سے میں نے جو کچھ سیکھا اُس پر مجھے ناز رہے گا، دعا ہے کہ اللہ پاک! ''جامی صاحب'' کو ''جزائے خیر'' عطا فرمائے۔

رھبر پرتاپ گڑھی۔ پرتاب گڑھ اتر پردیش

استاذالاساتذہ

حضرت رحمان جامی کی یاد میں

جو تھا چہیتا اپنا وہ انساں چلا گیا
عقبی کی سمت مخلص دوراں چلا گیا

علم و ادب کے دیپ جلاتا رہا سدا
افسوس ایسا صاحب ذیشاں چلا گیا

دیتا تھا درس سب کو محبت کا پیار کا
ہم سب کے درمیاں سے وہ انساں چلا گیا

شاگردوں سے تھی جس کو محبت بھی بے پناہ
وہ سب کا خیر خواہ نگہباں چلا گیا

روشن ضمیر، فہم و بصیرت میں بے مثال
ہمدرد تھا وہ درد کا درماں چلا گیا

ہوتی تھی جن سے مل کے اے رہبر دلی خوشی
دے کر ہمیں جدائی کا ساماں چلا گیا

محمد عبدالکریم کامل منور۔کامل جامعہ نظامیہ۔حیدرآباد

الشاعر تلمیذ الرحمٰن

اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت کاملہ ہے کہ وہ انے بندوں میں ایسے اصناف کو پوشیدہ رکھا ہے کہ اگر کوئی بندہ اس حقیقت کو پالے تو بلاشبہ تمام حجابات سے وہ بندہ آزاد ہوجاتا ہے۔ گویا وہ اپنے مالک کے روبرو ہوتا ہے۔ عرف عام میں اور علم صوف میں اسی کو عارف بھی کہتے ہیں۔

جس کو عرفانِ خداوندی حاصل ہو، وہ عارف کہلاتا ہے اور جب بندہ مسندِ عرفان پر متمکن ہوتا ہے تو رموز اور ادراک کے در وا ہونے لگتے ہیں اب بندہ جو بھی کہتا ہے جو بھی دیکھتا ہے جو بھی سنتا ہے اس پر اس بندے کا کوئی اجارہ نہیں ہوتا۔ بظاہر بندہ ہے درحقیقت قدرتِ خداوندی کا اظہار ہے

اسی کی ایک صنف شاعری ہے۔ شاعر بنتا نہیں پیدا ہوتا ہے اور یہ صلاحیت خداداد ہوتی ہے۔

اسی لیے اہل فارس (جہاں شعراء اکرام کی ایک دنیا آباد تھی) شاعر کو تلمیذ الرحمٰن کہا کرتے تھے یعنی اللہ کا شاگرد۔ بلاشبہ میرے استادِ محترم حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ نہ صرف تلمیذ رحمٰن تھے بلکہ ہزاروں شاگردوں کے استاد بھی تھے اور آپ میں تمام وہ رموز پوشیدہ تھے جو ایک عشق حقیقی بندے میں ہوتے ہیں اور عشقِ رسول جو بھٹکی ہوئی انسانیت اور اپنے مالک سے دور ہونے والے بندوں کو اپنے رب سے جوڑنے کا وہ عظیم مقصد تھا جس میں وہ کامیاب رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار صلاحیتوں سے نوازا تھا، جس طرح ایک انسان سمندر سے وہی چیز حاصل کرتا ہے جس وہ متمنی ہو۔ اسی طرح اس سمندرِ بیکراں میں ہر صاحبِ اشتیاق اپنی بساط کے مطابق سیراب ہوتا ہے۔ یہی حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کا کمال تھا کوئی بھی ان کے در سے خالی نہیں لوٹتا وہ جو چاہتا ہے آپ کے پاس پالیتا اسی صفت کو عرف عام میں ولی بھی کہا جاتا ہے۔ جن کی زندگی کا مقصد اللہ کے بندوں کی خدمت ہی رہی۔

ہر دور میں جہاں اچھائی پھیلاتی وہ وہاں برائیوں کا داخل ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جہاں اللہ کے نیک بندے اپنی مقصد زندگی کو پالینے کی دھن میں رہتے ہیں وہیں مادہ پرست ان کو رسوا کرنے کی بھی ہر طرح سے کوشش کرتے ہیں۔ یہ ہر دور میں موجود رہے ہیں اور اپنی ناپاکی سے پاک دامنوں کو داغ دار بنانے کی ناکام کوشش کرتے رہے لیکن جب بندے کو اس کا مالک پاک دامن رکھے، بھلا دنیا اس کو داغ دار کیسے کرسکتی ہے۔ ایک نہ ایک دن روشنی سیاہی پر غالب آہی جاتی ہے۔ ان حالات میں بھی اللہ کے محبوب بندے اپنی منزل سے میں بھٹکتے۔ یہ عظیم صفت میرے استاذِ محترم میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ہر شاگرد حضرت سے اپنی بساط کے مطابق فیض اکتساب حاصل کرتا ہے۔ انہیں خوش نصیبوں میں میرا شمار ہونے لگا۔ یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

محمد زکریا (داماد حضرت جامی) مقیم حال دبئی

ٹوٹی ہوئی کڑی

ہمیں اس صبح بہت کم معلوم تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام پکارنے والا ہے۔ آپ کو کھونے کی خبر سُن کر ہمارے دلوں کو بہت بڑا صدمہ پہنچا، آپ اکیلے نہیں گئے بلکہ ہمارا کچھ حصہ بھی آپ کے ساتھ چلا گیا، جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام پکارا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تھکتے ہوئے دیکھا، علاج اور ہماری ساری کوششیں ناکام ہو جا رہی تھیں، تب اللہ نے اپنے رحم وکرم سے آپ پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور آہستہ سے آپ کو آواز دے کر کہا کہ "میرے پاس امن وسکون کے لیے آجاؤ" اور آپ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، کاش کہ ہم آپ کو ایک آخری بار دیکھ پاتے اور آپ سے ملاقات کر پاتے، لیکن ہر بات میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حکمت چھپی ہوتی ہے اور الحمدللہ ہم ہر دم اس سے راضی ہیں۔

آپ نے ہمیں پُر امن اور خوشگوار یادوں کے ساتھ چھوڑا، کیا ہوا اگرچہ کہ ہم آپ کو نہیں دیکھ سکتے، لیکن پھر بھی آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے۔

ہمیں آہستہ آہستہ ابھی احساس ہونے لگا ہے کہ ہم اب بھی آپ کو دیکھ رہے ہیں، ہر روز مختلف شکل میں اور مختلف لوگوں میں جو آپ کے محبان ہیں اور جن کو آپ اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

آپ کی محبت اور قربت اب بھی ہماری رہنمائی کرتی ہے اور ان شاء اللہ آگے بھی کرتی رہیں گی۔ آپ اپنی محبت، شفقت اور اپنائیت سے ہر کسی کو اپنا بنا لیتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کے گزرنے کے بعد بھی نہ صرف آپ کو اپنے اہل خانہ بلکہ آپ کا ہر چاہنے والا ابھی آپ کو ہر پل یاد کر رہا ہے اور آپ کی کمی محسوس کر رہا ہے اور آپ کے حق میں دُعا گو ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن جامی کا ایک شعر عرض ہے ۔

گفتگو سنتا ہوں تیری ہی یہاں شام وسحر
کچھ نہ کچھ مجھ سے ترا خالی مکاں بولتا ہے

دوریاں چاہے جتنی بھی ہوں فاصلہ کوئی معنی نہیں رکھتا، آپ ہمیشہ ساتھ تھے، ہمارے ساتھ رہیں گے، سچا پیار وہی ہے جو تا عمر ختم یا کم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی چُرایا جا سکتا ہے بلکہ دوریاں اور اضافہ کشش اور سچائی پیدا کر دیتی ہے۔

آپ کی زندگی کی طویل ساتھی آپ کی شریک حیات اب ہماری زندگی کا حصہ ہے اور آپ کی وصیت اور نصیحت کے مطابق اب وہ ساری زندگی ہماری ذمہ داری میں رہیں گی۔ ان شاء اللہ ہم آپ کی امانت کا بھرپور خیال رکھیں گے۔

آپ کے گزر جانے سے ہمارے خاندان کی زنجیر کی ایک اہم کڑی ٹوٹ چکی ہے لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایک کر کے سب کو اپنے پاس بلانا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سلسلہ پھر دوبارہ جڑ جائے گا اور ہم آپ کے ساتھ آن ملیں گے۔

میرے دل سے دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی روح کو سکون عطا کرے، آپ کی کامل مغفرت فرمائے، آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آپ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ہم سب کو اور آپ کے چاہنے والوں کو آپ کی ہدایتوں پر عمل کرنے کی، دین پر ثابت قدم رکھنے کی اور اردو ادب کے خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے (آمین) آپ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہیں گے۔

امۃ الکریم نبیلہ (بڑی نواسی حضرت جامیؔ)

میرے نانا پپا کے نام ایک خط

میرے پیارے نانا پپا.................السلام علیکم

میں امید کرتی ہوں کہ آپ ابھی امن اور سکون کے ساتھ آرام فرما رہے ہوں گے۔ آپ کے ساتھ میری اتنی یادیں اور رابطے نہیں ہو پائیں، جتنی یادیں اور رابطے آپ کی میری ممی اور میری نانی مما کے سات رہی ہیں لیکن اس کے باوجود میں نے جتنا بھی وقت آپ کے ساتھ گزارا ہے وہ بڑا ہی قیمتی قابل ذکر اور نہایت ہی یادگار رہے۔

آپ ہمیشہ دونوں بہنوں (نبیلہ، مدیحہ) کو سچے اور تہہ دل سے چاہتے رہے، آپ ہماری خوشی اور ترقی کے لیے ہمیشہ نیک تمنائیں کرتے رہیں۔ اور آپ ہی کی دعاؤں کی برکت سے جو ہم نے کامیابی حاصل کی آپ اس پر ہمیشہ بے حد فخر و ناز جتاتے رہے اور ہمیشہ آپ ہمارا حوصلہ بنے رہے اور آپ ہماری کاوشوں کی وجہ سے ہم کو خوب سراہتے رہے۔

مجھے اپنے بچپن کا وہ دور بھی خوب یاد ہے جب کبھی آپ ہمارے یہاں آتے تھے یا ہم آپ کے وہاں آتے تھے تب آپ کی ہمیشہ یہی خواہش اور کوشش رہتی تھی کہ ہم دونوں بہنیں آپ کے ذریعہ آپ کی سب سے زیادہ پسندیدہ اردو زبان کو سیکھ سکیں، سمجھ سکیں اور اس میں خوب مہارت حاصل کر سکیں، آپ کی اردو زبان کی طرف یہ دلچسپی دیکھ کر ہمیں بچپن میں ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ کو اردو سے بڑی گہری وابستگی ہے اور اردو زبان سے آپ کو بیحد محبت ہے۔ بعض اوقات ہمیں فون پر ایسی شاعری سنایا کرتے تھے جو ہماری سمجھ سے اونچی ہوتی تھی، لیکن آپ تب بھی بڑی ہی سنجیدگی، بڑے ہی اطمینان اور صبر و تحمل کے ساتھ شاعری کے مشکل سے مشکل الفاظ کو آسان لفظوں میں ہمیں سمجھانے کی کوشش کیا کرتے تھے، جس سے ہمارے لیے آپ کی شاعری سمجھنا بہت ہی آسان ہوا کرتا تھا اور ہم آپ کے اردو ادب کے اس جذبہ کو سلام کرتے ہیں اور اس کی بے انتہا قدر کرتے ہیں۔

مجھے یہ کہتے ہوئے بے فخر اور خوشی محسوس ہوتی ہے کہ آپ ہمیشہ ہم دونوں بہنوں کی خوشی کو مُقدم رکھتے تھے اور ہم بچوں کے ساتھ بچوں کی ہی طرح پیش آتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ کچھ تیرہ سال قبل جب آپ عرب امارات آئے تھے، ہم دونوں بہنیں آپ اور نانی مما سے اپنی یہ ضد اور خواہش ظاہر کرتے تھے کہ آپ دونوں (نانی مما اور نانا پپا) ہم دونوں بہنوں کو صبح سویرے اور دوپہر میں اپنی اسکول بس تک چھوڑ آئیں اور پھر ہمیں واپس لینے بھی آئیں اور آپ دونوں بلاناغہ ہماری خوشی کے لیے ہماری یہ خواہش پوری کرتے رہیں باوجود اس کے کہ آپ ساری رات مسلسل جاگا کرتے تھے کیونکہ آپ کو اپنی چھوٹی نواسی مدیحہ کا دیا ہوا غزلوں کا ہوم ورک مکمل کرنا ہوتا تھا۔ مجھے ہماری پچھلی اور اس رات کی آخری بات چیت ابھی بھی یاد ہے، جہاں آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ روبہ صحت ہونے کے لیے اچھے سے اچھا کھائیں گے اور جلد

سے جلد ہم سب سے ملاقات کے لیے دبئی تشریف لائیں گے تاکہ ہم سب آئندہ اپنی زندگی ایک دوسرے کے ساتھ خوشی بہ خوشی گزار سکیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ سے کم سے کم ایک آخری بار ملاقات ہو سکے گی، لیکن باری تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا اور اس نے آپ کے لیے کچھ اور ہی انتخاب کر رکھا تھا اور آپ بحکمِ خدا اپنے اگلے سفر کی جانب نکل پڑے اور ہم کو داغِ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (اللہ ہمارے پیارے نانا پپا کی مغفرت فرمائے آمین)

یہ لفظوں میں بیان کرنا بہت ہی مشکل ہے کہ ہم آپ کے بارے میں کیا محسوس کرتے ہیں اور آپ سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ آپ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہیں گے اور آپ کی جگہ ہمارے دلوں میں کوئی نہیں لے سکتا۔ آپ ہمیشہ ہماری یادوں میں رہیں گے اور تا عمر ہم آپ کے لیے دعا مغفرت کرتے رہیں گے اور ہمیں یقین ہے کہ ان شاء اللہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ سے ہماری ملاقات جنت میں کروائے گا (ان شاء اللہ)۔

مجھے بے حد فخر اور خوشی ہے کہ ہمارے علاوہ ساری دنیا میں آپ کو دل و جان سے چاہنے والے آپ کے کئی مُحبّان ہیں جو آپ کی زندگی میں آپ سے بے انتہا محبت کیا کرتے تھے اور ان شاء اللہ آپ کے گزرنے کے بعد بھی کرتے رہیں گے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے میری دُعا ہے کہ وہ جنت الفردوس میں آپ کو اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آپ کے درجات کو بلند فرمائے، آپ کی لحد میں جنت کی ٹھنڈی ہوائیں میسر فرمائے اور آپ کو نبی کی شفاعت نصیب فرمائے اور آپ کی آخرت بخیر اور آسان فرمائے (آمین یارب العالمین)۔

شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ کے دفتر میں جسٹس اسماعیل حضرت رحمٰن جامی کو عمدۃ الشعراء ایوارڈ پیش کرتے ہوئے اور حضرت رحمٰن جامی ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے تازہ شمارہ کا رسم اجراء کرتے ہوئے

امۃ الرحیم مدیحہ (چھوٹی نواسی حضرت جامیؔ) حیدرآباد

میرے پیارے نانا پپا کی یاد میں

میرے پیارے نانا پپا کی یاد میں

جنہیں میں نے ہمیشہ بے انتہا پیار کیا ہے، سراہا ہے اور جنہیں میں کبھی نہیں بھول پاؤں گی۔ یہ میرے لیے بہت دکھ کی بات ہے کہ میں آپ کے ساتھ زیادہ سال رہ نہیں پائی اور آپ سے زیادہ عرصہ تک دیکھ نہیں سکی، مگر میں خوش ہوں کہ جو وقت میں نے آپ کے ساتھ بچپن میں گزارا ہے الحمدللہ اس وقت نے مجھے بہت پیاری اور کبھی نہ بھلانے والی یادیں بنانے کا موقع دیا ہے۔

مجھے ابھی حیرت ہوتی ہے کہ جیسا کہ مجھے میرے بچپن میں ہوا کرتی تھی کہ آپ کس طرح سے اردو کے آسان سے آسان الفاظ کو خوبصورت شاعری میں پیش کیا کرتے تھے اور مجھے بے انتہا فخر ہوتا ہے کہ آپ کے لکھے الفاظ بہت سوں کے دلوں پر کس طرح اثر کر جاتے ہیں اور انہیں چھو جاتے ہیں۔

اردو ادب اور شعر و شاعری کی دنیا میں تو آپ شاعر اعظم تھے ہی لیکن آپ ہمارے لیے ہمارے پیارے نانا پپا تھے، وہی نانا پپا جو ہم بچوں کی خوشی کے لیے کچھ بھی کیا کرتے تھے اور ہم بچوں کے ساتھ بچے بن جایا کرتے تھے اور ہمیشہ ہماری خوشی کو ترجیح دیا کرتے تھے۔

مجھے ابھی یاد ہے کہ ہمارے انڈیا آنے پر آپ ہم دونوں بہنوں کے لیے آئسکریم (Ice Cream) اور کولڈ درنکس (Cold Drinks) لایا کرتے تھے اور چپکے سے ہماری ممی کو بتائے بغیر ہمارے ساتھ رات میں کھایا پیا کرتے تھے تاکہ ہم اپنی خواہش کی چیز کھا سکیں اور خوش رہیں۔

ابھی یہی یادیں ہمارے چہروں پر مسکراہٹ لاتی ہیں اور یاد دلاتی ہیں کہ آپ کا دل اتنا معصوم اور بھولا تھا اور ہم آپ کے ساتھ اتنی آسانی سے مل جل سکتے تھے اور ہمارے دوست بن سکتے تھے۔ آپس کے اسی معصوم اور بھولے دل کی وجہ سے میں اپنے بچپن میں کسی بھی چیزوں کے بارے میں بے جھجک ہو کر آپ سے باتیں کیا کرتی تھیں اور آپ سے اپنے احساسات بیان کرتی تھیں۔ لیکن جیسے جیسے میں بڑی ہوتی گئی مجھے کافی مشکل ہوتی تھی آپ سے اپنے خیالات کا بے جھجک اظہار کرنے میں لیکن آپ نے ہمیشہ اپنی طرف سے پہل کی اور مجھ سے صرف ان چیزوں کے بارے میں بات کیا جن پر میں آرام سے بات کر سکتی تھی۔ آپ ہمیشہ وہ پہلے شخص ہوتے تھے جو میری صحت کو لیکر بڑے فکر مند رہتے تھے اور ہمیشہ میری صحت یابی کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو میرے حق میں قبول فرما ہیں۔ (آمین) آپ نے مجھے جو لاڈ پیار دیا ہے، میں اس کے لیے آپ کی بے حد شکر گزار ہوں اور اللہ سبحانہ تعالیٰ آپ کو ہم پر اس شفقت محبت اور رحم و کرم کے صلہ میں بہترین اجر عطا فرمائیں۔ (آمین)

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم کو آپ سے بے انتہا محبت تھی اور ان شاء اللہ آگے بھی ہمیشہ رہے گی اور آپ ہمارے دلوں میں ہمیشہ بسے رہیں گے اور آپ کی جگہ ہمارے دلوں میں اور کوئی نہیں لے سکتا آپ نے جو اپنی زندگی میں اعلیٰ مقام حاصل کیا ہے وہ ہمارے لیے قابل رشک ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ آپ کو آخرت میں بھی اعلی مقام عطا فرمائے۔(آمین)

شکریہ مجھے ہمیشہ پیار کرنے کے لیے۔ میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ آپ کو جنت کے باغات کی سیر کرائے اور آپ کو جو خوشیاں دنیا میں نہیں مل پائی ہیں وہ ساری خوشیاں آپ کو جنت میں عطا فرمائے اور آپ کی کامل مغفرت فرمائے۔

ڈاکٹر عبدالحق اردو یونیورسٹی میں ماہنامہ ''صدائے شبلی'' کے پہلے شمارے کا حضرت رحمٰن جامی پروفیسر مظفر شہ میری اور دیگر کے ساتھ رسم اجراء کا منظر

قوتِ تعلیم افکار و نظریات کتاب کا انٹرنیشنل سمینار میں پروفیسر مظفر شہ میری، رحیم الدین انصاری، پروفیسر محسن عثمانی، ڈاکٹر محمد نعمان، غلام یزدانی ایڈوکیٹ، پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی، ڈاکٹر مختار احمد فردین، ڈاکٹر عبدالقدوس مرتب کتاب ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی کے ساتھ حضرت رحمٰن جامی رسم اجراء کرتے ہوئے

تبصرہ

نام کتاب: نایاب نعتیں

مؤلف: ابن غوری

صفحات: ۹۰

مبصر: حضرت عبدالرحمان جامیؔ

ملنے کا پتہ: مکتبہ کلیمیہ، چورا ہا یو سفین، نا مپلی، حیدرآباد–۱

میں نے بڑے اشتیاق سے تمام کتاب پڑھی اور مجھے بے حد مسرت اس وقت ہوئی جب میں نے اپنی نعت "محبت ہی محبت ہیں محمد مصطفی میرے" پڑھی۔ واقعی مجھے لگا کہ میری یہ نعت بھی نایاب ہے جب ہی تو جناب ابن غوری نے اپنی کتاب "نایاب نعتیں" میں اردو کے بڑے بڑے شاعروں کے ساتھ شامل کرکے عظمت کی سند عطا کردی۔ اللہ آپ کو دین ودنیا دونوں جگہ سرخ رو رکھے۔ آمین۔

اس تشکر کے بعد اصل موضوع پر آتا ہوں۔ اس سے قبل بھی ابن غوری صاحب کئی سے زائد اہم کتابیں مختلف موضوعات پر پیش کرچکے ہیں۔ آپ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بڑی عرق ریزی سے بے حد عمدہ اور نایاب نعتیں مختلف شعراء کی ڈھونڈ نکالیں اور انھیں یک جا کرکے کتابی شکل دی اور اس کا بڑا خوب صورت اور برجستہ نام دیا "نایاب نعتیں" جس میں گولکنڈہ کے تیسرے بادشاہ قلی قطب شاہ معانیؔ سے لے کر علیم احمد عاجزؔ تک جملہ پچاس خوب صورت نعتیں شامل کی ہیں جو فی الواقعی نایاب ونادر کہلانے کی مستحق ہیں۔

نعتوں سے قبل مولانا محمد احمد پرتاب گڑھی اور سید

مولانا ابوالکلام آزاد ایوارڈ اردو اکیڈمی آندھرا پردیش سے حاصل کرنے کے موقع پر آندھرا پردیش کے اس وقت کے چیف منسٹر کرن کمار ریڈی ملاقات کرتے ہوئے

منصور غوری کی حمد سے کتاب کی شروعات ہوئی ہے۔ اس کے بعد جملہ پچاس منتخب نایاب نعتوں کے علاوہ درود وسلام کے عنوان سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی، ماہر القادری، امتہ اللہ تسلیم، جگن ناتھ آزاد اور متفرقات کے تحت خیر النساء بہتر کی دعا، مولانا حمید الدین عاقل کی مناجات، جوش ملیح آبادی کی مکمل زندگی، سید عبدالرب صوفیؔ کی مدح صحابہؓ وغیرہ۔ یہ ساری نظمیں دل کو چھوتی ہیں۔

"خواص" کی بات میں اس لیے نہیں کرتا کہ اب یہ طبقہ مفقود ہوکر رہ گیا ہے البتہ "عوام" کا طبقہ ہے اور جو کچھ ہے اسی سے اچھی بری توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں اور اس طبقے میں آپ کی یہ کتاب یقیناً مقبول ہوگی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا بہترین اجر عطا کرے۔ آمین۔

آخر میں "نایاب نعتیں" کی اشاعت کے لئے اہم اور قابل قدر کارنامے پر مبارکباد دیتے ہوئے جناب ابن غوری سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جلد شائع کروائیں تاکہ کتاب کی عمر دراز ہو۔

حضرت رحمٰن جامی

اردو کا ایک منفرد خدمت گذار

محسن خان۔ حیدرآباد

استاد شاعر حضرت رحمٰن جامی اردو کے ایک منفرد خدمت گذار تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے شاگردوں میں گھرے رہتے تھے۔ ہر کسی سے محبت وخلوص سے پیش آتے تھے اور ہر شاگرد ان کو عزیز تھا۔ ان کے شاگردوں کی کثیر تعداد ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ صدائے شبلی کے تحت منعقد ہونے والے ہر پروگرام میں بخوشی وہ شریک ہوتے تھے اور بے جھجک ہم لوگ (ڈاکٹر مختار احمد فردین، ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی صاحب، ڈاکٹر عبدالقدوس ،سراج انصاری صاحب، ابوہریرہ یوسفی) ان کے مکان کسی بھی وقت پہنچ جاتے تھے اور وہ خوشی سے سب سے ملتے تھے اور بہترین مہمان نوازی کرتے تھے۔ ادبی ماحول پر گفتگو ہوتی تھی۔ اردو کے مشکل الفاظ ہو یا فارسی کے الفاظ ہم ان کے سامنے پیش کرتے تھے وہ ان کی بہترین انداز میں تشریح کرتے تھے۔ ان کے شاگردوں کی شائع کتابیں جو کثیر تعدا دمیں ان کے پاس موجود رہتی تھیں وہ ہم کو پیش کرتے تھے۔ کتابی چہرہ تھا اور کتابوں پر ہی گفتگو فرماتے تھے۔ کوئی بات بری لگے تو اس کو دل میں نہیں رکھتے تھے اور صاف صاف بیان فرمادیتے تھے۔ اگر کوئی غلط حرکت کرتا ہے تو اس کی پرزور مذمت کرتے تھے۔ ان کا اصول تھا کہ وہ کوئی بات دل میں نہیں رکھتے تھے اور کھلے عام بیان فرمادیتے تھے۔ کوئی غلط اردو بولتا یا کچھ غلط تحریر فرماتا تو اس کو نصیحت کرتے۔ لوگ ان کے سامنے کچھ بھی کہنے سے قبل سوچتے تھے کہ اگر ہم نے غلط تلفظ ادا کیا تو وہ سب کے سامنے ہماری اصلاح فرمادیں گے۔ ان کے روم میں ایک بورڈ لگا ہوا رہتا تھا جہاں وہ روزانہ اشعار یا اہم باتوں کو نوٹ فرماتے تھے اور ان سے ملنے جو لوگ جاتے وہ بھی اس کو پڑھ لیتے تھے۔

رحمٰن جامی کے انتقال سے اردو اب کو جو نقصان ہوا اس کو کبھی پر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان کے انتقال پر سارے شاگرد غمزدہ نظر آرہے تھے۔ انتقال کے دن صبح سے شام تک تمام لوگ ان کے گھر پر موجود تھے۔ مرحوم نے شاعری کے تقریباً دو درجن مجموعے یادگار چھوڑے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب (حسینی علم ڈگری کالج) نے حضرت رحمٰن جامی نے بچوں کے لیے جو نظمیں کہی ہیں ان کو جہانِ اطفال نام سے مرتب کیا ہے اور قدوس صاحب کی خواہش تھی کہ اس کتاب کا رسم اجراء ان کے ہاتھوں عمل میں آیا لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ حسینی علم ڈگری کالج میں دو روزہ قومی سمینار کے موقع پر اس کتاب کا رسم اجراء عمل میں آیا اور سب نے رحمٰن جامی کو نم آنکھوں سے یاد کیا۔ ادب کی ایک بعد ایک ہستیاں اب ہم سے رخصت ہو رہی ہیں اور اس طرح کے اردو کے خدمت گذار اور لوگوں سے مل جل کر رہنے والے افراد مستقبل میں ملنا مشکل ہے۔ ماہنامہ صدائے شبلی کے ذمہ داران جو رحمٰن جامی صاحب کے شاگرد ہیں مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے خصوصی شمارہ شائع کررہے ہیں وہ اس کے لیے مبارک باد کے مستحق ہیں کہ حقیقی معنوں میں وہ اپنے شاگرد ہونے کا حق ادا کررہے ہیں۔

طلبہ مثبت سوچ، مضبوط لائحہ کامیابی کی اہم کنجی ہے

گورنمنٹ ڈگری کالج حسینی علم حیدرآباد میں دوروزہ کامیاب قومی سمینار کا انعقاد

طلبہ کو چاہیئے کہ دوران تعلیم نصابی کتب کے ساتھ ساتھ دیگر اہم کتابوں کا بھی مطالعہ کریں اوراپنی صلاحیتوں کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ کالج اور یونیورسٹی میں منعقد ہونے والے ہر مقابلے میں حصہ لیکر خود کو منوائیں۔ آپ جتنی ہمت سے کام لیں گے اتنا ہی آگے بڑھیں گے۔ زندگی جدوجہد کا نام ہے۔ پرندوں کو بھی رزق ان کے گھونسلے میں نہیں آتا بلکہ ان کو بھی اپنے گھونسلے سے باہر نکل کر اڑان بھرنی ہوتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار پروفیسر محمد ظفرالدین (ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز، مانو) نے گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین حسینی علم میں قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو (نئی دہلی) اور اردو اکیڈیمی تلنگانہ کے اشتراک سے منعقدہ دوروزہ قومی سمینار بعنوان ''اردو کی نثری اصناف'' میں کیا۔ ڈاکٹر مختار احمد فردین نے مہمان خصوصی ڈاکٹر نیلماں کا مکمل تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ آج کا دن حسینی علم ڈگری کالج کی طالبات کے لیے بہت اہم دن ہے کیوں کہ ڈاکٹر نیلماں وہ شخصیت ہے جو خواتین کو بااختیار بنانے کے لیے جدوجہد کی رول ماڈل ہیں اور الیکٹرانک میڈیا کے کئی چینلوں کی ہیڈ ہیں۔ ڈاکٹر نیلماں (ہیڈ سی وی آر نیوز وسماجی جہد کارہ) نے طلبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ روشن مستقبل آپ خود بنا سکتی ہے۔ صبح سب سے پہلے اٹھتے ہی خدا کا شکرادا کریں اور عبادت اور ورزش پابندی سے کریں۔ انہوں نے کہا کہ کامیاب زندگی سکون کا ہونا لازمی ہے اور سکون ہی آپ کو بڑھنے میں مدد دیتا ہے۔ انہوں نے طالبات سے کئی سوال کئے اور ان سے کہا کہ وہ لڑکی ہونے پر کسی قسم کا احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ ڈاکٹر محمد غوث (ڈائرکٹر سکریٹری اردو اکیڈیمی تلنگانہ) نے اس کامیاب دوروزہ قومی سمینار کے انعقاد پر کالج انتظامیہ کو مبارک باد دی۔ پرنسپل کالج ڈاکٹر بی سنیتا پدماوتی اور پروگرام کنوینر ڈاکٹر عبدالقدوس کی کوششوں کو سراہا۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ آنے والے دنوں میں حسینی ڈگری کالج بہت ترقی کرے گا۔

سمینار میں ''جہانِ اطفال'' مرتب: ڈاکٹر عبدالقدوس۔ تخلیق کار: حضرت عبدالرحمٰن جامیؔ کی کتاب کا رسم اجراء کرتے ہوئے ڈاکٹر ناظم علی، پروفیسر مسرت جہاں، قمر جمالی، پروفیسر مجید بیدار، پروفیسر محمد ظفرالدین، ڈاکٹر عبدالقدوس، نفیسہ خان، آصف علی، ڈاکٹر تاج الدین، ڈاکٹر مختار احمد فردین، ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی، ڈاکٹر محمد کاشف، ڈاکٹر نہال افروز۔ مرتب کتاب کی دلی خواہش تھی کہ اس کتاب کا رسم اجراء حضرت رحمٰن جامیؔ کے ہاتھوں ہو۔ افسوس کہ وہ ۲۰ رجنوری ۲۰۲۱ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور جنت الفردوس عطا فرمائے۔

رپوتاژ: محسن خان حیدرآباد

پروفیسر مجید بیدار (سابق صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ) انسان کو اللہ تعالیٰ نے کئی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔طلبہ اس ان صلاحیتوں کا بھر پور استعمال کریں۔انہوں نے کہا کہ دنیا کے ہر کونے میں اردو مشاعرے مقبول ہوتے ہیں کیوں کہ اس زبان جو مٹھاس اور لفظوں کی بندش پائی جاتی ہے وہ کسی اور زبان میں نہیں ہے۔ڈاکٹر سید فضل اللہ مکرم (صدر شعبہ اردو،حیدرآباد سنٹرل یونیورسٹی) نے کہا کہ ڈگری کے سرٹیفکیٹ کے ساتھ ساتھ اپنی اپنے مضمون میں ہر طرح کا عبور رکھیں ۔کیوں کہ آگے چل ملازمت یا اعلیٰ تعلیم کے دوران سخت مسابقت ہوگی اور جس کے پاس صرف سرٹیفکیٹ ہوگا اور صلاحیت نہیں ہوگی وہ پیچھے رہ جائے گا۔ پروفیسر نسیم الدین فریس (صدر شعبہ اردو مانو) نے اردو کی نثری اصناف پر تفصیلی روشنی ڈالی۔انہوں نے کہا کہ اردو نثر میں کئی دائرے ہیں۔ اس کا طلبہ واسکالرس کو مطالعہ کرنا چاہئے۔

پروفیسر سمیع صدیقی (مانو) نے کہا کہ لوگ اردو سے آج بھی بے انتہا محبت کرتے ہیں اور ہر زبان کا جاننے والا مرزا غالب سے واقف ہے۔انہوں نے کہا کہ حسینی علم کالج کے انتظامیہ سے کہا کہ وہ کالج میں کسی بھی طرح کا ورکشاپ منعقد کرنا چاہتے ہیں تو وہ انہیں ریسورس پرسن فراہم کریں گے۔ ڈاکٹر سید فاضل حسین پرویز نے کہا کہ قوم کی بیٹیوں کو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم سے بھی آراستہ کرنا ہمارا فریضہ ہے تا کہ پھر کوئی عائشہ نہ بنے۔ انہوں نے طالبات سے کہا کہ وہ دین کو مضبوطی سے تھامے رہے۔ڈاکٹر مسرت جہاں،نفیسہ خان،قمر جمالی ،ڈاکٹر ناظم علی اور ڈاکٹر سید تاج الدین (ایڈیٹر نوبل نیوز لینک ،بنگلور) نے بھی سمینار سے خطاب کیا۔آل انڈیا اردو ماس سوسائٹی فار پیس اور کالج کی جانب سے کالج کی ایک سابق طالبہ جس نے دوران تعلیم کالج کے ہر مقابلہ میں حصہ لیتے ہوئے کامیابی حاصل کی اس لڑکی کی حوصلہ افزائی کیلئے ڈاکٹر نیلماں اور پرنسپل پدماوتی کے ہاتھوں انمول رتن ایوارڈ دیا گیا۔ پروگریم کنوینر ڈاکٹر عبدالقدوس نے خیر مقدمی تقریر میں تمام مہمانوں کا تعارف پیش کیا اور کہا کہ ان کی آمد سے یہاں کی طالبات حوصلہ افزائی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ تلنگانہ اردو اکیڈیمی کی جانب سے جاری رسالوں کے ممبر بنانے کی مہم میں حصہ لینے کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ کالج کے طلبہ کے لیے پندرہ رسائل سالانہ اور آل انڈیا اردو ماس سوسائٹی فار پیس کے صدر ڈاکٹر مختار احمد فردین کے جانب سے پچیس رسائل لیے گئے ہیں۔اس موقع پر قلمی سفر (مصنف :ڈاکٹر مختار احمد فردین)،جہان اطفال (مرتب: ڈاکٹر عبد القدوس) تخلیق کار حضرت عبدالرحمٰن جامی۔ ،صدائے شبلی (مدیر ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی) اور ہندی کہانی کے ابتدائی نقوش اور چند اہم کہانیاں (مترجم: ڈاکٹر محمد نہال افروز) کی کتابوں کی رسم اجراء عمل میں آیا۔افتتاحی اجلاس کے بعد دوسرے سیشن میں مقالوں نگاروں نے اپنے مقالہ جات پیش کیے۔سیشن کی صدارت پروفیسر مجید بیدار نے کی۔ قمر جمالی ، ڈاکٹر مختار احمد فردین، ڈاکٹر ناظم علی اور ڈاکٹر کاشف نے سیشن کی نگرانی کی۔ ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد نے نظامت کا فریضہ انجام دیا۔کشمیر،تامل ناڈو،دہلی،بنگلور اور ملک کی دیگر ریاستوں سے اسکالرس نے اس سمینار میں حصہ لیا۔ محمد آصف علی، ڈاکٹر عصمت النساء کشور، ڈاکٹر عبدالمغنی، فریدہ بیگم تبسم آرا بیگم اور دیگر نے مقالہ جات پیش کیے۔ جمعہ کو سمینار کے دوسرے دن آن لائن مقالہ جات پیش کیے گئے ۔ سو سے زائد ہندوستان بھر کے مختلف کالج اور یونیورسٹی کے ماہرین واسکالرس نے حصہ لیا۔آن لائن زوم میٹنگ کی کاروائی ڈاکٹر عبدالقدوس نے چلائی جبکہ ڈاکٹر اشفاق عمر،جنید نے اس آن لائن میٹنگ میں تعاون کیا۔پروفیسر ضیاء الرحمٰن صدیقی (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے اردو خاکہ نگاری پر تفصیلی خطاب کیا۔ ڈاکٹر سید محمود کاظمی (مانو) ،ڈاکٹر حمیرہ سعید (پرنسپل سنگاریڈی ویمنس ڈگری کالج)، جعفر جری (ساتاواہنا یونیورسٹی)، ڈاکٹر محامد ہلال اعظمی (صدر شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ) ، پروفیسر کاشف (الہ آباد یونیورسٹی) ، سید تاج الدین، ڈاکٹر اسرارالحق سبیلی، ابراہیم اعظمی اور دیگر نے مخاطب کیا۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں حضرت رحمٰن جامی کل ہند مشاعرے کی صدارت کرتے ہوئے۔

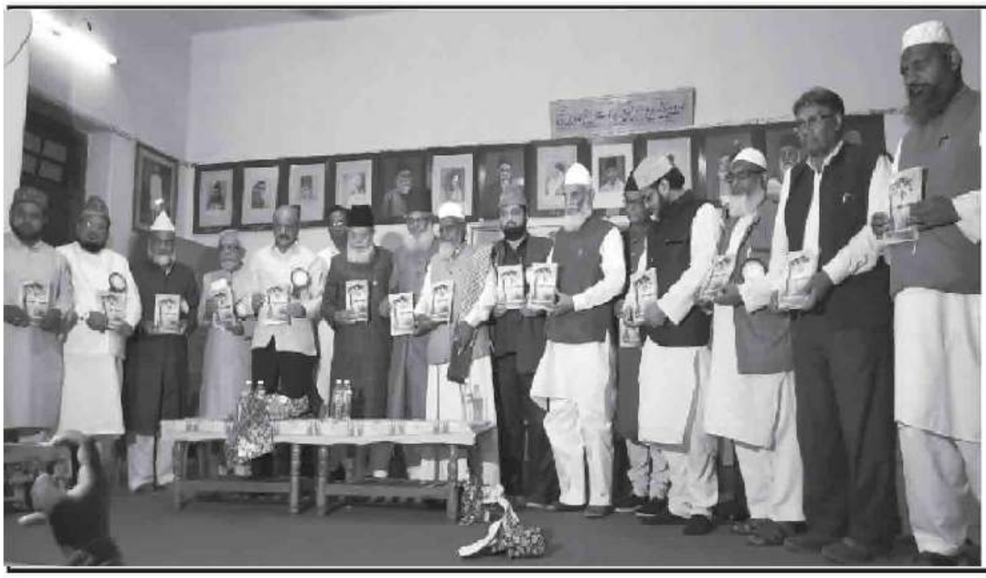

مجموعہ کلام خیرالبشر کا حضرت رحمٰن جامی رسم اجراء کرتے ہوئے۔ تخلیق کار صوفی خیرالدی، رحیم الدین انصاری، پروفیسر عبدالشکور، نواب کاظم علی خاں اور دیگر اہل علم ودانش کو دیکھا جاسکتا ہے

DR. S.J HUSSAIN
MD (Unani)
Former director Incharge
Central Research Institute Of Unani Medicine
Govt of India

website: www.unanicentre.com
Email:syedjalilhussain@gmail.com
jaleel_hussain@yahoo.com

Dr. Jaleel's

UNANI CENTER FOR CARDIAC

یونانی سینٹر فار کارڈیک کیر

Consultation Time
Morning:9:00 am to 3:00 pm-Evening:7:00 pm to 9:30 pm
(Friday Morning and Sunday Evening Closed)

Cell:
+91 8142258088
+91 7093005707

Adress -: No: 8-1-332/3/B-69, RoadNo 1(A)Arvind Nagar Colony Tolichowk Hyderabad - 500008 T.S India

ORANGE GATE
PROPERTIES

Rs.
5499/-
Per Sq. Yd.

Orange Gate
Fortune Farm
@Shannkarpalli

PRINCE DEVELOPERS
Walk into Nature

Office Address
#10-3-304/D, Bepin Nivas, Humayun Nagar, Masab Tank, Hyderabad (D)

Site Address
101 (P), 104 (P), Vattimeenapally (V), Nawabpet (M), Vikarabad (D)

8317692718
9392533661

NEW GAZALA SAREES
All kinds of Wedding Sarees, Suits & Sharara
+91 9848668219, 8686978846
#23-2-241, Volta Hotel Lane, New Moghalpura, Hyderabad, T.S.

SIECT

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad

March 2021

RNI: TELURD/2018/77022
ISSN: 2581-9216
Rs. 100/-

مجتبیٰ ٹکسٹائلس

MUJTABA
TEXTILES FOR THE GENTLEMAN IN YOU

#20-4-20/6/1, 20-4-20/7/5 & 7/6, Punch Mohalla, New Laad Bazar,
Khilwath, Hyderabad. T.S. India

Ph: +91 6281040896 - Email: mujtabatextiles18@gmail.com - Web: www.mujtabatextiles.com
Follow us on facebook: https://www.facebook.com/mujtaba.textiles.1

Editor, Printer, Published & Owned by Mohd. Muhamid Hilal
Printed at Daira Electric Press, #22-8-143, Chatta Bazar, Hyderabad. 500 002.
Published at #17-3-352, B1, 2nd Floor, Bafana Complex, Dabeerpura, Hyderabad - 23, T.S
Cell: 9392533661, 8317692718, Email: muhamidhilal@gmail.com